امام المحققین والمحدث الشہیر

علامہ ابوطیب محمد شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ

حیات اور خدمات

تألیف

محمد عُزَیر شمس

پیش لفظ	مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی
تعارف	مولانا عبدالقدوس ہاشمی
مقدمہ	محمد عُزَیر شمس

المرکز الاسلامی للبحوث العلمیہ

کراچی۔ پاکستان

نام کتاب	امام المحققین والمحدث الشہیر علامہ ابو طیب محمد شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ حیات اور خدمات
صفحات	۱۶۰
طبع اول	۱۹۸۴ء
طبع دوم	۲۰۰۸ء
مسودہ کمپیوٹر ٹائپنگ	سہیل الدین انصاری
کمپیوٹر ایڈیٹنگ	عبد الرقیب حقانی
پروف ریڈنگ	احفاد علامہ شمس الحق عظیم آبادی
تعداد	ایک ہزار
مطبع	نجم پرنٹنگ پریس، کراچی
قیمت	(۱۷۰) ایک سو ستر روپے

Islamic Center for Academic Research (ICAR)

B-132, Block-1, Gulistan-e-Jauhar, University Road, Karachi, Pakistan

Telephone (92-21) 801-0304,

E-mail: icar.edu@gmail.com

ILMI ACADEMY FOUNDATION
Gulshan-e-Iqbal, Karachi
Pakistan

Ref: ....
Date: 6-4-2008

علمی اکیڈمی فاؤنڈیشن
گلشن اقبال، کراچی
پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اطلاع برائے ناشرین

تمام ناشرین کتب کو اطلاع دی جاتی ہے کہ علمی اکیڈمی فاؤنڈیشن کراچی نے اپنی بعض کتب کی طباعت واشاعت کے حقوق ادارہ "**المركز الاسلامي للبحوث العلمية**" کو تفویض کر دیئے ہیں، جس کے مدیر جناب مسعود احمد محمد داود صاحب ہیں۔ اس ضمن میں ان کتب کے حقوق نقل واشاعت بنام ناشر محفوظ ہیں۔

لہٰذا ان کتب کا کوئی بھی مواد، کسی بھی غرض سے، ناشر سے بغیر اجازت خطی حاصل کئے، شائع کرنا قانوناً و اخلاقاً ممنوع ہے۔ اور ایسی کسی بھی غلطی کے ارتکاب کی صورت میں ادارہ "**المركز الاسلامي للبحوث العلمية**" ہر قسم کی قانونی چارہ جوئی کرنے کا حق محفوظ رکھتا ہے۔

کتبہ
عبدالرقیب
عبدالرقیب حقانی
حفید علامہ شمس الحق عظیم ابادی رحمہ اللہ
مدیر علمی اکیڈمی فاؤنڈیشن کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر۔طبع دوم

الحمد لله و الصلاة و السلام علی رسول الله و علی آله و صحبه و من والاه، وبعد۔

اللہ رب العزت کی سنت مبارکہ ہے کہ وہ لوگوں کے احوال بیان فرماتا ہے اور یہی قرآن مجید کا اسلوب ہے۔لوگوں کے حالات بیان کرنے کا مقصد اصلاح انسانیت ہے۔قرآن مجید میں جابجا صالحین و طالحین کا ذکر آیا ہے تاکہ لوگ صالحین کی اتباع اور طالحین کے طریق سے انقطاع اختیار کریں۔

کوئی بھی کتاب اپنے مؤلف کی حیات و منہج کی عکاس ہوتی ہے یہی وجہ ہے کی المرکز الاسلامی للبحوث العلمیہ کا یہ منہج وشعار رہا ہے کہ ایسے جید علماء و مصلحین کی کتابوں کو منصۂ شہود پر لایا جائے جو اپنی ذات میں خود ہی ایک مخزن علم و عمل تھے۔اس سلسلے میں شیخ العرب والعجم علامہ سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ علیہ کی ایک معرکہ آراء کتاب سندھی زبان میں قارئین کی نظر کی جاچکی ہے اور دیگر اردو وعربی کتب کو پیش کرنے کا سلسلہ جاری ہے۔

اسی منہج وشعار کی پیروی کرتے ہوئے اب المرکز الاسلامی للبحوث العلمیہ امام المحققین والمحدث الشہیر علامہ ابوطیب محمد شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی حیات وخدمات پر لکھی ہوئی سوانحی کتاب منظر عام پر لانے کا شرف حاصل کررہا ہے۔تاکہ تشنگان علم، عوام الناس اور بالخصوص علماء وطلباء کرام اس عظیم شخصیت کی حیات کے پنہاں پہلوؤں سے آشنا ہوسکیں، ان کی حیات کو اپنی زندگی کے لئے مشعل راہ بناکر اپنے دلوں میں علم کی شمع کو روشن رکھیں۔

یہ کتاب کئی ایک خصوصیات سے مزیّن ومرصّع ہے اور قارئین کرام کو اس کے مطالعہ سے بخوبی اندازہ ہوجائے گا کہ فاضل مؤلف نے ہر ہر واقعہ کتنی تحقیق اور عرق ریزی سے قلمبند کیا ہے۔کتاب میں موجود تمام حواشی مؤلف کی امانت وثقاہت اور اہتمام حوالہ جات کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔یقیناً اہل ذوق کے یہاں یہ اسلوب سوانح نگاری میں ایک سنگ میل ثابت ہوگا۔اللہ تعالیٰ مؤلف کی اس سعی کو قبول فرمائے۔آمین۔

میں اس سلسلے میں محترم جناب عبدالرقیب صاحب جو کہ علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ علیہ کے حفید ہیں، کاممنون ومشکور ہوں کہ انہوں نے علامہ رحمہ اللہ علیہ کی بعض اہم کتابوں کے اشاعتی وطباعتی حقوق المرکز الاسلامی للبحوث العلمیہ کو مرحمت فرمائے۔

اسی طرح میں معزز احباب ڈاکٹر ذوالفقار تنیو، نصرت اللہ شاہ راشدی اور نوفل شاہ رخ کا بھی تہہ دل سے شکرگزار ہوں جن کے مفید مشورے ہمیشہ ہمارے ساتھ ہیں۔اس ضمن میں ہمارے ساتھی سعود احمد اور مطیع الرحمٰن بیگ بھی لائق تحسین وستائش ہیں، جن کی انتھک محنت کے بعد یہ کتاب ایک دلکش اور جاذب نظر پیرائے میں آپ کے ہاتھ میں ہے۔اور ان شاءاللہ بہت جلد علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ علیہ اور علامہ سیّد بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ علیہ کی دیگر کتب بھی تحقیقی وطباعتی مراحل طے کرکے قارئین کے ہاتھوں میں ہوں گی۔

ولله الحمد والفضل والمن۔

مسعود احمد محمد داود السندی

مدیر المرکز الاسلامی للبحوث العلمیہ

کراچی۔پاکستان

۲۵ جون ۲۰۰۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر۔طبع اول

یہ کتاب دراصل جناب محمد عزیز صاحب کی مفصل عربی کتاب ''حیاۃ المحدث شمس الحق و اعماله '' کی اردو تلخیص ہے، جس میں بعض بڑے مفید اور قیمتی اضافے بھی ان ہی کے قلم سے شامل ہیں۔ علامہ شمس الحق عظیم آبادی کے بعض اہم خطوط ضمیمے کے طور پر اس میں پہلی بار شائع کئے جارہے ہیں جو اصل عربی کتاب کی اشاعت کے بعد مؤلف کو دستیاب ہوئے تھے۔ حواشی میں بھی بعض حقائق کا پہلی دفعہ انکشاف کیا گیا ہے جو عموماً اہل علم کی نظروں سے مخفی ہیں۔ اردو زبان میں ہونے کی وجہ سے ان شاء اللہ اردو داں طبقہ اس سے پورے طور پر مستفید ہوسکے گا۔

مؤلف نے علامہ عظیم آبادی کے حالات زندگی اور ان کی منتشر تصانیف کی فراہمی کے سلسلے میں جو محنت کی ہے، اور پھر اس کا ثمرہ جس خوش اسلوبی کے ساتھ محققانہ انداز میں پیش کیا ہے، اس کا اندازہ کچھ اہل تحقیق ہی لگا سکتے ہیں، جنہوں نے کبھی اس وادی کی سیر کی ہو۔ اس لئے اس کتاب پر تبصرہ ہم ان ہی پر چھوڑتے ہیں۔ یہاں مؤلف کے متعلق صرف اتنا بتا دینا چاہتے ہیں کہ وہ جامعہ سلفیہ بنارس (بھارت) کے فارغ التحصیل (۱۹۷۶ء) ہیں اور مدینہ یونیورسٹی سے بی۔اے (۱۹۸۱ء) اور ام القریٰ یونیورسٹی (مکہ مکرمہ) سے ایم۔اے کی سند حاصل کی ہے۔ ان کے بعض تحقیقی مقالات معارف (اعظم گڑھ) اور برہان (دہلی) وغیرہ میں شائع ہو چکے ہیں۔

ہم فاضل مؤلف کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے ہماری درخواست پر اسے اشاعت کے لئے تیار کیا۔ ہم نے اس کی اعلیٰ طباعت کا خصوصی اہتمام کیا ہے، اس کے لئے ہم اپنے احباب کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتے ہیں جنہوں نے اس سلسلے میں ہمارا تعاون کیا۔ ساتھ ہی ہم مولانا عطاء اللہ بھوجیانی رحمہ اللہ (۱) کے احسانات بھی فراموش نہیں کر سکتے، جنہوں نے اپنی علالت اور مشغولیات کے باوجود اس پر قیمتی پیش لفظ تحریر فرمایا۔

[(۱)طبع اولیٰ کے وقت یہ بقید حیات تھے]

میں مولانا عبدالقدوس ہاشمی رحمہ اللہ (۱) کا بھی بے حد ممنون ہوں جنہوں نے اپنی کبرسنی اور نقاہت کے باوجود علامہ شمس الحق عظیم آبادی کا عمدہ تعارف تحریر فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اخیر میں ہم قارئین سے ایک نہایت ضروری گزارش کرنا چاہتے ہیں کہ اگر انہیں علامہ ابوطیب محمد شمس الحق عظیم آبادی کی حسب ذیل غیر مطبوعہ کتابوں یا اس کے علاوہ کسی تالیف کی موجودگی کا علم ہو تو ہمیں پہلی فرصت میں اس کی اطلاع دیں۔

(۱) غاية المقصود فی حل سنن أبی داود (غیر مطبوع اجزاء)

(۲) هدية اللوذعی بنكات الترمذی (مکمل نسخہ)

(۳) فضل الباری شرح ثلاثیات البخاری

(۴) النجم الوهاج فی شرح مقدمة الصحیح لمسلم بن الحجاج

(۵) تعلیقات علی سنن النسائی

(۶) نخبة التواریخ

(۷) تذکرة النبلاء فی تراجم العلماء

(۸) نهاية الرسوخ فی معجم الشیوخ

(۹) تفریح المتذکرین بذکر کتب المتاخرین

(۱۰) النور اللامع فی اخبار صلاة الجمعة عن النبی الشافع

(۱۱) تحفة المتهجدين الابرار فی اخبار صلاة الوتر وقيام رمضان عن النبی المختار

(۱۲) غاية البيان فی حكم استعمال العنبر والزعفران

(۱۳) سوانح عمری مولانا عبداللہ صاحب جھاؤ میاں الہ آبادی

(۱۴) رسالة فی الفقة

ہمارا ارادہ ہے کہ ان شاء اللہ علامہ عظیم آبادی کی تمام تصانیف جدید اصول تحقیق کے مطابق سلسلہ وار شائع کریں گے۔ اس کا ہم نے مکمل پروگرام بنالیا ہے۔ ابھی جو ۱۹ تصانیف (مطبوعہ یا

[(۱)طبع اولیٰ کے وقت یہ بقید حیات تھے]

مخطوطہ) دستیاب ہیں، ان کی اشاعت کچھ اس ترتیب سے ہوگی۔

عربی

(۱)غاية المقصود فی حل سنن أبی داود

(۲)غنية الالمعی

(۳)المکتوب اللطیف الی المحدث الشریف

(۴)الوجازة فی الاجازة

(۵)هدية اللوذعی بنکات الترمذی

(۶)تعلیقات علی اسعاف المبطا برجال الموطأ

(۷)رفع الالتباس عن بعض الناس

(۸)اعلام أهل العصر با حکام رکعتی الفجر

(۹)التعلیق المغنی علی سنن الدارقطنی

(۱۰)عون المعبود علی سنن أبی داود

فارسی

(۱) عقود الجمان فی جواز تعلیم الکتابۃ النسوان

(۲) القول المحقق

(۳) الاقوال الصحیحۃ فی احکام النسیکۃ

اردو

(۱) تنقیح المسائل (فتاویٰ علامہ شمس الحق عظیم آبادیؒ)

(۲) فتویٰ رد تعزیہ داری

(۳) هدایۃ النجدین الی حکم المعانقۃ والمصافحۃ بعد العیدین

(۴) التحقیقات العلیٰ باثبات فرضیۃ الجمعۃ فی القریٰ

(۵) الکلام المبین فی الجہر بالتامین والرد علی القول المتین

فارسی اور اردو تصانیف کے عربی ترجموں کی اشاعت بھی پیش نظر ہے۔ نیز بعض عربی اور

فارسی تصانیف کے سلیس اردو ترجمے بھی اردو داں حلقے کے لئے افادہ عام کی غرض سے شائع کئے جائیں گے۔ جلد ہی جناب محمد عزیر صاحب کی اصل عربی کتاب ''حیاۃ المحدث شمس الحق واعمالہ'' کا نیا ایڈیشن بھی نظر ثانی کے بعد اہل علم کی خدمت میں پیش کیا جائے گا۔

ادارہ المرکز الاسلامی للبحوث العلمیہ و علمی اکیڈمی فاؤنڈیشن ''مولانا شمس الحق عظیم آبادی۔ حیات و خدمات'' کی دوسری طباعت ''امام المحققین والمحدث الشہیر علامہ ابوطیب محمد شمس الحق عظیم آبادی۔ حیات وخدمات'' کے عنوان سے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

اس جدید ایڈیشن میں ضروری تصحیح اور اضافے کو قوسین [--] میں ظاہر کیا گیا ہے، تاکہ قارئین کو متن کتاب کے ساتھ تصحیح اور اضافے کا فرق واضح ہو سکے۔

اس کتاب کی تیاری کے سلسلے میں جن حضرات کا بھی تعاون حاصل رہا، ان سب کے لئے دعا گو ہوں۔

اخیر میں اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہمیں اپنے منصوبے کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے، اور اسے ہماری نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین

عبدالرقیب
ڈائرکٹر علمی اکیڈمی فاؤنڈیشن
کراچی۔ پاکستان
۱۵اپریل ۱۹۸۴ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے جو اصلاحات فرمائی ہیں ان میں ایک بڑی اصلاح اس دور کے نصاب تعلیم کی اصلاح بھی ہے۔ انہوں نے درس نظامی کے ساتھ فقہ الحدیث کی اہم کتابوں کی درس و تدریس کو داخل فرمایا اور موطا امام مالک، صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن نسائی، سنن ابی داود، جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ درساً پڑھنے پڑھانے کی طرح ڈالی اور اپنی بے نظیر کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں خیر القرون کے اہل علم کی دو قسمیں، اہل الحدیث اور اہل الرائے قرار دے کر اول الذکر کے طرز استدلال کی ترجیح کی طرف واضح اشارات فرمائے۔ تاہم اہل الرائے کو بھی اپنی جگہ مفید اور معذور ہونے کا تصور دیا۔ اس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ تقلیدی جمود ٹوٹنے لگا اور آزادی فکر نے راہ پائی جو شاید حسب تجزیہ شاہ صاحب موصوف، اہل الرائے کو گوارا نہ تھا۔ چنانچہ حضرت شاہ محمد اسحٰق کے بعض تلامذہ نے وقت کی خدمت سمجھ کر جہاں کتب احادیث کی اشاعت کا مفید اہتمام کیا وہاں ان پر ایسے حواشی بھی چڑھا دیئے جو تقلیدی جمود کے ٹوٹنے کا مداوا ہوسکیں اور اپنے مدارس میں کتب ستہ پڑھانے کا رواج تو باقی رکھا، لیکن اس طرح کہ فقہ حدیث کے برعکس اہل الرائے کی ترجمانی ہوسکے۔ چنانچہ شاہ محمد اسحٰق کے تلامذہ میں شاہ عبد الغنی مجددی اور ان کے بعد میں علمائے سہارنپور و دیوبند اور مولانا احمد علی سہارنپوری رحمہم اللہ کا انداز تدریس و تحریر یہی تھا۔ البتہ شاہ محمد اسحٰق کے ایک تلمیذ رشید، جنہوں نے شاہ محمد اسحٰق کی مہاجرت مکہ معظّمہ کے بعد ان کے بطور جانشین دوسرے علوم کے ساتھ کتب ستہ کا درس دیا۔ یعنی حضرت مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی معروف بہ ''میاں صاحب''۔ یہ اصحاب الحدیث کے طریقے پر تھے۔ ان کے یہاں اصحاب کتب ستہ کے منہج کے مطابق ان کتابوں کا درس دیا جاتا تھا۔ تاہم یہ مساعی تدریس کی خدمت تھیں۔

حضرت میاں صاحب کے فیض یافتہ تلامذہ میں سے مولانا محمد شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی نے بہ توفیق الٰہی ایک قدم آگے بڑھایا اور تہیہ فرمایا کہ مدارس میں کتب ستہ کے جو متون پڑھائے جاتے ہیں ان کے شروح و تعلیقات و حواشی بھی ایسے ہونے ضروری ہیں جو حسب منشا شاہ ولی اللہ،

اصحاب الحدیث کی ترجمانی کی خدمت سرانجام دیں اور اس طرح مصنفین کتب ستہ کے مقاصد اور فقہی و فنی حیثیت کو بروئے کار لایا جائے۔ لہٰذا مولانا محمد شمس الحق نے سنن ابوداود کا انتخاب فرمایا اور اس کی دو ایسی شرحیں لکھیں یعنی ''غایۃ المقصود'' (مبسوط) اور ''عون المعبود'' (مختصر)، جو بہ لحاظ متن حدیث اور بہ لحاظ فقہ الحدیث آٹھویں صدی ہجری کے کسی محدث و محقق کی تالیف معلوم ہوتی ہیں۔ ہر حدیث کا فنی مرتبہ، ابواب و اسناد کا تدریسی حل جو ہمارے مدارس کے اعتبار سے بالکل نیا انداز ہے اور ایسا مفید ہے کہ جس کی بعد میں آنے والے اصحاب الرائے قسم کے شارحین نے بھی پیروی فرمائی ہے۔ حدیث پاک سے فقہی استنباطات کی راہ بھی ان شرحوں میں وا کردی گئی ہے اور بڑے غیر مسبوق فقہی مباحث عون المعبود میں آ گئے ہیں۔

عون المعبود کی تالیف سے قبل مولانا نے ہمارے یہاں کی ایک غیر متداول اور نہایت اہم غیر مطبوعہ کتاب ''سنن دارقطنی'' پر نہایت عمدہ شرح تحریر فرمائی جس نے طبقہ اہل علم و تحقیق میں خوب باریابی حاصل کی۔ علاوہ ازیں محدثین کے اس طریق کے احیاء کے لئے بصرف زر کثیر حدیث و رجال کے مخطوطات و مطبوعات جمع فرمائے۔ اس وقت کے متعدد نوجوان علما کو عملی تربیت دی تاکہ تعلیق و حواشی کا یہ کام جاری رہ سکے۔ متعدد حدیثی رسالے اور فن حدیث و رجال کی اہم کتابیں اور رسالے طبع کروا کر شائع کرائے اور اس طرح عملی کام کا یہ خلا، اللہ تعالیٰ نے مولانا شمس الحق کے ذریعہ پورا فرمایا۔

شاید مولانا شمس الحق کے اخلاص کا یہ ثمرہ تھا کہ عون المعبود کے بعد تحفة الاحوذی اور حواشی جديدة على سنن النسائی اور عين الحاجة على سنن ابن ماجة، تنقيح الرواة فی تخريج احاديث المشكوٰة وغیرہ شروح و حواشی معرض وجود میں آ گئے اور موجودہ دور کی بہترین شرح مرعاة المفاتيح جس کو ایک حیثیت سے فقہ الحدیث کا دائرہ المعارف کہا جاسکتا ہے، وہ بھی صاحب عون المعبود کے حسنات میں ایک ہے۔

ایسے میں ضرورت تھی کہ ایسی بہت سی خدمات و صفات کی حامل شخصیت کا تعارف ہمارے علماء و طلباء کے سامنے لایا جائے، جس سے بہ وجوہ ہم اب تک قاصر رہے ہیں۔ شاید بفحوائے کل الامور مرهو نة بأو قا تها۔

یہ سعادت جناب محمد عزیر صاحب کو حاصل ہوئی، جنہوں نے پہلے عربی میں "حیاۃ المحدث شمس الحق واعماله" تحریر فرمائی اور اب اس کو باضافات متعددہ وجدیدہ اردو میں منتقل کر دیا ہے۔
جناب عزیر صاحب کا اس کے علاوہ ایک تو کارنامہ یہ ہے کہ علامہ موصوف کی گم شدہ اور بعض نوفراموش شدہ اہم حدیثی و تاریخی اور فقہی تالیفات تاریکی سے روشنی میں لائے اور دوسرے یہ کہ علامہ شمس الحق کی اولاد واحفاد میں جناب عبدالرقیب صاحب سلمہ کو اس کے لئے تیار کر دیا کہ وہ اپنے جدامجد کے پسندیدہ مشن کو زندہ کریں، اور ان کی تالیفات کو شائع کر کے نوجوان علماء وطلباء کے لئے حدیث پاک کی خدمت واشاعت کا نمونہ پیش کریں۔ والله الموفق المعين۔

خاکسار

محمد عطاء اللہ حنیف

لاہور

۸ ذی الحجہ ۱۴۰۳ھ مطابق ستمبر ۱۹۸۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

مولانا عبدالقدوس ہاشمی

محدث کبیر مولانا شمس الحق ڈیانوی رحمہ اللہ علیہ

میں نے مولانا شمس الحق محدث ڈیانوی کا تذکرہ اپنے بچپن میں والد مرحوم مولانا ابومحمد اوسط حسین صاحب سے سنا تھا اور بار بار سنا تھا۔ اگرچہ میں بہت چھوٹا تھا لیکن والد مرحوم جن دو تین بزرگوں کے نام بڑی عظمت واحترام کے ساتھ لیتے اور ان کے علم وعمل کی تعریف کیا کرتے تھے، ان میں حضرت شیخ الکل میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی اور مولانا ابو طیب محمد شمس الحق محدث ''صاحب عون المعبود و غایۃ المقصود'' کا ذکر کسی نہ کسی وقت ضرور آجاتا تھا۔ میں تو اس وقت اس قابل نہ تھا کہ مجھ سے ان بزرگوں کا تذکرہ کیا جاتا مگر دوسرے اہل علم کے سامنے میں نے ان عظیم المرتبت خدام حدیث کا ذکر بار بار سنا۔

مولانا شمس الحق محدث، میاں نذیر حسین محدث دہلوی کے ارشد تلامذہ میں تھے اور والد مرحوم بھی میاں صاحب کے دور اواخر کے شاگردوں میں سے تھے۔ میاں نذیر حسین کے بھانجے مولانا حکیم محمد اسماعیل صاحب مرحوم بھی میرے والد مرحوم کے اساتذہ میں تھے۔ ان سے بھی میں نے مولانا شمس الحق صاحب کا ذکر خیر اور ان کے علم واخلاص کی بڑی تعریف سنی۔ والد مرحوم کی وفات کے وقت میں صرف دس سال کا تھا، لیکن مولانا محمد اسماعیل صاحب اس کے بعد بھی تقریباً دس سال زندہ رہے۔ وہ جب کبھی مولانا شمس الحق صاحب کا ذکر کرتے، بڑے احترام اور بڑی تعریفوں کے ساتھ کرتے تھے۔

میں نے تو مولانا شمس الحق صاحب کو نہیں پایا۔ میں اس وقت عالم وجود ہی میں نہیں آیا تھا، کیسے دیکھتا۔ مولانا شمس الحق محدث کی وفات ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء میں ہوئی، اور میں اس کے کچھ دنوں کے بعد پیدا ہوا۔ والد مرحوم کی وفات کے بعد مجھے میاں نذیر حسین کے دوسرے جلیل القدر شاگرد مولانا عبدالرحمٰن اعظمی کے پاس مئو، ضلع اعظم گڑھ بھیج دیا گیا۔ اس زمانہ میں مولانا ابوالعلاء عبدالرحمٰن مبارک پوری زندہ تھے۔ میں نے ان سے بھی تعلیم حاصل کی۔ وہاں جب بھی ذکر آیا یہی

سنا کہ مولانا شمس الحق علم حدیث کے بے مثال عالم تھے، اور انہوں نے اتنی خدمت علم حدیث کی بجالائی کہ خود مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری مولف ''تحفۃ الاحوذی'' شرح الترمذی اپنی خدمات کو ان کے مقابلے میں کمتر قرار دیتے تھے۔ حالانکہ دوسرے اہل علم جانتے ہیں کہ برصغیر پاک و ہند میں جو کتابیں علم حدیث میں لکھی گئی ہیں، ان میں ''تحفۃ الاحوذی'' کو ایک بلند مقام حاصل ہے، اور شاید علمائے حدیث ''عون المعبود'' اور ''تحفۃ الاحوذی'' کو ایک دوسرے کے ہم پلہ ہی قرار دیں۔

میں نے ''عون المعبود'' مولانا عبدالرحمٰن اعظمی سے پڑھی اور مقدمہ تحفۃ الاحوذی خود مولانا مبارک پوری سے۔ یہ میری خوش قسمتی تھی کہ مجھے شیخ الکل میاں نذیر حسین محدث دہلوی کے ان دونوں ارشد تلامذہ سے استفادہ کا موقع میسر آیا۔

نظامی بدایونی نے اپنی مشہور کتاب ''قاموس المشاہیر'' جلد دوم صفحہ ۲۰ پر مولانا شمس الحق مرحوم کا مختصر سا تذکرہ کیا ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔

''شمس الحق محدث (مولانا) ساکن ڈیانوان، ضلع عظیم آباد (پٹنہ)، کنیت ابوطیّب، مولانا نذیر حسین دہلوی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ حدیث میں یہ پایہ تھا کہ عرب، عسیر، بغداد، عمان، نجد اور فارس ومغرب کے طلبہ استفادہ کے لئے آتے تھے''۔

اس کے بعد ان کی بعض تصنیفات مثلاً ''غایۃ المقصود'' شرح سنن ابی داود۔ ''ہدیۃ اللوذعی بنکات الترمذی''۔ ''شرح مقدمہ مسلم'' اور ''افادۃ الرسوخ بمعرفۃ الشیوخ'' کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ۔

''بعارضہ طاعون ۱۳۲۹ھ مطابق ۱۹۱۱ء میں انتقال فرمایا''

شیخ الکل میاں نذیر حسین صاحب محدث دہلوی کے فیض یافتگان کے سوا بھی بہت سے علمائے حدیث سے ''عون المعبود'' کی بڑی تعریفیں سنی ہیں۔ شیخ حسین یمانی کے مشہور شاگرد مولانا حیدر حسین خاں صاحب ٹونکی، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو میں شیخ الحدیث تھے۔ میں نے ان کو سنن ابی داود کا درس دیتے دیکھا ہے، بلکہ بہت دنوں تک ان کے درس میں بطور ایک طالب علم کے شریک رہا ہوں۔ میں نے انہیں ہمیشہ ''عون المعبود'' سے استفادہ کرتے اور مولانا شمس الحق ڈیانوی رحمہ اللہ کے وسعت مطالعہ اور عبور فن کی تعریف کرتے سنا۔ بلکہ ان کی رائے تو یہ تھی کہ امام ابن حجر

عسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ کی شہرہ آفاق کتاب فتح الباری شرح صحیح البخاری کے انداز میں مجموعہ احادیث کی محدثانہ کوئی شرح ''عون المعبود'' سے بہتر نہیں لکھی گئی۔

میں نے ''عون المعبود'' تو پڑھی ہے اور دو ایک مختصر رسالے مولانا شمس الحق رحمہ اللہ کے دیکھے ہیں۔ میری رائے بھی یہی ہے کہ کسی مجموعہ احادیث کی محدثانہ شرح جو فتح الباری کے انداز میں ہو ''عون المعبود'' سے بہتر میری نظر سے نہیں گزری، والعلم عند اللہ۔

مولانا مرحوم ضلع پٹنہ کے ایک قصبہ ڈیانوان کے ایک خوش حال گھرانے میں ۱۲۷۴ھ (۱) [۱۸۵۷ء میں پیدا ہوئے اور ۱۳۲۹ھ] ۱۹۱۱ء میں وفات پائی۔ یعنی اپنے استاد میاں نذیر حسین مرحوم المتوفی ۱۳۲۰ھ کے بعد وہ صرف نو سال عالم آب و گل میں رہے۔ عمر بھی میاں صاحب سے کم پائی۔ حقیقتاً یہ بات دیکھنے کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بندہ کو جتنی بھی حیات عطا فرمائی، اس بندہ نے اسے کہاں صرف کیا۔ حیات طویل ہو یا نسبتاً قصیر، زندگی کی کامیابی اور ناکامی کا پیمانہ نہیں ہے، بلکہ پیمانہ علم و عمل ہے۔ مولانا شمس الحق محدث مرحوم کی حیات مبارکہ اور ان کے تصنیفی و تدریسی کارناموں کو دیکھ کر ہر آدمی ایک ہی نتیجے پر پہنچتا ہے کہ اس نیک بندہ کو اگر اللہ تعالیٰ نے حافظہ، ایمان اور اخلاص عطا فرمایا تو اس نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ سنت رسول ﷺ کی تبلیغ اور اشاعت پر صرف کر دیا۔ ساری عمر ایک ہی دھن میں زندگی بسر کی، اور اپنی جان بلکہ بڑی حد تک اپنی دولت و تونگری کو بھی اس مقصد پر لگا دیا۔

جزاہ اللہ خیرا لجزاء

ڈیانواں

قصبہ ڈیانوان ایک چھوٹا سا قصبہ بلکہ ضلع پٹنہ کا ایک گاؤں ہے۔ یہاں فتوحہ، اسلام پور لائٹ ریلوے کا ایک اسٹیشن ڈیانواں ہی کے نام سے قائم ہے۔ میرا قدیم وطن مخدوم پور نام کا ایک گاؤں تھا۔ یہ گاؤں اسلام پور سے قریب اور ڈیانواں سے بھی کچھ بہت زیادہ دور نہ تھا۔ اب بھی ڈیانواں موجود اور آباد ہے اور مخدوم پور بھی آباد ہے۔ صوبہ بہار میں شرفاء اور اہل علم کی زیادہ آبادیاں دیہاتوں میں تھیں، اور یہ لوگ اکثر بندوبست دوامی کے زمیندار تھے۔ اس لئے دو باتیں بہار کے

[(۱) مولانا ہاشمی سے سہو ہو گیا ہے۔ علامہ شمس الحق عظیم آبادی ۱۲۷۴ھ میں نہیں، بلکہ ۱۲۷۳ھ میں پیدا ہوئے]

دیہاتوں میں پیدا ہو گئی تھیں۔ اول تو یہ کہ ان میں تعلیم و تعلم کا چرچا بہت تھا۔ جہاں کہیں ایک بھی قابل ذکر عالم پیدا ہو جاتا۔ وہاں طلبہ آتے اور اس گاؤں کی حیثیت ایک مدرسہ کی ہو جاتی۔ دوم یہ کہ ان علماء کے ذوق علمی کی وجہ سے گاؤں میں ایک کتب خانہ جمع ہو جاتا، اور کہیں کہیں تو یہ کتب خانہ بڑھتے بڑھتے اتنا بڑا ہو جاتا کہ دوسرے مقامات سے لوگ ان سے استفادہ کے لئے آتے اور مطالعہ کرتے۔ علامہ مرحوم کی وجہ سے ڈیانواں کو بھی یہ مرتبہ حاصل ہو گیا تھا کہ عرب و عجم کے طلبہ مختلف اوقات میں وہاں آتے۔ مولانا مرحوم ان کی میزبانی کرتے اور وہ طویل عرصہ تک مولانا شمس الحق محدث کے علم اور ان کے کتب خانہ سے استفادہ کرتے تھے۔

مجھے یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی کہ علامہ شمس الحق رحمہ اللہ کے سعادت مند پوتے جناب عبدالرقیب صاحب نے علامہ شمس الحق رحمہ اللہ کی ایک مختصر مگر جامع سوانح عمری تیار کر لی ہے اور وہ اب مرحلہ طباعت میں ہے۔ میں نے یہ چند سطور جناب عبدالرقیب صاحب کی فرمائش پر بطور یادداشت لکھ دیں کہ۔

فی الجملہ نسبتے بہ تو کافی بود مرا
بلبل ہمیں کہ قافیہ گل شود بس است

عبدالقدوس ہاشمی
کراچی
عید الفطر ۱۴۰۴ھ مطابق ۳۰ جون ۱۹۸۴ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

محمد عزیر شمس

برصغیر پاک و ہند میں علم حدیث کی نشأۃ ثانیہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۱۴۔۱۱۷۶ھ) کے ہاتھوں شروع ہوئی۔ انہوں نے سفر حجاز سے واپسی (۱۱۴۵ھ) کے بعد اپنی پوری زندگی ترویج حدیث اور اشاعت سنت میں صرف کر دی۔ درس و تدریس اور وعظ و ارشاد کے علاوہ انہوں نے خصوصیت کے ساتھ تصنیف و تالیف پر توجہ دی، متعدد کتابیں حدیث و متعلقات حدیث پر لکھیں، جن میں موطا امام مالک کی دو شرحیں ''مسوی'' (عربی) اور ''مصفی'' (فارسی)، ''شرح تراجم ابواب صحیح البخاری'' اور ''حجة الله البالغة''مشہور ہیں۔ ان سب کتابوں میں انہوں نے احادیث پر تحقیقی کلام اور فقہی مسائل میں کسی مسلک کی ترجیح کے وقت فقہائے محدثین کی روش اختیار کی۔ ایک تفصیلی جائزے کے مطابق صرف مسوی اور مصفی میں انہوں نے ۸۰ فی صد مسائل کے اندر حنفی مسلک کو مرجوح اور ضعیف قرار دیا ہے(۱)۔ ان کتابوں کے علاوہ اصولی طور پر مسلک اہل حدیث کی وضاحت اور تائید کے لئے انہوں نے ''الانصاف فی بیان سبب الاختلاف'' اور ''عقد المجید فی احکام الاجتہاد و التقلید''لکھی، اور اخیر عمر میں جو وصیت نامہ ''المقالة الوضية في النصيحة والوصية'' کے نام سے مرتب کیا تھا اس میں بھی فقہائے محدثین کی روش اختیار کرنے کی ترغیب دی۔

شاہ صاحب کے معاصرین میں مولانا محمد فاخر زائر الہ آبادی (م ۱۱۶۴ھ)، مولانا محمد حیات السندی (م ۱۱۶۳ھ) اور مولانا محمد معین ٹھٹوی (م ۱۱۶۱ھ) بھی اس لحاظ سے قابل ذکر ہیں کہ انہوں نے اپنے اپنے علاقوں میں اشاعت سنت کا کام ایسے وقت میں شروع کیا جب کہ اس کا تصور بھی جرم سمجھا جاتا تھا۔ اس سلسلے میں انہیں اذیتیں بھی برداشت کرنی پڑیں، مگر مسلک حق کی طرف دعوت سے باز نہ آئے۔ ہر ایک نے کئی کتابیں بھی یادگار چھوڑیں، جن میں آخر الذکر کی ''دراسات اللبیب فی الاسوة الحسنة بالحبیب'' کافی مشہور ہوئی۔ مولانا محمد فاخر زائر کی ''نور السنة'' اور

(۱) دیکھئے: الرحیم (حیدر آباد، سندھ) جس میں ایک فاضل مقالہ نگار مولانا محمد مظہر بقا ایم۔اے نے شاہ صاحب کے فقہی مسلک کا تذکرہ ان کی تالیفات کی روشنی میں کیا ہے۔ (شمارہ مئی و جون ۱۹۶۵ء)۔

''رسالہ نجاتیہ'' اور مولانا محمد حیات سندھی کی ''تحفة الانام فی العمل بحدیث خیر الانام'' اور ''الایقاف فی بیان سبب الاختلاف'' بھی اپنے اپنے زمانے میں جمود و تقلید کے خلاف بڑی کارآمد کتابیں تھیں۔ ان کے ذریعہ عمل بالحدیث کے لئے فضا ہموار ہوئی اور آئندہ کے لئے بھی اشاعت سنت کے سلسلے میں ان سے بڑا فائدہ ہوا۔

بارہویں صدی ہجری کے بعد شاہ صاحب کے اولاد و احفاد اور تلامذہ و متوسلین کی ایک بڑی تعداد نظر آتی ہے۔ انہوں نے شاہ صاحب کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے اشاعت حدیث کا بیڑا اٹھایا۔ شاہ ولی اللہ کی وفات (م ۱۱۷۶ھ) کے بعد شاہ عبدالعزیز (م ۱۲۳۹ھ) اپنے والد کے مسند درس پر بیٹھے اور برسوں درس و تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ آزادی فکر کی وہی دعوت، جو شاہ ولی اللہ کا طرہ امتیاز تھی، شاہ عبدالعزیز کے ہاں بھی نظر آتی ہے۔ انہوں نے اپنی فارسی تفسیر فتح العزیز میں صاف طور پر تقلید کی تردید کرتے ہوئے عمل بالحدیث کی طرف توجہ دلائی ہے۔

شاہ عبدالعزیز ہی کے زمانے میں ''تحریک مجاہدین'' کا آغاز ہوتا ہے، جس نے ہندوستان گیر پیمانے پر اپنا اثر ڈالا۔ اس تحریک کے امیر اگرچہ سید احمد شہید (م ۱۲۴۶ھ) مقرر ہوئے، مگر اس کے علمی و فکری قائد اور روح رواں درحقیقت شاہ اسمٰعیل شہید (م ۱۲۴۶ھ) تھے۔ خود سید احمد شہید اکثر دعوتی و تنظیمی امور کے سلسلے میں ان پر اعتماد کرتے تھے۔ چونکہ شاہ اسمٰعیل شہید تقلید و جمود کے منکر اور شرک و بدعت کے سخت مخالف تھے، اس لئے تحریک کو بھی انہوں نے توحید خالص، اتباع سنت اور رفض بدعات و خرافات کی بنیادوں پر آگے بڑھایا۔ اس سلسلے میں انہوں نے متعدد کتابیں بھی تالیف فرمائیں۔ جن میں '' تقویة الایمان'' کافی مشہور ہوئی۔ اس کا پہلا ایڈیشن ۱۲۴۲ھ میں کلکتہ سے شائع ہوا تھا۔ اس وقت سے آج تک خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کے کتنے ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ ایک سرسری اندازے کے مطابق چالیس پچاس لاکھ سے کم نہ چھپی ہوگی۔ کروڑوں آدمیوں نے اسے پڑھا اور ہدایت کی روشنی حاصل کی۔ بقول غلام رسول مہر (م ۱۹۷۱ء) ''یہ ایسا شرف ہے جو تقویة الایمان کے سوا اردو کی کسی دوسری کتاب کو شاید ہی نصیب ہوا ہو''(۱)۔

(۱) مقدمہ تقویة الایمان، ص ۱۶ (لاہور ۱۹۷۴ء)۔ مہر صاحب نے پہلے ایڈیشن کی تاریخ ۱۲۴۳ھ لکھی ہے جو درست نہیں ہے۔ چونکہ یہ ایڈیشن ان کے پیش نظر نہ تھا اس لئے ان کا شائع کردہ متن بھی اصل سے بہت مختلف ہے۔ راقم الحروف اس کے پہلے ایڈیشن اور بعض قدیم تر مخطوطات کی بنیاد پر اسے مرتب کر رہا ہے۔

تحریک شہیدین کے مذہبی، سیاسی اور ادبی اثرات کا یہاں جائزہ لینا مقصود نہیں (۱)۔ البتہ اس حقیقت کا اظہار ضرور ہے کہ اسی تحریک کی بدولت ہندوستان گیر پیمانے پر عمل بالحدیث کا رواج ہوا۔ اس سے قبل انفرادی طور پر بعض لوگوں کی کوششیں اگرچہ قابل قدر ہیں مگر ان سے صرف نظری وفکری اصلاح ہوئی تھی، عملی طور پر تحریک شہیدین ہی سے زیادہ فائدہ پہنچا۔ مجاہدین میں مولانا عنایت علی صادق پوری (م۱۲۷۴ھ)، مولانا ولایت علی صادق پوری (م۱۲۶۹ھ)، مولانا محمد علی رام پوری (م۱۲۵۸ھ) اور مولانا حیدر علی رام پوری (م۱۲۷۷ھ) نے ہندوستان کے چپے چپے میں گھوم کر دعوت وتبلیغ کا کام کیا۔ ان کے علاوہ مولانا ابواسحاق لہراوی (م۱۲۳۴ھ)، مولانا خرم علی بلہوری (م۱۲۶۰ھ)، مولانا اولادحسن قنوجی (م۱۲۵۳ھ)، مولانا احمد حسن عرشی (م۱۲۷۷ھ)، مولانا عبدالحق بنارسی (م۱۲۸۶ھ)، مولانا عبداللہ خاں علوی، حکیم مومن خان مومن (م۱۲۶۹ھ)، مولانا جعفری علی نقوی، مولانا عبداللہ جھاؤ میاں الہ آبادی (م بعد ۱۳۰۰ھ)، مولانا بشیر الدین قنوجی (م۱۲۹۶ھ) اور مولانا سخاوت علی جونپوری (م۱۲۷۴ھ) وغیرہم نے تصنیف وتالیف، درس وتدریس، وعظ وارشاد اور شاعری کے ذریعہ حدیث وسنت کی اشاعت کی (۲)۔ ان کی کوششوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہندوستان کے ہر علاقے میں حدیث کی نشر واشاعت کے لئے مدارس قائم ہونے لگے۔ اب تک چھاپے خانوں کا رواج زیادہ نہ ہوا تھا، چنانچہ لکھ لکھ کر کتب حدیث پھیلائی جاتیں۔ عوام کے لئے احادیث کے ترجمے اور انتخابات اردو اور فارسی میں تیار کئے جاتے تاکہ وہ براہ راست حدیث رسول ﷺ سے مستفید ہوسکیں۔ کتب حدیث میں سے کتب ستہ، موطا امام مالک، مشکوٰۃ المصابیح اور بلوغ المرام کی تدریس کا سلسلہ ہندوستان میں چاروں طرف شروع ہوا۔ اس طرح حدیث وسنت

....

(۱) تفصیل کے لئے دیکھئے: ''ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک'' (مسعود عالم ندوی)۔ ''سید احمد شہید''۔ ''جماعت مجاہدین''۔ ''سرگزشت مجاہدین'' (غلام رسول مہر)۔ ''اردو میں وہابی ادب'' (خواجہ احمد فاروقی)۔ ''اپنی تلاش میں'' حصہ اول (کلیم الدین احمد)۔

Wahabi Movement in India (Dr.Qiyamuddin Ahmad).

(۲) افسوس کہ اشاعت حدیث کی تاریخ لکھتے وقت اسمٰعیل شہید کے بعد اکثر حضرات ان لوگوں کو نظرانداز کردیتے ہیں اور چھلانگ لگا کر نواب صدیق حسن خاں (م۱۳۰۷ھ) اور سید نذیر حسین (م۱۳۲۰ھ) کی خدمات کا ذکر کرنے لگتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ ان لوگوں کے کارناموں کا تفصیل سے تذکرہ کیا جائے تاکہ تاریخی طور پر درمیان کی کوئی کڑی مفقود نہ ہو۔ راقم الحروف نے ''تذکرہ علمائے اہل حدیث ہند'' میں ان لوگوں کے حالات لکھ دیئے ہیں، اس لئے یہاں صرف ضروری تنبیہ پر اکتفا کیا جارہا ہے۔

کو جو فروغ ہوا وہ محتاج بیان نہیں۔

معرکہ بالاکوٹ (۱۲۴۶ھ) کے بعد اس تحریک کی قیادت خاندان صادق پور نے کی۔ انہوں نے اندرون ہند اور بیرون سرحد پر سو سال سے زیادہ (۱۲۴۶۔۱۳۶۷ھ) باقاعدہ امارت کا سلسلہ برقرار رکھا۔ علمائے اہل حدیث نے اس عرصے میں پوری تن دہی کے ساتھ تجدید واحیائے دین کا کام کیا۔ اس سلسلے کی ساری مصیبتیں اور مشقتیں انہوں نے جھیلیں، جانی ومالی قربانیاں پیش کیں۔ جزیرہ انڈمان ان کے دم سے آباد ہوا اور اس تحریک جہاد کے خلاف انگریزوں نے عام دار وگیر کے علاوہ جو بڑے بڑے چھ مقدمے قائم کئے ان میں بھی ماخوذ ہوئے اور سزا کے مستحق قرار پائے۔

ان سیاسی سرگرمیوں کے علاوہ جن کا سلسلہ اندرون ہند جاری تھا، گزشتہ صدی میں اشاعت سنت کے دو بڑے مراکز ہندوستان کے اندر موجود تھے جن میں سے ہر ایک کا اپنا مخصوص رجحان اور طریقہ کار تھا۔

۱۔ علمی مرکز (بھوپال)

اس علمی مرکز میں نواب صدیق حسن خان (م۱۳۰۷ھ) کے زیر نگرانی علمی وتحقیقی کام ہو رہا تھا۔ خود انہوں نے مختلف موضوعات پر عربی، اردو اور فارسی میں ۲۲۲ کتابیں تالیف فرمائیں، ساتھ ہی ہندوستان کے مختلف علاقوں میں متعدد علماء کو دفاع حدیث اور رد بدعات کے سلسلے میں کتابوں کی تالیف پر مامور کیا اور ان کے لئے وظیفے متعین کئے۔ ان علماء میں خصوصیت کے ساتھ مولانا وحید الزماں حیدرآبادی (م۱۳۳۸ھ)، مولانا محمد سعید بناری (م۱۳۲۲ھ) اور مولانا ابوالمکارم محمد علی مئوی (م۱۳۵۲ھ) قابل ذکر ہیں۔ بھوپال میں بھی انہوں نے بہت سے علماء وفضلاء کو جمع کر رکھا تھا، جن میں شیخ حسین بن محسن یمانی (م۱۳۲۷ھ)، مولانا محمد بشیر سہسوانی (م۱۳۲۶ھ)، مولانا سلامت اللہ جیراج پوری (م۱۳۲۲ھ) اور مولانا عبدالرشید شوپیانی کشمیری بڑی شہرت رکھتے ہیں۔ کئی مطابع بھی نواب صدیق حسن خان نے بھوپال میں قائم کئے، ان میں نیز بیرون ہند (مصر وترکی) کے مطابع میں حدیث کی بعض اہم کتابیں طبع کروائیں اور اس سلسلے میں گراں قدر مصارف برداشت کئے، پھر انہیں مفت تقسیم کروایا۔ ان کتابوں میں ''فتح الباری'' لابن حجر العسقلانی اور ''نیل الاوطار'' للشوکانی بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ ایسے وقت میں جب کہ کسی کو ''صحیح بخاری'' یا

’’مشکوٰۃ المصابیح ‘‘ کے نسخے بھی بہ مشکل دستیاب ہوتے تھے،فتح الباری جیسی ضخیم کتابوں کی طباعت واشاعت اور مفت تقسیم کا اہتمام کرنا بجائے خود کتنا اہم تھا،محتاج بیان نہیں......نواب صدیق حسن خان نے صرف اسی پر بس نہیں کیا بلکہ حفظ حدیث کے سلسلے میں انعامات بھی مقرر کئے۔ نتیجتاً متعدد باہمت حضرات نے پوری’’صحیح البخاری ‘‘یا’’صحیح مسلم ‘‘حفظ کرڈالی اور انعام کے مستحق ہوئے۔ان میں حافظ عبدالوہاب نابینا دہلوی (م ۱۳۳۸ھ)اور مولانا عبدالتواب غزنوی علی گڑھی جیسے خوش قسمت علماءشامل تھے۔

۲۔تعلیمی مرکز(دہلی)

اس مرکز علمی میں میاں نذیرحسین محدث دہلوی(م ۱۳۲۰ھ)نے شاہ محمد اسحاق (م ۱۲۶۲ھ) کی ہجرت(۱۲۵۸ھ) کے بعد مسند درس سنبھال رکھا تھااور مکمل ۶۲ سال تک کتاب و سنت کی تدریس وتعلیم میں یکسوئی کے ساتھ مشغول رہے۔اس عرصے میں بلامبالغہ ہزاروں طلبہ ان سے مستفید ہوئے اور ہندوستان کے کونے کونے میں پھیل گئے۔ بیرون ہند سے بھی لوگ جوق درجوق آتے اوراپنی علمی پیاس بجھاتے۔یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ بلا اختلاف مسلک ومشرب بعد کی کوئی بھی بڑی شخصیت ہندوستان میں ایسی نظر نہیں آتی جوان کے سلسلہ تلمذ سے منسلک نہ ہو۔ہندوستان کیا پورے عالم اسلام میں اس صدی کے اندر کثرت تلامذہ میں میاں صاحب کی نظیر نہیں ہے۔ میاں صاحب کے تلامذہ نے ہندوستان میں پھیل کر خدمت اسلام کا ایک ایک میدان سنبھال لیا، اور پوری زندگی اشاعت کتاب وسنت میں گزار دی۔ذیل میں ہم چندمشہور تلامذہ کے سرسری تذکرے پراکتفا کرتے ہیں۔

درس وتدریس اور کثرت تلامذہ میں میاں صاحب کے جانشین حافظ عبدالمنان وزیرآبادی[۱] (م ۱۳۳۴ھ)،حافظ عبداللہ غازی پوری [۲] (م ۱۳۳۷ھ)،مولانا محمد بشیر سہسوانی (م ۱۳۲۶ھ) ، مولانا عبدالوہاب ملتانی دہلوی(م ۱۳۵۱ھ)، مولانا احمداللہ پرتاپ گڑھی

(۱)ان کے متعلق علامہ شمس الحق عظیم آبادی فرماتے ہیں’’لا اعلم احداً فی تلامذۃ السید نذیرحسین المحدث اکثر تلامذۃ منہ قد ملاءفنجاب بتلامذتہ‘‘(نزہۃ الخواطر ۸/۳۱۲)۔

(۲)ان کے کثیرا لتلامذہ ہونے کی شہادت سید سلیمان ندوی(م ۱۹۵۳ء)نے دی ہے۔دیکھئے: مقدمہ’’تراجم علمائے حدیث ہند‘‘

(م ۱۳۶۲ھ)،مولانا عبدالجبار عمرپوری (م ۱۳۴۴ھ) اورمولانا غلام حسن سیالکوٹی (م ۱۳۳۱ھ) وغیرہم تھے۔انہوں نے ساری زندگی حدیث پڑھنااور پڑھانا مشغلہ رکھا۔

دوسری طرف مولانا ابراہیم آروی(م ۱۳۱۹ھ)، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی (م ۱۳۳۶ھ)،مولانا سلامت اللہ جیراج پوری(م ۱۳۲۲ھ)، مولانا عبدالغفارمہدانوی (م ۱۳۱۵ھ)اورمولانا عبدالرحیم بنگالی[۱] (م ۱۳۸۰ھ)وغیرہم نے دعوت وتبلیغ کے ذریعہ تحریک اصلاح وتجدید کی آبیاری کی ،اور پورے ہندوستان کواپنی تگ وتاز کا مرکز بنایا۔

تیسری طرف مولانا عبداللہ غزنوی(م ۱۲۹۸ھ)،مولانا عین الحق پھلواروی(م ۱۳۳۳) مولانا غلام رسول قلعہ میہاں سنگھ والے(م ۱۲۹۱ھ)،مولانا محمد بن بارک اللہ لکھوی (م ۱۳۱۲ھ)اور مولانا عبدالجبارغزنوی(م ۱۳۳۱ھ)وغیرہم نے تصوف وسلوک کی راہوں سے آئی ہوئی بدعات کی تردید کرتے ہوئے صحیح اسلامی زہد وعبادت اور روحانیت کا درس دیا،اور مدتوں عوام و خواص کی تربیت کا کام کرتے رہے۔

علمی وتصنیفی کام کے لئے علامہ شمس الحق عظیم آبادی(م ۱۳۲۹ھ)،مولانا محمد سعید بنارسی (م ۱۳۲۲ھ)، مولانا وحیدالزماں حیدرآبادی(م ۱۳۳۸ھ)، مولانا ابوالحسن سیالکوٹی(م ۱۳۲۵ھ)، مولانا احمد حسن دہلوی (م ۱۳۳۸ھ)، شیخ محی الدین لاہوری ، مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری (م ۱۳۵۳ھ)اورمولانا عبدالسلام مبارک پوری(م ۱۳۴۲ھ)......وغیرہ بیسیوں حضرات کے نام لئے جاسکتے ہیں جنہوں نے علم حدیث پرخصوصاً اور دیگر دینی موضوعات پرعموماً عربی ،اردواور فارسی میں گراں قدر لٹریچر تیار کیا،جن کی اہمیت آج بھی مسلم ہے۔

باطل افکارونظریات کی تردیداور دین اسلام اورمسلک حق کی تائید کا کام مولانا محمد حسین بٹالوی (م ۱۳۳۸ھ) ، قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری (م ۱۳۴۹ھ ، مولانا عبید اللہ پائلی (م ۱۳۱۰ھ)،مولانا ثناءاللہ امرتسری (م ۱۳۶۷ھ)،مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی (م ۱۳۶۹ھ)، مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (م ۱۹۵۶ھ)......وغیرہم نے کیا۔ان لوگوں نے قادیانیت،آریت، عیسائیت،شیعیت،انکارحدیث اور بریلویت کا قلع قمع کرکے اسلام کی حقانیت اورمسلک اہل حدیث

(۱)راقم الحروف کے نانا

کی سچائی ثابت کی اور اپنے مقصد میں کامیاب رہے۔

میاں صاحب کے تلامذہ میں سے بہتوں نے صادق پوری خاندان کے ساتھ مل کر تحریک جہاد کو منظم کیا، اس سلسلے میں بڑی بڑی قربانیاں پیش کیں اور ہمیشہ انگریزوں کی نظروں میں کھٹکتے رہے۔ مثلاً مولانا ابراہیم آروی (م ۱۳۱۹ھ)، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی (م ۱۳۳۶ھ)، مولانا عبداللہ غازی پوری (م ۱۳۳۷ھ) اور مولانا اکرم خاں (م ۱۹۶۸ء)......وغیرہم۔

میاں صاحب اور ان کے تلامذہ کا یہ مختصر تذکرہ اس حقیقت کا اظہار کرنے کے لئے کافی ہے کہ عصر حاضر میں برصغیر کے اندر اسلام کی نشر واشاعت، حدیث وسنت کی حمایت، باطل افکار ونظریات کی تردید اور مسلک حق کی تائید کا کام جس قدر علمائے اہل حدیث نے کیا ہے اس کی نظیر نہیں ملتی۔

یہاں ایک غلط فہمی کا ازالہ ضروری معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ علمائے اہل حدیث کا مقصد صرف فقہ کے چند مسائل نہ تھے بلکہ امامت کبریٰ، توحید خالص اور اتباع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیادی تعلیمات تھیں۔ اس مقصد کی خاطر انہوں نے مختلف ذرائع استعمال کئے۔

سب سے پہلے تو کتاب وسنت کی اشاعت کے لئے دو قسم کے درس کا آغاز کیا، ایک عوام کے لئے بعد نماز فجر مساجد میں، دوسرا دینی تعلیم کی اشاعت وبقا کے لئے مدارس وجامعات کی صورت میں۔ اول الذکر درس میں قرآن مجید کی چند آیات کی تلاوت کے بعد سادہ ترجمہ سنایا جاتا تھا، بعد ازاں قرآن وحدیث کی روشنی میں ان آیات کی تفسیر بیان کر کے مسائل واحکام پر تفصیلی بحث کی جاتی تھی۔ اس قسم کے درس کا بڑا فائدہ یہ ہوا کہ عوام کو قرآن فہمی کے مواقع میسر آنے لگے اور ان کے لئے شریعت کے مسائل واحکام کو سمجھنا آسان ہوگیا...... مستقل دینی تعلیم کے لئے طلبہ کے واسطے دینی مدارس قائم کئے جن کا سلسلہ برصغیر کے طول وعرض میں پھیلا ہوا ہے۔ عصری تقاضوں کی روشنی میں عربی نظام تعلیم میں اصلاح، نصاب میں ترمیم اور طلبہ کی تربیت کے لئے ہوسٹل کی تعمیر وغیرہ کا کام بھی سب سے پہلے علمائے اہل حدیث نے کیا۔ اس سلسلے میں مولانا ابراہیم آروی (م ۱۳۱۹ھ) کی خدمات ناقابل فراموش ہیں، جنہوں نے ۱۲۹۷ھ میں ''مدرسہ احمدیہ'' (آرہ) کی بنیاد ڈالی جہاں قدیم وجدید دونوں حلقوں کے علما واہل علم کو ''جلسہ مذاکرہ علمیہ'' میں ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کیا اور

علی گڑھ و دیوبند کے درمیان نظریاتی اختلافات کے ازالے کی کوشش کی...... سید سلیمان ندوی (م ۱۹۵۳ء) نے مذکورہ بالا حقائق کا اعتراف کھلے لفظوں میں کیا ہے (۱)۔ تعجب ہے کہ اس کے باوجود آج ان تمام اصلاحات کے سلسلے میں سب سے پہلے ''ندوۃ العلماء'' (قائم شدہ ۱۳۱۱ھ) اور اس کے دارالعلوم (قائم شدہ ۱۳۱۶ھ) کا ذکر کیا جاتا ہے !!

مدرسہ احمدیہ (آرہ) کے علاوہ سیکڑوں ایسے جامعات اور مدارس ہیں جہاں اعلیٰ دینی تعلیم کا انتظام ہے۔ یہاں ان کی مختصر فہرست بھی پیش کرنا طوالت کا موجب ہوگا (۲)۔ تمام اہل حدیث مدارس کی یہ امتیازی خصوصیت ہے کہ یہاں قرآن وحدیث کی تعلیم ہر درجہ اور جماعت کے لئے لازمی قرار دی جاتی ہے۔ پورا قرآن مجید ترجمہ وتفسیر کے ساتھ پڑھایا جاتا ہے۔ پوری صحاح ستہ کی تدریس بھی ضروری جزو تعلیم ہے۔ فقہ حدیث کے ساتھ حنفی ومالکی اور تقابلی فقہ بھی پڑھائی جاتی ہے۔ دیگر علوم جدیدہ وقدیمہ اور انگریزی اور قومی زبانوں پر بھی کماحقہ توجہ دی جاتی ہے، تاکہ طلبہ فراغت کے بعد کتاب وسنت کی نشر واشاعت کا کام پورے احساس ذمہ داری اور علمی لیاقت کے ساتھ کریں۔

مدارس کے علاوہ علمائے اہل حدیث نے نایاب اور اہم دینی کتابوں کی اشاعت کے لئے مطابع (چھاپے خانے) بھی قائم کئے، جہاں علم حدیث کی خصوصاً اور دوسرے موضوعات پر عموماً بیش قیمت اور نادر کتابیں طبع ہوئیں۔ ان مطابع میں شیخ محی الدین لاہوری کا ''مطبع محمدی'' (لاہور)۔ مولوی محمد معظم کا ''مطبع فاروقی'' (دہلی)۔ مولوی عبدالمجید میرٹھی اور مولانا تلطف حسین عظیم آبادی کا ''مطبع انصاری'' (دہلی)۔ مدرسہ احمدیہ آرہ کا ''مطبع خلیلی'' (آرہ)۔ مولوی عطاء اللہ (ابن مولانا ثناء اللہ امرتسری) کا ''ثنائی پریس'' (امرتسر)۔ مولوی عبد الغفور غزنوی کا مطبع ''انوار الاسلام'' (امرتسر)۔ دارالعلوم احمدیہ سلفیہ کا ''حمیدیہ برقی پریس'' (دربھنگہ)۔ شیخ عبدالصمد شرف الدین کا ''المطبعۃ القیمہ'' (بھیونڈی) اور اخیر میں جامع سلفیہ بنارس کا ''مطبعۃ الجامعۃ السلفیۃ'' (بنارس) وغیرہ بیسیوں مطابع کافی شہرت رکھتے ہیں۔ ان مطبوعات کی اگر کوئی مختصر فہرست بھی بنائی

(۱) دیکھئے: نقوش، لاہور (آپ بیتی نمبر) ۱/ ۲۷۷، تراجم علمائے حدیث ہند (مقدمہ) ۱/ ۳۶، حیات شبلی ۳۰۸ (طبع اعظم گڑھ ۱۹۷۰ء)

(۲) ایک مختصر جائزہ ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات (طبع دہلی/ ولاہور) وجماعت اہل حدیث کی تدریسی خدمات (طبع بنارس) میں ملاحظہ فرمائیے، مگر خیال رہے کہ دونوں میں بے شمار تاریخی اور علمی غلطیاں موجود ہیں۔

جائے تو ایک اچھی خاصی کتاب تیار ہوجائے...... یہاں میں صرف حدیث کی قدیم (اصل عربی) کتابوں کا تذکرہ کردینا چاہتا ہوں جن میں سے اکثر پہلی بار انہیں مطابع سے شائع ہوئیں۔ ذیل کی فہرست میں کتابوں کے سامنے مطبع اور اگر مل سکا تو سن طباعت کا ذکر کردیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں جو محنت مجھے کرنی پڑی ہے اس کا اندازہ کچھ اہل تحقیق ہی لگا سکتے ہیں۔ اس طرح کی کوئی فہرست میرے علم میں اب تک کسی نے اس سے پہلے تیار نہیں کی ہے، جب کہ اس کے بغیر ہمارے اسلاف کی خدمت حدیث کا تذکرہ ہمیشہ ادھورا رہے گا۔

فہرست کتب، مطابع کے نام اور سن طباعت (جو معلوم ہوسکے) ذیل میں درج کئے جارہے ہیں۔

۱۔ صحیح البخاری، مطبع انصاری، دھلی ۱۳۱۰ھ

۲۔ صحیح مسلم، مطبع انصاری، دھلی ۱۳۰۲ھ

۳۔ سنن ابی داود، مطبع انصاری دھلی ۱۳۲۲ھ/ مطبع محمدی، لاھور ۱۲۸۳ھ

۴۔ جامع ترمذی، دھلی ۱۳۵۳ھ

۵۔ سنن نسائی، مطبع انصاری، دھلی ۱۳۱۵ھ

۶۔ سنن ابن ماجة، مطبع فاروقی، دھلی

۷۔ موطا امام مالك، مطبع فاروقی دھلی ۱۲۹۱ھ

۸۔ مشکوٰة المصابیح، مطبع فاروقی، دھلی ۱۳۰۷ھ

۹۔ بلوغ المرام، مطبع فاروقی، دھلی ۱۲۹۷ھ/ مطبع صدیقی، لاھور ۱۲۹۹ھ

۱۰۔ الادب المفرد للبخاری، مطبع خلیلی، آرہ ۱۳۰۶ھ

۱۱۔ جزء رفع الیدین للبخاری، مطبع فاروقی، دھلی ۱۲۹۹ھ

۱۲۔ جزء القراة خلف الامام للبخاری، مطبع فاروقی، دھلی ۱۲۹۹ھ

۱۳۔ التاریخ الصغیر للبخاری، الہ آباد ۱۳۲۵ھ / لاھور ۱۹۷۷ء

۱۴۔ الضعفاء الصغیر للبخاری، الہ آباد ۱۳۲۵ھ/ لاھور ۱۹۷۷ء

۱۵۔ الضعفاء و المتروکون للنسائی، الہ آباد ۱۳۲۵ھ/ لاھور ۱۹۷۷ء

۱۶۔ المنفردات والوحدان لمسلم (مع التاریخ الصغیر والضعفاء الصغیر)، آگرہ ۱۳۲۳ھ

۱۷۔ مسند الشافعی، مطبع خلیلی، آرہ ۱۳۰۶ھ

۱۸۔ مسند الامام الاعظم ابی حنیفة بشرح القاری، مطبع محمدی، لاھور ۱۳۰۶ھ

۱۹۔ الترغیب والترھیب للمنذری، مطبع فاروقی، دھلی ۱۲۹۲ھ و ۱۳۰۰ھ/ لاھور ۱۳۴۴ھ

۲۰۔ شرف اصحاب الحدیث للخطیب، دھلی ۱۳۴۵ھ/ لاھور

۲۱۔ مصنف ابن ابی شیبة، ملتان/ بمبئی ۱۹۸۳ء

۲۲۔ الفیة الحدیث للعراقی، مطبع فاروقی، دھلی ۱۳۰۰ھ/ ملتان ۱۹۶۸ء

۲۳۔ نزھة النظر لابن حجر، مطبع فاروقی، دھلی ۱۲۹۵ھ/ بنارس ۱۳۹۴ھ

۲۴۔ مقدمة ابن الصلاح، المطبعة القیمة، بھیونڈی ۱۳۵۷ھ

۲۵۔ اسبال المطر علی قصب السکر للامیر الصنعانی، ملتان

۲۶۔ سنن الدار قطنی[۱]، مطبع فاروقی، دھلی ۱۳۱۰ھ

۲۷۔ المعجم الصغیر للطبرانی، مطبع انصاری، دھلی ۱۳۱۱ھ

۲۸۔ مجمع الزوائد للھیثمی، مطبع انصاری، دھلی ۱۳۰۸ھ

۲۹۔ مختصر شعب الایمان للبیھقی، مطبع فاروقی، دھلی ۱۳۱۸ھ

۳۰۔ مختصر قیام اللیل وقیام رمضان وکتاب الوتر للمروزی، لاھور ۱۲۹۹/ ۱۳۲۰ھ

۳۱۔ کتاب القرأة خلف الامام للبیھقی، دھلی

۳۲۔ خلق افعال العباد للبخاری، مطبع انصاری، دھلی ۱۳۰۶ھ

۳۳۔ العلو للذھبی، مطبع انصاری، دھلی ۱۳۰۶ھ

۳۴۔ زاد المعاد لابن القیم، مطبع انصاری، دھلی

۳۵۔ الاسماء والصفات للبیھقی، الہ آباد ۱۳۱۳ھ

۳۶۔ تقریب التھذیب لابن حجر، مطبع فاروقی، دھلی ۱۲۹۰ھ و ۱۳۰۸ھ/ نول کشور۔ لکھنؤ

۳۷۔ فتح الباری لابن حجر، مطبع انصاری، دھلی ۱۳۰۲ھ و ۱۳۱۰ھ/ بولاق، مصر

[(۱) حدیث کی یہ بلند پایہ کتاب علامہ شمس الحق عظیم آبادی کی توجہ خاص سے شائع ہوئی تھی۔ اس پر آپ کی تعلیقات ''التعلیق المغنی'' کے نام سے درج ہے]۔

۳۸ ۔ مقد مۃ فتح الباری لابن حجر ، مطبع فاروقی ، دھلی

۳۹ ۔ شرح الندی علی صحیح مسلم، مطبع انصاری، دھلی۱۲۰۳ھ و۱۳۱۰ھ/ بولا ق، مصر

۴۰ ۔احکام الاحکام شرح عمدۃ الاحکام لابن دقیق العید ، مطبع انصاری، دھلی۱۳۱۳ھ

۴۱ ۔ سبل السلام شرح بلوغ المرام للامیر ا لصنعانی، مطبع فاروقی ، دھلی۱۳۱۰ھ

۴۲ ۔ حاشیۃ السندی علی صحیح مسلم للسندی، ملتان

۴۳ ۔ جامع العلوم و الحکم شرح خمسین حدیثا من جوامع الکلم لا بن رجب الحنبلی، امرتسر

۴۴ ۔ شرح حدیث ما ذئبان جا ئعا ن لابن رجب ، مطبع انصاری، دھلی

۴۵ ۔منتقی الا خبار لمجد الدین ابن تیمیۃ، مطبع فاروقی ، دھلی۱۲۹۶ھ

۴۶ ۔ ریاض الصالحین للنووی ، مطبع فاروقی، دھلی

۴۷ ۔ سنن ا لدارمی، کانپور۱۲۹۳ھ

۴۸ ۔ تذکرۃ الموضو عات للفتنی ، قاھرہ۱۳۴۲ھ/مطبع فاروقی ، دھلی۱۲۹۲ھ

۴۹۔قانون المو ضوعات والضعفاء للفتنی ، قاھرہ۱۳۴۲ھ/مطبع فاروقی، دھلی ۱۲۹۲ھ

۵۰ ۔ موضوعات کبیر لملا علی القاری ، مطبع محمدی، لاھو ر۱۳۰۲ھ

۵۱۔موضوعات صغیر (المصنوع للقاری)، مطبع صد یقی، لا ھور/مطبع فاروقی۱۲۹۲ھ

۵۲ ۔ الفوائد المجموعۃ للشوکانی، مطبع صدیقی ،لاھور۱۳۰۵ھ

۵۳ ۔ العلل المتنا ھیۃ لابن الجوزی ، لاھور۱۹۷۹ء

۵۴ ۔الدرایۃ فی تخریج احادیث الھدایۃ لابن حجر، مطبع فاروقی، دھلی ۱۲۹۹ھ

۵۵ ۔التلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر لا بن حجر، مطبع انصاری، دھلی۱۳۰۷ھ

۵۶ ۔تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف للمزی ، مطبعۃ قیمۃ، بھیونڈی ۱۹۶۵ء ۔۱۹۸۳ء

۵۷ ۔ اسعاف المبطا برجال الموطا للسیوطی[۱] ، مطبع انصاری، دھلی ۱۳۲۰ھ

۵۸ ۔النکت الظراف علی الاطراف لا بن حجر ، مطبعۃ قیمۃ، بھیونڈی۱۹۶۵ء ۔ ۱۹۸۳ء

۵۹ ۔الاکمال فی اسماء الرجال للخطیب التبریزی، مطبع فاروقی، دھلی۱۳۰۷ھ/مطبع محمدی لاھور

....

[(۱) یہ رسالہ علامہ شمس الحق عظیم آبادی کی مفید تعلیقات کے ساتھ اور آپ کی کوششوں سے منصۂ شھود پر آیا]

۶۰ ۔المغنی فی ضبط اسماء ا لرجال للفتنی، مطبع فاروقی، دھلی۱۲۹۰ھ و۱۳۰۸ھ/ گوجرانوالہ ۱۹۷۳ء

۶۱ ۔ المو تلف و المختلف لعبد الغنی الازدی، الہ آباد ۱۳۲۷ھ

۶۲ ۔ مشتبۃ النسبۃ للازدی، الہ آباد۱۳۲۷ھ

۶۳ ۔ المراسیل لا بن ابی حاتم، حید رآباد۱۳۲۱ھ

۶۴ ۔ تہذیب السنن لا بن القیم، مطبع انصاری، دھلی۱۳۰٤ھ

۶۵ ۔ مختصرا لسنن للمنذری، مطبع انصاری، دھلی۱۳۰٤ھ

۶۶ ۔ السنن الکبریٰ للنسائی ، مطبعۃ قیمۃ، بھیونڈی

۶۷ ۔ مسند عمر بن عبدالعزیز للبا غندی، ملتان۱۳٤۰ھ

۶۸ ۔ زھر ۃ الربی علی سنن ا لنسائی، مطبع انصاری، دھلی۱۳۱۵ھ

۶۹۔ حاشیۃ السندی علی سنن النسائی ، مطبع انصاری، دھلی۱۳۱۵ھ

۷۰ ۔ تجرید صحیح البخاری للزبیدی، بھوپال۱۲۹۹ھ

۷۱ ۔ مختصر صحیح مسلم للمنذری ، بھوپال ۱۳۰۲ھ

۷۲ ۔ العلل الصغیر للترمذی ، دھلی۱۳۵۳ھ

۷۳ ۔ امثال الحدیث للرامہرمزی، فیصل آباد۱۹۸۰ء

۷۴ ۔ الامثال فی الحدیث النبوی لابی الشیخ، بمبئی۱۹۸۲ء

۷۵ ۔ الالمام با حادیث الاحکام لابن دقیق العید، مطبع انصاری، دھلی۱۳۱۱ھ

۷۶ ۔الریاض المسستطابۃ فی جملۃ من روی فی الصحیحین من الصحابۃ لیحی الیمنی، بھوپال۱۳۰۲ھ

۷۷ ۔ نیل الاوطار للشوکانی ، بولا ق، مصر

۷۸ ۔ فضائل الصحابۃ للامام احمد، بیروت۱۹۸۳ء

۷۹ ۔ شروط الأئمۃ الخمسۃ للحازمی، فیصل آباد۱۹۸۲ء

۸۰۔ شروط الأئمۃ السۃ لابن طاھر المقد سی، فیصل آباد۱۹۸۲ء

۸۱ ۔ طبقات المد لسین لابن حجر ، لاھور۱۹۸۳ء

۸۲ ۔ الا شارات الی بین الا سماء المبھمات للنووی، ملتان۱۳٤۰ھ

یہ فہرست اور بھی طویل ہوسکتی ہے، لیکن میرا مقصد صرف ان کتابوں کا تذکرہ ہے جو حدیث اور متعلقات حدیث پر قدمائے محدثین نے تالیف کی ہیں اور ان کی طباعت و اشاعت کا انتظام اہل حدیث ناشرین نے کیا ہے......تا کہ اندازہ ہو سکے کہ تیرہویں صدی ہجری کے اخیر سے پندرہویں صدی کے آغاز تک حدیث کی کتنی اہم اور نایاب کتابیں ان ناشرین کی کوششوں سے منظر عام پر آئیں۔ غالبًا یہ لکھنے کی ضرورت نہیں کہ ان کی طباعت و اشاعت پر انہوں نے لاکھوں روپے صرف کئے اور بے شمار نسخے چھاپ کر مفت تقسیم کئے۔ یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔

حدیث کی ان کتابوں کے علاوہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ)، علامہ ابن قیم (م ۷۵۱ھ)، شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب (م ۱۲۰۶ھ) اور امام شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) کی بہت سی تالیفات بھی پہلی بار علمائے اہل حدیث نے شائع کیں۔ ان کی تفصیل یہاں نہیں دی گئی ہے، کیونکہ وہ مختلف فقہی، اعتقادی، قرآنی اور تاریخی موضوعات سے متعلق ہیں۔

علمائے اہل حدیث نے ان کتابوں کی طباعت و اشاعت ہی پر اکتفا نہ کیا بلکہ عوام و خواص کے لئے ان کے ترجمے، شروح وحواشی اور مختصرات بھی تیار کئے تا کہ حدیث کی تفہیم وتسہیل اور اس کے اسرار ورموز کی گرہ کشائی میں ان سے مدد ملے اور عمل بالحدیث کے لئے راہ ہموار ہو......اس مقصد کے لئے صدہا کتابوں کی تالیف عمل میں آئی۔ ایک مختصر جائزہ ذیل میں پیش کیا جارہا ہے۔

کتب ستہ (بہ استثنائے جامع ترمذی) اور موطا مالک کے ترجمے نواب وحید الزماں لکھنوی حیدرآبادی (م ۱۳۳۸ھ) نے سلیس اردو زبان میں کئے جو آج تک متعدد بار شائع ہو چکے ہیں۔ ان ترجموں کے نام اور پہلی اشاعت کی تاریخ یہاں درج کی جاتی ہے تا کہ یہ اندازہ ہو سکے کہ مولانا کو ان تراجم کی ضرورت واہمیت کا احساس کتنا پہلے ہو گیا تھا(۱)۔

(۱) کشف المغطا عن الموطا (۶۲۰ص) مطبع مرتضوی، دہلی ۱۲۹۶ھ

(۲) الہدی المحمود لترجمہ سنن ابی داود (دو ضخیم جلدیں) مطبع صدیقی، لاہور ۱۳۰۱ھ

(۳) روض الربی من ترجمہ المجتبی (دو جلدیں) مطبع صدیقی، لاہور ۱۳۰۲ھ

(۴) المعلم لترجمہ صحیح مسلم (۶ جلدیں) مطبع صدیقی، لاہور ۱۳۰۶ھ

....

(۱) اس سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ بعد کے لوگوں نے ان ہی تراجم کو معمولی ردوبدل کے بعد کس طرح اپنے نام سے چھاپ لیا ہے!!

(۵) تسہیل القاری ترجمہ اردو صحیح البخاری (۵ جلدیں) مطبع صدیقی، لاہور ۱۳۰۷......۱۳۱۵ھ

(۶) تیسیر الباری لترجمہ صحیح البخاری (۳۰ پارے) مطبع صدیقی، لاہور ۱۳۲۱ھ

(۷) رفع العجاجہ عن ترجمہ سنن ابن ماجہ (۱) (۳ جلدیں) مطبع صدیقی، لاہور ۱۳۱۰ھ

مولانا وحید الزماں کے بھائی مولانا بدیع الزماں لکھنوی (م ۱۳۰۴ھ) نے جامع ترمذی کا ترجمہ کر کے اس سلسلے کی تکمیل کردی۔ یہ ترجمہ ''جائزۃ الشعوذی ترجمہ جامع الترمذی(۲) کے نام سے ۸۶۴ صفحات پر مطبع مرتضوی، دہلی سے ۱۲۹۹ھ میں شائع ہوا۔ ان تراجم سے اردو داں طبقے نے بہت فائدہ اٹھایا۔ آج تک انہیں بلا اختلاف مسلک ومشرب قبول عام حاصل ہے۔ اب تک ہندوستان و پاکستان میں متعدد بار ان کی طباعت ہوچکی ہے۔

مولانا وحید الزماں اور بدیع الزماں کے علاوہ بھی متعدد اہل حدیث علماء نے کتب حدیث کے اردو ترجمے کئے جن میں سے کئی ناقص یا کامل چھپ چکے ہیں۔ ''صحیح بخاری'' کا اردو ترجمہ مولانا ابوالحسن سیالکوٹی(۳) (م ۱۳۲۵ھ)، مولانا امیر علی ملیح آبادی(۴) (م ۱۳۳۷ھ)، مولانا محمد بن ہاشم سورتی(۵) (م ۱۳۱۵ھ)، مولانا عبدالاول غزنوی(۶) مولانا عبدالتواب ملتانی(۷) (م ۱۳۶۶ھ)، مولانا فضل حق دلاوری(۸) مولانا عبدالستار دہلوی(۹) (م ۱۹۶۶ء) اور مولانا محمد داؤد راز دہلوی(۱۰) نے کیا تھا............ ''صحیح مسلم'' کا ترجمہ مولانا عبدالاول غزنوی نے کیا تھا، جو ''انعام المنعم بترجمہ صحیح مسلم''

....

[(۱) اس ترجمے کا آغاز مولانا وحید الزماں لکھنوی کے بھائی مولانا بدیع الزماں نے کیا تھا۔ لیکن وہ ابھی کتاب الطہارت تک ہی پہنچے تھے کہ ان کا انتقال (۱۳۰۴ھ) ہو گیا۔ لہذا اس کی تکمیل مولانا وحید الزماں نے کی]۔

[(۲) مولانا بدیع الزماں لکھنوی کا یہ ترجمہ بھی سنن ابن ماجہ کی طرح مکمل نہ ہو سکا تھا۔ آخری ابواب کا ترجمہ مولانا وحید الزماں لکھنوی کے قلم سے ہے]۔

(۳) ''فیض الباری'' کے نام سے تیس پاروں میں، لاہور سے شائع ہوا (۱۳۰۶۔۱۳۱۵ھ

(۴) ان کا ترجمہ کئی ضخیم جلدوں میں مطبع نول کشور سے شائع ہوا ہے

(۵) ان کا ترجمہ سات حصوں پر مشتمل تھا (نزھۃ الخواطر ۴۰۳/۸)

(۶) ''نصر الباری'' کے نام سے مطبع القرآن والسنہ، امرتسر سے چھ جلدوں میں ۱۳۲۹ تا ۱۳۳۲ھ شائع ہوا

(۷) ان کا ترجمہ آٹھ پاروں تک مکمل ہو چکا تھا، کچھ حصے ملتان سے شائع بھی ہوئے

(۸) ''فضل الباری'' کے نام سے پانچ پاروں کا ترجمہ

(۹) ترجمہ ''نصرۃ الباری'' کے نام سے کراچی میں چھپا ہے

(۱۰) ان کا ترجمہ تیس پاروں میں دہلی سے شائع ہوا ہے

کے نام سے امرتسر سے ۱۳۲۵ھ میں شائع ہو چکا ہے۔ مولانا محمد داؤد راز دہلوی نے بھی اخیر عمر میں اس کا ترجمہ لکھنا شروع کیا تھا جو ان کی وفات کی وجہ سے نامکمل رہ گیا۔ مولانا عبدالعزیز بن غلام رسول قلعہ میہان سنگھ والے (م۱۹۴۰ء) نے بھی ''صحیح مسلم'' کا ترجمہ کیا تھا جس کا ایک پارہ چھپ چکا ہے(۱)......... ''سنن النسائی'' کا ترجمہ از مولانا ابوالحسن سیالکوٹی لاہور سے ۱۳۱۵ھ میں شائع ہو چکا ہے......... ''جامع ترمذی'' کا ایک ترجمہ مولانا فضل حق دلاوری نے پانچ پاروں تک کیا تھا(۲)۔

کتب ستہ کے بعد سب سے زیادہ توجہ ''مشکوٰۃ المصابیح'' پر رہی، اس سلسلے میں سب سے پہلے دو کتابیں قابل ذکر ہیں، جن میں ان کے مؤلفین نے مشکوٰۃ کی فصل اول کی احادیث کا جو بخاری و مسلم کی روایات پر مشتمل ہیں، اردو میں ترجمہ کیا ہے، میری مراد مولانا ابراہیم آروی (م۱۳۱۹ھ) کی ''طریق النجاۃ فی ترجمۃ الصحاح من المشکوٰۃ''، اور مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی (م۱۳۳۶ھ) کی ''سواء الطریق'' سے ہے۔ ہر ایک چار چار حصوں میں مع مختصر حواشی کئی بار چھپ چکی ہے۔ ''مشکوٰۃ'' کی اس تلخیص و ترجمہ کے علاوہ اس کے مکمل یا ناقص ترجمے مولانا ابوالحسن سیالکوٹی(۳)، مولانا محمد حسین بٹالوی(۴)، مولانا عبدالاول غزنوی(۵) مولانا احمد بن محی الدین لاہوری(۶)، مولانا عبدالتواب ملتانی(۷)، مولانا عبدالسلام بستوی(۸) (م۱۹۴۷ء) اور مولانا محمد اسماعیل سلفی(۹) (م۱۹۶۸ء) کے قلم سے بھی نکل چکے ہیں۔ ان میں ہر ایک منفرد خصوصیات کا حامل ہے۔

حافظ ابن حجر (م۸۵۲ھ) کی ''بلوغ المرام'' جو تمام اہل حدیث مدارس میں داخل نصاب

....

(۱) دیکھئے: ''ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات'' ص۲۰۶ (طبع دوم)

(۲) حوالہ مذکور ص۴۵

(۳) دیکھئے: ''علمی خدمات'' ص۴۵

(۴) ملاحظہ ہو: ''نزہۃ الخواطر'' ۸/ ۴۲۸

(۵) ان کا ترجمہ مع شرح ''الرحمۃ المھداۃ الی من یرید ترجمۃ المشکاۃ'' کے نام سے چار جلدوں میں مطبع انوار الاسلام، امرتسر سے شائع ہوا

(۶) ان کے ترجمہ کا نام ''التعلیقات علی ترجمۃ المشکاۃ'' ہے جو چار جلدوں میں مطبع احمدی لاہور سے طبع ہوا

(۷) ان کا ترجمہ ملتان سے شائع ہو چکا ہے

(۸) ان کا ترجمہ (مع شرح) ''انوار المصابیح'' کے نام سے معروف ہے۔ دہلی سے کئی بار متعدد جلدوں میں چھپ چکا ہے

(۹) ان کا ترجمہ صرف ایک حصہ تک پہنچ کر نا تمام رہ گیا۔ محمد سلیم کیلانی نے باقی تین حصے مکمل کئے ہیں۔ لاہور سے یہ چاروں حصے شائع ہو چکے ہیں۔

ہے، اس کے بھی کئی اردو ترجمے منظر عام پر آئے، جن میں مولانا عنایت علی صادق پوری(۱) (م۱۲۷۴ھ)، مولانا محی الدین لاہوری(۲) اور مولانا عبدالتواب ملتانی(۳) کے تراجم معروف ہیں۔

امام بخاری کی ''الادب المفرد'' کا اصل عربی متن علمائے اہل حدیث نے پہلی بار شائع کیا تھا(۴) (مطبع خلیلی آرہ ۱۳۰۶ھ)۔ اس کا اردو ترجمہ بھی پہلی بار نواب صدیق حسن خاں (م۱۳۰۷ھ) نے ''توفیق الباری فی ترجمۃ الادب المفرد البخاری'' کے نام سے کیا تھا جو مفید عام پریس، آگرہ سے ۱۳۰۶ھ میں شائع ہوا۔ دوسرا ترجمہ مولانا عبدالغفار نشر مہدانوی (م۱۳۱۵ھ) نے ''سلیقہ'' کے نام سے کیا جو مطبع خلیلی آرہ ۱۳۰۹ھ سے طبع ہوا۔

امام نووی (م۶۷۶ھ) کی ''ریاض الصالحین'' کا اردو ترجمہ مولانا عبدالاول غزنوی نے کیا تھا جو امرتسر میں ان کے پریس سے شائع ہوا اور بعد میں بھی کئی بار اس کی اشاعت عمل میں آئی۔ ایک دوسرا ترجمہ مطبع فاروقی سے بھی شائع ہو چکا ہے جس پر مترجم کا نام مذکور نہیں۔

''المنتقیٰ'' لابن الجارود کا ترجمہ ''المصطفیٰ بترجمۃ المنتقیٰ'' کے نام سے مولانا عبدالحمید اٹاوی نے کیا تھا جو شائع ہو چکا ہے۔

مولانا ابوالحسن سیالکوٹی نے ''کتاب الآثار'' للامام محمد (۵)، مولانا عبید اللہ حیدر آبادی اور مولانا عبدالجلیل سامرودی نے ''الاسماء والصفات'' للبیہقی (۶)، مولانا عبدالرشید جھنگوی نے قیام اللیل للمروزی (۷)، مولانا ثناء اللہ امرتسری نے ''شمائل الترمذی (۸)، مولانا زین العابدین نے ''جزء القراۃ خلف الامام'' (۹) للبخاری اور ''جزء رفع الیدین'' للبخاری (۱۰)، مولانا محمد جوناگڑھی نے ''شرف اصحاب

....

(۱) ان کا ترجمہ مطبع احمدی کلکتہ سے طبع ہوا تھا۔ دیکھئے: ''قاموس الکتب'' اردو، زیر رقم ۱۱۹۸

(۲) ان کا ترجمہ اصل متن کے ساتھ مطبع محمدی لاہور سے شائع ہوا تھا

(۳) ان کا ترجمہ ملتان سے چھپا تھا۔ اب تک کئی بار شائع ہو چکا ہے

(۴) اس ایڈیشن کے بارے میں محمد فواد عبدالباقی لکھتے ہیں۔ ''ھذہ الطبعۃ اولیٰ الطبعات واصحھا'' (مقدمہ، الادب المفرد ص۹)

(۵) اس کا ترجمہ ''فیض الآثار'' کے نام سے مولانا نے کیا تھا

(۶) افسوس کہ دونوں میں سے کسی کا ترجمہ اب تک شائع نہ ہو سکا

(۷) دیکھئے: ''علمی خدمات'' ص۲۱۵ (طبع دوم)

(۸) اس کا ترجمہ ''خصائل النبی'' کے نام سے کیا تھا۔ امرتسر سے شائع ہوا

(۹)، (۱۰) ان دونوں کے ترجمے ایک ساتھ مطبع فاروقی دہلی سے ۱۲۹۹ھ میں شائع ہوئے

الحدیث''للخطیب (۱) اور ''اعلام الموقعین لابن القیم (۲)، مولانا فضل حق دلاوری نے ''الفوائد المجموعۃ'' للشوکانی المجموعۃ'' للشوکانی اور ''موضوعات ملا علی قاری (۳)، حافظ یٰسین علی حسنی نے ''الترغیب والترھیب'' للمنذری (۴)، مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی نے ''اربعین النووی (۵)، مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی نے ''جامع البیان العلم وفضلہ'' لابن عبدالبر (۶) وغیرہ بہت سی کتابوں کے ترجمے کئے جن کا احاطہ یہاں مشکل ہے۔

یہ ایک سرسری سا جائزہ صرف ترجموں کا ہے جو عموماً اردو داں حلقوں کو پیش نظر رکھ کر تیار کئے گئے تھے۔ اہل علم کے لئے عربی اور فارسی میں شروح وحواشی اور مستقل تالیفات کی تعداد بھی کچھ کم نہیں۔ ذرا ایک نظر ان پر بھی ڈال لیجئے۔

شاہ ولی اللہ (م ۱۱۷۶ھ) نے ''موطا مالک'' کی دو شرحیں (عربی اور فارسی میں) المسوی اور المصفی کے نام سے لکھی تھیں، جن کا ذکر اس سے قبل آچکا ہے۔ یہ دونوں ایک ساتھ پہلی بار مولانا محمد بن عبداللہ غزنوی کی کوششوں سے ۱۲۹۳ھ میں دہلی سے شائع ہوئیں۔ ان کے علاوہ شاہ عبدالعزیز دہلوی (۷) (م ۱۲۳۹ھ)، مولانا بشیر الدین قنوجی (۸) (م ۱۲۹۶ھ) اور مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری (۹) (م ۱۳۵۳ھ) کے شروح وحواشی کا ذکر بعض مآخذ میں ملتا ہے، ان کی اشاعت عمل میں نہ آسکی۔

....

(۱) اس کا ترجمہ ''فضائل محمدی'' کے نام سے دہلی سے ۱۳۴۵ھ میں طبع ہوا

(۲) اس کا ترجمہ ''دین محمدی'' کے نام سے پانچ حصوں میں چھپا تھا۔ اس کی اشاعت پر مولانا ابوالکلام آزاد نے مترجم کو مبارک بادی کا خط لکھا تھا۔

(۳) دیکھئے: ''علمی خدمات'' ص ۴۷ (طبع دوم)

(۴) اس کا ترجمہ مع اصل بفرمائش عبدالرحیم وعبدالرحمٰن پسران مولوی رحیم بخش (مالک کتب خانہ اسلامیہ، مسجد چینیا نوالی، لاہور)، پنجابی پریس، لاہور سے ۱۳۴۴ھ/ ۱۹۲۵ء میں شائع ہوا۔

(۵) ''علمی خدمات'' ص ۲۰۲ (طبع دوم) ''اربعین النووی'' کے دیگر تراجم کے لئے ملاحظہ ہو۔ حوالہ مذکور ص ۴۷

(۶) کئی بار ''العلم والعلماء کے نام سے چھپ چکا ہے

(۷) انہوں نے اپنے والد کی عربی شرح ''المسوی'' پر بعض حواشی لکھے تھے۔ دیکھئے: ''علمی خدمات'' ص ۳۹

(۸) انہوں نے موطا کے ایک حصے کی شرح لکھی تھی۔ دیکھئے: ''غایۃ المقصود'' (مقدمہ) ۱۲/۱

(۹) انہوں نے بھی ایک مبسوط شرح لکھنے کا ارادہ کیا تھا، افسوس کہ اسے عملی جامہ نہ پہنا سکے۔ دیکھئے: ''مقدمہ تحفۃ الاحوذی'' ۲/۲۱۱ (خاتمہ)، طبع قاہرہ۔

''صحیح بخاری'' کے تراجم ابواب پر ایک کتاب ''شرح تراجم ابواب صحیح البخاری'' کے نام سے شاہ ولی اللہ نے عربی میں تالیف فرمائی تھی، جو حیدر آباد اور دہلی سے کئی بار شائع ہو چکی ہے۔ نواب صدیق حسن خاں نے ''تجرید صحیح البخاری'' للزبیدی کی شرح عربی میں ''عون الباری لحل ادلۃ البخاری'' کے نام سے لکھی جو متعدد بار چھپ چکی ہے (۱)۔ میاں نذیر حسین محدث دہلوی نے بھی صحیح بخاری کے ایک قدیم نسخے پر بے شمار حواشی لکھ رکھے تھے۔ افسوس کہ یہ نسخہ ضائع ہو گیا۔ مولانا احمد علی سہارن پوری حنفی (م ۱۲۹۷ھ) نے اپنے حاشیہ صحیح بخاری میں اس نسخے سے کافی استفادہ کیا ہے (۲)...... ''ثلاثیات بخاری'' کی شروح علامہ شمس الحق عظیم آبادی (۳)، شیخ محمد مچھلی شہری (۴) (م ۱۳۲۰ھ)، نواب صدیق حسن خان (۵) اور مولانا عبدالصمد ملتانی (۶) نے لکھی تھیں۔ افسوس کہ اول الذکر دونوں شرحیں اب ناپید ہیں۔ علامہ شمس الحق عظیم آبادی کی ایک کتاب ''رفع الالتباس عن بعض الناس'' (۷) بھی ہے، جس میں انہوں نے امام بخاری کی طرف سے دفاع کا حق ادا کر دیا ہے۔ مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی (م ۱۳۶۹ھ) نے بھی مولوی عمر کریم پٹنوی حنفی کی کتاب ''الجرح علی البخاری'' کے جواب میں اردو میں کئی کتابیں لکھیں جن میں ''حل مشکلات بخاری'' کافی مشہور ہوئی (۸)۔

''صحیح مسلم'' کے مقدمے کی متعدد علما نے شرح لکھی، ان میں علامہ شمس الحق عظیم آبادی (۹) اور مولانا عبداللہ غازی پوری (۱۰) (م ۱۳۳۷ھ) کی عربی شرح اور مولانا عبدالسلام بستوی (م ۱۹۷۴ء) کی اردو شرح (۱۱)

....

(۱) پہلی بار بولاق سے ۱۲۹۷ھ میں پھر مطبع شاہ جہانی بھوپال سے ۱۲۹۹ تا ۱۳۰۶ھ شائع ہوئی

(۲) دیکھئے: ''سیرۃ البخاری'' ص ۲۳۲۔۲۳۳ (طبع دوم)

(۳) ان کی شرح کا نام ''فضل الباری شرح ثلاثیات البخاری'' تھا جیسا کہ آئندہ کتاب میں آئے گا

(۴) انہوں نے ''الدراوی التاثرات فی ترجمۃ مافی البخاری من الثلاثیات'' کے نام سے شرح لکھی تھی۔ دیکھئے: ''علمی خدمات'' ص ۴۳

(۵) ان کی شرح ''غنیۃ القاری فی ثلاثیات البخاری'' کے نام سے شائع ہوئی

(۶) انہوں نے ''انعام المنعم الباری شرح ثلاثیات البخاری'' کے نام سے ایک مختصر شرح لکھی جو ملتان پھر بنارس سے چھپ چکی ہے

(۷) یہ دہلی، ملتان اور بنارس سے تین بار شائع ہو چکی ہے، آخری ایڈیشن میری تصحیح وترتیب سے چھپا ہے

(۸) دوسری کتابوں کے نام ''تراجم علمائے حدیث ہند'' ص ۲۹۲ (طبع دوم) پر ملاحظہ فرمائیے

(۹) ان کی شرح کا نام ''النجم الوہاج فی شرح مقدمۃ الصحیح لمسلم بن الحجاج'' تھا افسوس کہ اب اس کا پتہ نہیں چلتا

(۱۰) ان کی شرح ''البحر المواج'' کے نام سے تھی۔ اس کا ایک ٹکڑا مبارک پور اور دوسرا خدا بخش لائبریری، پٹنہ میں میری نظر سے گزرا ہے اب تک یہ شرح ناقص اور غیر مطبوع صورت میں پڑی ہوئی ہے۔

(۱۱) یہ شرح ''کشف الملہم عما فی مقدمۃ مسلم'' کے نام سے دہلی میں کئی بار طبع ہوئی ہے

قابل ذکر ہیں......اصل کتاب کی ایک تلخیص جو علامہ منذری (م ۶۵۶ھ نے کی تھی، اس کی ایک شرح نواب صدیق حسن خان نے ''السراج الوہاج لکشف مطالب الصحیح لمسلم بن الحجاج'' کے نام سے لکھی جو مطبع صدیقی بھوپال سے ۱۳۰۲ھ میں شائع ہوئی۔

''سنن ابی داوٗد'' کی مفصل شرح ''غایۃ المقصود'' اور مختصر شرح ''عون المعبود'' کا تذکرہ کتاب میں تفصیل سے آئے گا۔ ان دونوں کو علامہ شمس الحق عظیم آبادی کا شاہکار کہا جاسکتا ہے۔ ان کے علاوہ مولانا رفیع الدین شکرانوی (۱) (م ۱۳۳۴ھ)، مولانا محمد بن نور الدین ہزاروی (۲) (م ۱۳۶۶ھ)، شیخ حسین بن محسن یمانی (۳) (م ۱۳۲۷ھ) اور مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی (۴) کی شروح و تعلیقات بھی اہمیت کی حامل ہیں۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی نے بھی ''سنن ابی داوٗد'' کے ایک نسخے پر حواشی لکھے تھے جو افسوس کہ ۱۸۵۷ء کے ہنگامے میں ضائع ہوگئے (۵)۔

''جامع ترمذی'' کی سب سے مشہور شرح ''تحفۃ الاحوذی'' مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری (م ۱۳۵۳ھ) نے تالیف فرمائی اور حق یہ ہے کہ اس میدان میں تمام شارحین سے بازی لے گئے۔ آج اسے علمی حلقوں میں ''جامع ترمذی'' کی سب سے اہم شرح تصور کیا جاتا ہے۔ مولانا نے اس کا مقدمہ ایک مستقل جلد میں لکھا ہے جس میں فن حدیث کے مختلف مسائل اور اس کی مختلف کتابوں پر تبصرہ ہے۔ یہ بھی اہل علم کے لئے معلومات کا خزانہ ہے۔ اسی طرز پر ان سے قبل ایک کتاب علامہ شمس الحق عظیم آبادی بھی ''ہدیۃ اللوذعی بنکات الترمذی'' کے نام سے لکھ رہے تھے، جو افسوس کہ نامکمل رہ گئی۔

''سنن النسائی'' کے شروح و حواشی میں شیخ حسین بن محسن یمانی (۶) (م ۱۳۲۷ھ)، مولانا ابوعبدالرحمٰن محمد پنجابی (م ۱۳۱۵ھ)، مولانا ابو یحییٰ محمد شاہجہاں پوری (م ۱۳۲۴ھ) کے

....

(۱) انہوں نے ''رحمۃ الودود علی رجال سنن ابی داوٗد'' کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی۔ معلوم نہیں اس کا کیا حشر ہوا۔ ان کے سوانحی ماخذ کے لئے دیکھئے میری عربی کتاب ''حیاۃ المحدث شمس الحق واعمالہ'' ص ۵۷ (حاشیہ)۔

(۲) ان کی شرح ''عون الودود فی شرح سنن ابی داوٗد'' کے نام سے مطبع اصح المطابع لکھنو سے ۱۳۱۸ھ میں طبع ہوئی

(۳) انہوں نے عربی میں ''سنن ابی داوٗد'' پر حواشی لکھے تھے، جو مولانا ابوالحسن علی ندوی کے ذخیرہ کتب میں محفوظ ہیں

(۴) انہوں نے ''فیض الودود لتعلیق سنن ابی داوٗد'' کے نام سے مختصر عربی حاشیہ سنن کے دو پاروں تک لکھا۔ بعد میں اس کا سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔

(۵) دیکھئے: ''عون المعبود'' ۵۵۲/۴

(۶) انہوں نے مختصر حواشی لکھے تھے ''التعلیقات السّلفیۃ'' میں مولانا بھوجیانی نے یہ حواشی مکمل داخل کر لئے ہیں

حواشی (۱) اور مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کی ''التعلیقات السلفیۃ'' کافی مشہور ہیں۔ آخر الذکر کتاب میں مولانا بھوجیانی نے پچھلے تمام حواشی اور علامہ سیوطی (م ۹۱۱ھ) وسندی (م ۱۱۳۹ھ) کی تعلیقات جمع کردی ہیں اور اپنی طرف سے بہت سے مفید مباحث کا اضافہ کیا ہے۔ اس طرح یہ اچھی خاصی شرح ہوگئی ہے۔ اب تک لاہور سے دوبار شائع ہوچکی ہے اور اہل علم کے درمیان خاصی مقبول ہے۔

''سنن ابن ماجہ'' کے شروح میں مولانا محمد بن نور الدین ہزاروی (م ۱۳۶۶ھ) کی ''مفتاح الحاجۃ بشرح سنن ابن ماجہ'' مطبوع ومتداول ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن لکھنو سے ۱۳۲۵ھ میں شائع ہوا تھا۔ مولانا شرف الدین دہلوی (۲) (م ۱۹۶۲ء) اور مولانا عبدالسلام بستوی (۳) (م ۱۹۷۴ء) نے بھی اس کی شرح لکھی تھی، لیکن افسوس کہ دونوں شرحیں ضائع ہوگئیں۔

''مسند احمد'' کی فقہی ترتیب وتبویب کا عظیم الشان کام مولانا عبدالحکیم نصیر آبادی نے مکمل کرلیا تھا۔ اس کی مختصر شرح مولانا شرف الدین دہلوی تالیف فرما رہے تھے۔ دونوں کی ایک ساتھ طباعت بھی جمعیت اہل حدیث (ہند) کے زیر اہتمام شروع ہوچکی تھی (۴) مگر معلوم نہیں کیا بات ہوئی کہ منصوبہ نامکمل رہ گیا۔ افسوس کہ اب اس کے مسودے کا بھی پتہ نہیں چلتا، مولانا احمد حسن دہلوی (م ۱۳۳۸ھ) نے مسند کی احادیث کی تخریج بھی کی تھی (۵)، مگر یہ آج بھی مفقود ہے۔

''مشکوٰۃ المصابیح'' کی مشہور شرح ''مرعاۃ المفاتیح'' کے نام سے مولانا عبیداللہ رحمانی مدظلہ نے تالیف فرمائی، جس میں انہوں نے اسانید ومتون کے تمام مباحث پر تفصیلی کلام کیا ہے اور فقہی مسائل پر بھی سیر حاصل بحث کی ہے۔ یہ بے نظیر شرح ہنوز نامکمل ہے۔ اب تک اس کی سات جلدیں ہندو پاک میں کئی بار طبع ہوچکی ہیں، باقی کا انتظار ہے۔ اللہ کرے جلد تکمیل کو پہنچے۔ مولانا کے علاوہ مشکواۃ

....

(۱) مولانا محمد پنجابی اور مولانا شاہجہاں پوری کا یہ مشترکہ حاشیہ مطبع انصاری دہلی سے ۱۳۱۶ھ میں طبع ہوا تھا۔ دوبارہ نور محمد اصح المطابع، کراچی نے شائع کیا ہے۔

(۲) دیکھئے: ''علمی خدمات'' ص ۴۵ (طبع دوم)

(۳) ''انوار المصابیح'' ۴۷/۱۔ ''علمی خدمات'' (ص ۴۵) میں نوشہروی نے اسے ''اردو'' بتایا ہے جو درست نہیں

(۴) ''علمی خدمات'' ص ۴۵ ''تراجم علمائے حدیث ہند'' ۱۸۴/۱

(۵) ''نزھۃ الخواطر'' ۴۴/۸

پر عربی میں مولانا عبدالوہاب صدر دہلوی(۱) (م ۱۳۵۱ھ)، مولانا عبدالجلیل سامرودی(۲) (م ۱۹۷۳ء)، نواب صدیق حسن خان(۳) (م ۱۳۰۷ھ)، مولانا احمد حسن دہلوی(۴) (م ۱۳۳۸ھ) اور مولانا شرف الدین دہلوی(۵) (م ۱۳۸۱ھ) نے بھی کام کیا ہے۔ ان میں سے بعض کی کتابیں اب تک زیور طبع سے آراستہ نہ ہو سکیں۔

نواب صدیق حسن خاں نے "بلوغ المرام" کی دو شرحیں لکھیں۔ فارسی میں "مسک الختام"(۶) اور عربی میں "فتح العلام"(۷)۔ ان میں سے ہر ایک کئی بار شائع ہو چکی ہے۔ ان کے بعد مولانا احمد حسن دہلوی نے ایک مفصل حاشیہ لکھا جسے مختصر شرح کہا جا سکتا ہے۔ یہ پہلی بار مطبع فاروقی، دہلی سے شائع ہوئی تھی اور اب تک اس کے چار ایڈیشن بشمول طبع بیروت نکل چکے ہیں...... اخیر میں استاد محترم مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری مدظلہ کی مختصر عربی شرح "اتحاف الکرام" ہے جو بنارس سے ۱۹۸۲ء میں شائع ہوئی ہے۔ یہ طلبہ و مدرسین کے لئے بہت مفید ہے۔

"سنن دار قطنی" کی طباعت کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔ علامہ شمس الحق عظیم آبادی نے اس کی محققانہ شرح "التعلیق المغنی علی سنن الدار قطنی" کے نام سے لکھی۔ اس کا تعارف کتاب کے اندر آئے گا۔

"ریاض الصالحین" کی عربی شرح مولانا عبدالجلیل سامرودی نے "نسیم الریاحین من ریاض الصالحین" کے نام سے لکھی، یہ اب تک طبع نہ ہو سکی۔

"عمدۃ الاحکام" کی شرح "زبدۃ الاحکام" مولانا عبدالحمید سوہدروی نے تالیف فرمائی، معلوم نہیں طبع ہوئی یا نہیں۔

....

(۱) ان کا حاشیہ مطبع فاروقی دہلی سے شائع ہوا تھا جیسا کہ ان کی "سوانح حیات" اور "علمی خدمات" ص ۲۱۲ (طبع دوم) میں ہے

(۲) مولانا نے اپنی اس شرح کا تذکرہ مقدمہ "زھرۃ ریاض الابرار" میں کیا ہے

(۳) انہوں نے "الرحمۃ المھداۃ الی من یرید زیادۃ العلم علی احادیث المشکوٰۃ" کے نام سے مشکوٰۃ پر اضافہ کرتے ہوئے کچھ حدیثیں فصل رابع کے طور پر جمع کی تھیں، مطبع فاروقی دہلی سے ۱۳۰۱ھ میں شائع ہوئی۔

(۴) انہوں نے "تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوٰۃ" کے نام سے ایک شرح اور تخریج ترتیب دی تھی، جس کا پہلا حصہ مطبع انصاری دہلی سے ۱۳۲۵ھ میں اور دوسرا مطبع مجتبائی سے ۱۳۳۳ھ میں شائع ہوا۔ یہ "کتاب الزکوٰۃ" تک پہنچ سکی۔

(۵) مولانا شرف الدین نے مولانا احمد حسن دہلوی کی شرح و تخریج کی تکمیل کی تھی، اس کا قلمی نسخہ حسن اتفاق سے مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی مدظلہ کے ہاتھ لگ گیا ہے، وہ اس کی اشاعت "المکتبۃ السلفیۃ" لاہور کے زیر اہتمام کر رہے ہیں۔ یہ نسخہ راقم الحروف کی نظر سے گزر چکا ہے۔

(۶) یہ مطبع نظامی کان پور سے ۱۲۹۰ھ میں پہلی بار شائع ہوئی۔ دوبارہ مطبع شاہجہانی بھوپال سے ۱۳۰۶-۱۳۰۷ھ میں چھپی

(۷) یہ پہلی بار مطبع بولاق مصر سے شائع ہوئی تھی

مقدمہ "تحفۃ الاحوذی" کے طرز پر دوسری حدیث کی کتابوں پر بھی بعض علمی مقدمے لکھے گئے جیسے "نزل من اتقی بکشف احوال المنتقی"(۱) تالیف مولانا عبدالرشید شوپیانی کشمیری، "الروض البسام من ترجمۃ بلوغ المرام"(۲) تالیف نواب صدیق حسن خاں، "الرسالۃ الجند فی احوال المسند"(۳) تالیف مولوی محمد علی اکرم آروی، "مقدمہ غایۃ المقصود فی حل سنن ابی داوٗد" تالیف علامہ عظیم آبادی، "مقدمہ التعلیق المغنی علی سنن الدار قطنی" تالیف علامہ عظیم آبادی، کتب ستہ پر "الحطۃ فی ذکر الصحاح الستۃ"(۴) تالیف نواب صدیق حسن خاں اور "ہدیۃ اللوذعی بنکات الترمذی" تالیف علامہ عظیم آبادی...... وغیرہ۔ مولانا وحید الزماں نے کتب ستہ کے تراجم پر جو مقدمے لکھے ہیں وہ بھی مفید ہیں۔

لغات حدیث پر بھی مستقل کتابیں تالیف کی گئیں، ان میں مولانا عبداللہ جھاؤ میاں الہ آبادی (م بعد ۱۳۰۰ھ) کی "الیم الذغرب فی لغات الحدیث المنتخب"، اب تک قلمی صورت میں دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ کی لائبریری میں محفوظ ہے اور میری نظر سے گذر چکی ہے۔ دوسری مشہور کتاب اردو میں نواب وحید الزماں لکھنوی (م ۱۳۳۸ھ) نے "انوار اللغۃ معروف بہ وحید اللغات" کے نام سے لکھی، جو متوسط تقطیع کی ۲۸ جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کی ابتدائی پانچ جلدیں مطبع احمدی، لاہور سے ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء میں شائع ہوئی تھیں، پھر مولف کی نظر ثانی کے بعد مکمل ۲۸ جلدیں مطبع فیض عام، بنگلور سے ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۶ء میں چھپیں۔ اردو زبان میں اب تک یہ اپنے موضوع پر بے نظیر ہے۔ اس کا ایک ایڈیشن نور محمد اصح المطابع، کراچی نے شائع کیا ہے، مگر افسوس کہ ناشر نے اس میں بہت سے مقامات پر بے جا تصرف کر دیا ہے جس کی وجہ سے اس کا استناد مشکوک ہو گیا ہے۔

احادیث کی تحقیق و تخریج، موضوع اور بے سروپا روایات کی چھان بین کے لئے بھی علمائے اہل حدیث نے متعدد کتابیں لکھیں۔ رواۃ حدیث، فقہ حدیث، اصول حدیث، تاریخ تدوین حدیث، رد انکار حدیث اور دفاع محدثین پر بھی تصانیف کی ایک طویل فہرست ہے۔ ہم یہاں اسے نظر انداز کر رہے ہیں۔ البتہ چند ایسی کتابوں کا ذکر کر دیں جن میں احادیث کا انتخاب مختصر ترجمہ و

....

(۱)، (۲) مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی ۱۲۹۷ھ

(۳) یہ کتاب فارسی میں ہے اور مطبع خلیلی آرہ سے ۱۳۰۶ھ میں شائع ہوئی

(۴) یہ اب تک دو بار چھپ چکی ہے آخری ایڈیشن لاہور سے شائع ہوا ہے

تشریح کے ساتھ کیا گیا ہے۔ کیونکہ آج اس طرح کی کتابوں کی شدید ضرورت محسوس کی جا رہی ہے۔ اس وقت مجھے ان میں سے ''انتخاب صحیحین'' از مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی، ''انتخاب حدیث'' از مولانا عبدالغفار حسن رحمانی، ''تلخیص الصحاح'' از مولانا محمد ابوالحسن سیالکوٹی'' کے نام یاد آ رہے ہیں۔

علمائے اہل حدیث کی خدمات حدیث کا یہ بہت ہی مختصر جائزہ ہے۔ ان شاء اللہ آئندہ کبھی اس موضوع پر تفصیل سے لکھوں گا اور حدیث اور متعلقات حدیث پر ہمارے علماء کی جتنی تالیفات ہیں ان کی ایک ببلیو گرافی تیار کروں گا...... اس وقت میرے پاس تمام ماخذ موجود نہیں اور مقدمہ میں اس سے زیادہ تفصیل کی گنجائش بھی نہیں ہے، اس لئے اب اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ یہ بھی ذکر کرتا چلوں کہ کتب احادیث کی طباعت و اشاعت اور ان کی شرح و حواشی کی تالیف سے متعلق علمائے اہل حدیث کی خدمات کا اعتراف عرب ممالک میں بھی کیا جاتا ہے اور اب تک ان کے شائع کردہ ایڈیشن اور بعض شروح و تالیفات وہاں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔ ذیل میں ہم بعض اہل علم کے اقوال اس سلسلے میں پیش کرتے ہیں۔

مصر کے مشہور عالم شیخ عبدالعزیز الخولی تحریر فرماتے ہیں۔

''ولا يوجد فی الشعوب الاسلامية...... علی كثرتها و اختلاف اجناسها...... من و فی الحديث قسطة من العناية فی هذا العصر مثل اخواننا مسلمی الهند، اولئك الذين و جد بينهم حفاظ للسنة ودارسون لها علی نحو ما كانت تد رس فی القرن الثالث حرية فی الفهم و نظرا فی اسانيد كما طبعوا كثيرا من كتبها النفيسة التی كادت تذهب بها يد الاهمال و تقضی عليها غيرالزمان''(۱)۔

ترجمہ: ہمارے اس دور میں کسی بھی اسلامی ملک میں مسلمانوں نے علم حدیث کی طرف کما حقہ توجہ نہ کی سوائے ہندوستان کے، کہ وہاں ایسے حفاظ و اساتذہ حدیث موجود ہیں جو تیسری صدی ہجری کے طرز پر پابندی مذاہب سے آزاد درس حدیث دیتے اور حسب ضرورت نقد روایات سے بحث کرتے ہیں۔ ان لوگوں نے حدیث کی بہت سی نادر و نایاب اور بیش قیمت کتابیں

(۱) مفتاح السنۃ ۱۶۵۔۱۶۶ (طبع قاہرہ ۱۳۴۷ھ)

شائع کیں، جن کی طرف اگر انہوں نے توجہ نہ کی ہوتی تو غالباً دستبرد زمانہ کی نذر ہو جاتیں۔

اس کے بعد شاہ ولی اللہ اور نواب صدیق حسن خان کی خدمات کا خصوصی تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

''و فی الهند الان طائفة كبيرة تهتدی بالسنة فی كل امور الدين و لا تقلد احد ا من الفقهاء ولا المتكلمين و هی طائفة المحد ثين''

ترجمہ: ہندوستان (غیر منقسم) میں آج ایک بڑی جماعت موجود ہے جو تمام دینی امور میں حدیث کو مشعل راہ سمجھتی ہے اور کسی فقیہ یا متکلم کی تقلید نہیں کرتی۔ یہ اہل حدیث کی جماعت ہے۔

ایک دوسرے نامور عالم اور محقق سید رشید رضا مصری (م ۱۳۵۴ھ)، مقلدین کی کتب حدیث سے بے توجہی کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

''ولولا عناية اخواننا علما الهند بعلوم الحديث فی هذا العصر لقضی عليها بالزوال من امصار الشرق، فقد ضعفت فی مصر و شام و العراق و الحجاز منذ القرن العاشر المهجرة حتی بلغت منتهی الضعف فی اوائل هذا القرن الرابع عشر''(۱)۔

ترجمہ: ہندوستان کے علمائے حدیث نے علوم حدیث کی طرف خصوصی توجہ دی۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو شاید یہ علم مشرق کے ممالک سے مٹ جاتا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مصر، شام، عراق اور حجاز میں دسویں صدی ہجری سے یہ زوال پذیر تھا اور چودھویں صدی ہجری کے آغاز میں تو ضعف کی انتہا تک پہنچ چکا تھا۔

تیسرے مشہور ناشر اور محقق عالم شیخ محمد منیر دمشقی (م ۱۳۶۹ھ) نواب صدیق حسن خاں اور دوسرے علمائے حدیث ہند کی تحریک اشاعت علوم حدیث کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''وهی نهضة عظيمة اثرت علی باقی البلاد الاسلامية فاقتدی بها غالب البلاد الاسلامية فی طبع كتب الحديث و التفسير''(۲)۔

(۱) مفتاح کنوز السنۃ (مقدمہ): ق (طبع قاہرہ ۱۳۵۳ھ)

(۲) نموذج من الاعمال الخیرۃ ص ۴۶۸

ترجمہ: یہ وہ عظیم الشان تحریک ہے جس نے دوسرے اسلامی ممالک پر بھی اثر ڈالا، چنانچہ بلاد اسلامیہ میں ان ہی کی اقتدا کرتے ہوئے حدیث وتفسیر کی کتابیں شائع کی جارہی ہیں۔

شیخ احمد شاکر (م ۱۳۷۷ھ) نے اپنی شرح ترمذی کے مقدمہ میں ''تحفۃ الاحوذی'' کا ذکر خیر کیا ہے۔ اسی طرح علامہ ناصر الدین البانی نے ''مشکوٰۃ المصابیح'' (طبع بیروت) کے مقدمے میں ''مرعاۃ المفاتیح'' کی تعریف کی ہے۔ یہ عصر حاضر کے دو بڑے محققین کی آرا ہیں۔

ان عربوں کے علاوہ ہندوستان کے احناف نے بھی علمائے اہل حدیث کی مذکورہ بالا خدمات کا اعتراف کیا ہے۔ مولانا مناظر احسن گیلانی حنفی ایک مقالہ میں لکھتے ہیں۔

''اس کو تسلیم کرنا چاہئے کہ اپنے دین کے اساسی سرچشموں (قرآن وحدیث) کی طرف توجہ ہندوستان کے حنفی مسلمانوں کی جو پلٹی، اس میں اہل حدیث اور غیر مقلدیت کی اس تحریک کو بھی دخل ہے۔ عمومیت غیر مقلد تو نہ ہوئی لیکن تقلید جامد اور کورانہ اعتماد کا طلسم ضرور ٹوٹا(۱)۔

ان شہادت کے (۲) پیش نظر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت برصغیر میں کتب حدیث کے درس وتدریس، نشر واشاعت، ان کے شروح وحواشی کی تالیف اور حدیث ومحدثین کی طرف سے دفاع کا جو کام بھی ہو رہا ہے اس کا آغاز علمائے اہل حدیث نے کیا تھا۔ آج ان ہی کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کی جارہی ہے، اس سے قطع نظر کہ اس کوشش میں دوسرے لوگ کامیاب بھی ہوئے یا نہیں؟ لیکن بہر حال جو کچھ ہو رہا ہے بسا غنیمت ہے اور حالات وزمانہ کے لحاظ سے نہایت ضروری۔

اخیر میں ایک امر کی طرف اور بھی اشارہ کردوں کہ آج کل عرب ممالک میں قدیم دینی، ادبی اور تاریخی کتابوں کی نشر واشاعت کی ایک لہر چل پڑی ہے۔ بہت سی حدیث کی کتابیں بھی ہر سال اچھی یا بری، چھپ کر بازار میں آرہی ہیں، مگر برصغیر میں بعض وجوہ کی بنا پر کتب حدیث کی طباعت واشاعت کا خصوصی اہتمام بہت کم ہو گیا ہے...... گنے چنے چند ادارے یا بعض شخصیتیں ہیں جن کی توجہ علم حدیث کی نادر ونایاب کتابوں کی طرف ہے...... خدا کرے ان کی تعداد میں برابر

....

(۱) دیکھئے: برہان (دہلی) اگست ۱۹۵۸ء (جلد ۴۱/نمبر ۲)

(۲) یہاں سید سلیمان ندوی (م ۱۹۵۳ء) کے مقدمہ ''تراجم علمائے حدیث ہند'' اور مقدمہ ''مولانا سندھی اور ان کے افکار وخیالات پر ایک نظر، نیز شیخ محمد اکرام (م ۱۹۷۳ء) کی ''موج کوثر'' سے بھی اقتباسات پیش کئے جاسکتے ہیں لیکن طوالت کے خوف سے انہیں قلم انداز کیا جاتا ہے۔

اضافہ ہو، اور علم حدیث کی نشاۃ ثانیہ جس طرح ہمارے اسلاف یعنی شاہ ولی اللہ، شاہ اسماعیل شہید، نواب صدیق حسن خاں، میاں نذیر حسین محدث دہلوی، علامہ شمس الحق عظیم آبادی، مولانا وحید الزماں لکھنوی، مولانا تلطف حسین عظیم آبادی، مولانا عبدالتواب ملتانی اور مولانا ابو الحسن سیالکوٹی...... وغیرہم نے گزشتہ صدیوں میں کی تھی، پندرہویں صدی ہجری میں ہم بھی ان کے نقش قدم پر چل کر خدمت حدیث کا حق ادا کریں۔

زیر نظر کتاب میں صرف علامہ شمس الحق عظیم آبادی کی خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ ضرورت ہے کہ ہمارے تمام علماء ومحدثین کی سوانح حیات اور علمی کارناموں پر مستقل کتابیں لکھی جائیں۔ راقم الحروف ایک مفصل تذکرہ ''تذکرہ علمائے اہل حدیث ہند'' کے نام سے مرتب کررہا ہے۔ اللہ کرے جلد تکمیل کو پہنچے۔

محمد عزیر شمس

مکہ مکرمہ

۲۸ شعبان ۱۴۰۳ھ مطابق ۹ جون ۱۹۸۳ء

علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے سوانحی حالات اور ان کی علمی خدمات

تیرہویں اور چودھویں صدی ہجری کے جن ہندوستانی علماء نے اپنی زندگی خدمت حدیث کے لئے وقف کردی تھی، ان میں علامہ شمس الحق عظیم آبادی بہت ممتاز ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ ان کی بلند پایہ دینی وعلمی شخصیت کے اعتبار سے ابھی تک جو کچھ بھی خامہ فرسائی ہوئی ہے، وہ ان کی عبقری شخصیت اور ان کے معیار علمی کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ زیر نظر سطور میں اسی کوتاہی کے ازالے کی سعی کی جارہی ہے(۱)۔

نام ونسب

علامہ ابو الطیب محمد شمس الحق بن امیر علی بن شیخ مقصود علی بن شیخ غلام حیدر (۲) بن شیخ ہدایت اللہ بن شیخ محمد زاہد بن شیخ نور محمد بن شیخ علاؤ الدین ....

مکمل شجرہ علامہ کے صاحبزادے حکیم محمد ادریس کے پاس تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۱۳ھ) سے ان کا نسبی تعلق تھا (۳)۔ والدہ کی جانب سے بھی ان کا سلسلہ نسب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر منتہی ہوتا ہے (۴)۔

اس طرح وہ نانیہال اور دادیہال دونوں طرف سے صدیقی ہیں۔ مسکن ومولد

....

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو میری عربی کتاب ''حیاۃ الحدیث شمس الحق واعمالہ'' شائع کردہ جامع سلفیہ بنارس ۱۹۷۹ء

(۲) علامہ عظیم آبادی عموماً اپنی کتابوں میں والد، دادا اور پردادا کے نام اس طرح لکھتے ہیں: امیر بن علی بن حیدر (غایۃ المقصود ج ا ص ۲، التعلیق المغنی ج ا ص ۳، اعلام اھل العصر باحکام رکعتی الفجر ص ۲)۔ غالباً شیعیت کے اشتباہ کی وجہ سے ان ناموں کو مرکب کے بجائے مفرد لکھنا پسند کرتے رہے ہوں گے۔

(۳) یادگار گوہری ص ۱۰۱ و ہفتہ وار اہل حدیث امرتسر ۳۱ اکتوبر ۱۹۱۹ء ص ۸

(۴) یادگار گوہری ص ۶۰ [علامہ شمس الحق بن بی بی تحفن بنت شیخ گوہر علی بن شیخ مہر علی بن شیخ کرم علی بن شیخ برہان الدین بن شیخ ہدایت علی بن شیخ عبد الغفور بن شیخ غلام مظفر بن ملا عبد الصمد بن ملا محمد چاند بن شیخ پھول بن شیخ مالک بن شیخ ظہور بن شیخ غنی بن شیخ عبد اللہ بہادر بن شیخ محمد حاجی بن شیخ عبد الملک بن مخدوم الملک بن شیخ عبد السلام بن شیخ محمد بخاری بن شیخ عبد القیوم بخاری بن شیخ اسد اللہ بدایونی بن شیخ عبد العلیم مدنی بن شیخ عبد المزید بخاری بن ابی عبد اللہ مدنی بن حیدر شجاع مدنی بن عبد القادر مدنی بن عبد العالم مشہدی بن علی عبد اللہ مدنی بن عبد الرحمان فقیہ بن قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ]۔

کی نسبت سے ''عظیم آبادی''(۱) اور ''ڈیانوی''(۲) کہلاتے ہیں۔ ''محدث ڈیانوی''۔ ''علامہ عظیم آبادی''۔ ''صاحب عون المعبود'' اور مؤلف ''غایۃ المقصود'' سے بھی ان کی بڑی شہرت ہے۔

خاندان وماحول

ان کے آباؤ اجداد کا اصل مکان موضع ہرداس بگہہ تھا جو فتوحہ اسٹیشن، ضلع پٹنہ سے دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ان کے پردادا مولوی شیخ غلام حیدر ذی ثروت اور صاحب مقدرت شخص تھے۔ گذری محلّہ عظیم آباد (پٹنہ) میں ان کی کئی عالیشان کوٹھیاں تھیں۔ ان کے والد مولوی شیخ امیر علی کا قیام کبھی ہرداس بگہہ اور کبھی گذری میں رہتا۔ ۱۲۶۳ھ میں جب ان کا نکاح، رمنہ محلّہ عظیم آباد (پٹنہ) اور ڈیانواں کے رئیس مولانا گوہر علی (م ۱۲۷۸ھ) کی صاحبزادی سے ہوا تو وہ اکثر رمنہ میں اپنے خسر صاحب ہی کے مکان پر قیام کرنے لگے، کیونکہ مولانا گوہر علی اور ان کی اہلیہ اپنی اکلوتی لڑکی کو فرط محبت کی وجہ سے اپنے سے جدا کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔

مولانا کے والد ماجد شیخ امیر علی بڑے نیک دل اور منکسر المزاج شخص تھے۔ انہوں نے فارسی کے اسباق اپنے بزرگوں سے پڑھے اور مولوی عبد الحکیم، مولوی مسیح اللہ اور مولوی ابو الحسن (م ۱۲۹۳ھ) وغیرہ سے رمنہ میں شرح وقایہ، شرح جامی اور دیگر کتابیں پڑھیں۔ اس کی وجہ سے شرعی مسائل میں ان کو اچھی سوجھ بوجھ ہوگئی تھی۔ ان کی ولادت ۱۲۴۳ھ میں اور وفات رمنہ میں ۱۲۸۴ھ میں ہوئی اور ہرداس بگہہ میں مدفون ہوئے۔

مولانا کی والدہ ماجدہ ماہ صفر ۱۲۴۹ھ میں بمقام محلّہ رمنہ پٹنہ میں پیدا ہوئیں۔ جب سن شعور کو پہنچیں تو منشی بشارت کریم نے ان کو نماز وروزہ کے ضروری مسائل کی تعلیم دی اور پارہ عم اور مختلف سورتیں اور ادعیہ ماثورہ پڑھائیں۔ ربیع الاول ۱۲۶۳ھ میں ان کا نکاح مولوی شیخ امیر علی

....

(۱) موجودہ شہر پٹنہ پہلے عظیم آباد کہلاتا تھا، اٹھارہویں صدی میں جب بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر (م ۱۷۰۷ء) نے اپنے پوتے شہزادہ عظیم الشان بن شاہ عالم (م ۱۷۱۲ء) کو بہار کا صوبہ دار مقرر کیا تو اسی کے نام پر پٹنہ کا نام عظیم آباد رکھا، یہ قدیم تاریخی شہر ہے۔ مفصل معلومات کے لئے دیکھئے: نیا دور (لکھنؤ) مئی ۱۹۷۴ء ص ۷۔ ۱۰ محمد محفوظ الحسن کا مقالہ ''عظیم آباد آئینہ ایام میں''۔

(۲) پٹنہ شہر سے جنوب مشرق کی جانب ۲۴ میل کے فاصلہ پر اور فتوحہ ریلوے اسٹیشن سے ۸ میل کی دوری پر ڈاکخانہ کرائے پرسرائے سے متصل ڈیانواں، ایک چھوٹی سی بستی ہے۔ علامہ شمس الحق عظیم آبادی کا نانیہال یہیں تھا۔ ان کی پرورش وپرداخت اور نشو ونما بھی یہیں ہوئی اور وہ اخیر عمر تک اسی بستی میں مقیم رہے۔

سے ہوا۔ وہ بڑی نیک بخت خاتون تھیں۔ ابتدا ہی سے صوم وصلوۃ اور اوراد و وظائف کی پابند تھیں، نفل نمازیں پڑھتیں اور نفلی روزے التزام سے رکھتی تھیں۔ اعتکاف و قیام رمضان کا بھی بڑا اہتمام کرتی تھیں، روزانہ تین پارے قرآن تلاوت کرتیں اور دعائیں بھی پڑھتی تھیں، رمضان میں روزانہ دس پارے قرآن پڑھنے کا معمول تھا، اتباع سنت کا بڑا خیال رکھتی تھیں۔ ان پر ہمیشہ خشیت الٰہی غالب رہتی تھی۔ توحید کی صحیح حقیقت اور دین کی اصل روح سمجھ لینے کے بعد وہ ان غلط عقیدوں اور شرعی ممنوعات سے بالکل تائب ہوگئیں جن کو نادانستہ طور پر اختیار کئے ہوئے تھیں۔ ۱۳۱۲ھ میں اپنے پوتوں اور خاندان کے بعض اعزہ کے ساتھ مکہ مکرمہ کی زیارت کی اور حج بیت اللہ سے مشرف ہوئیں(۱)۔ حج سے واپسی کے بعد مدتوں زندہ رہیں۔ تاریخ وفات کا علم نہیں ہوسکا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں پانچ لڑکیاں اور چار لڑکے عطا کئے تھے۔ بڑے لڑکے کبیر الحق اور چھوٹے ظہیر الحق کم سنی ہی میں رحلت کر گئے، تیسرے لڑکے علامہ شمس الحق (م ۱۳۲۹ھ) اور چوتھے مولانا اشرف الحق محمد اشرف (م ۱۳۲۶ھ) تھے۔

علامہ عظیم آبادی کے نانا مولانا گوہر علی کی ولادت ڈیانواں میں ۱۲۱۳ھ میں ہوئی۔ تحصیل علم کے لئے بیتھو (ضلع گیا) اور دوسرے مقامات کا سفر کیا۔ جب فارسی میں اچھی دستگاہ ہوگئی تو عربی کی درسی کتابیں محنت و توجہ سے پڑھیں۔ مولانا گوہر علی کے والد شیخ مہر علی (م ۱۲۵۲ھ) زیادہ فارغ البال نہ تھے، اس لئے پڑھنے کے بعد انہوں نے ایک معمولی ملازمت کر لی مگر ترقی کر کے بڑے عہدوں پر فائز ہوئے، اس کی وجہ سے ان کی آمدنی اور جائداد میں بہت اضافہ ہوگیا تھا۔ ۱۲۴۲ھ میں شیخ روشن علی نگرنہسوی (م ۱۲۵۰ھ) کی صاحبزادی سے نکاح ہوا جس سے ایک لڑکی اور آٹھ لڑکے پیدا ہوئے۔ مولانا گوہر علی علماء کے بڑے قدرداں اور نہایت فیاض طبع شخص تھے۔ وہ محتاج اور ضرورت مند لوگوں کی برابر مدد کرتے رہتے تھے۔ بعض علماء نے مستقل طور پر ان کے یہاں بود و باش اختیار کر رکھی تھی اور وہ ان کی خوب خاطر مدارات کرتے تھے۔ ان کی سخاوت و فیاضی اور علمی قدردانی کے بعض واقعات مشہور ہیں۔ ان کو کتابیں جمع کرنے کا بھی بہت شوق تھا، ان کے کتب

(۱) مکتوب حکیم محمد ادریس ڈیانوی بنام مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی (مورخہ ۲۴ محرم ۱۳۳۸ھ) یہ خط اتفاق سے راقم کو مل گیا اور اب میرے پاس محفوظ ہے۔

خانے میں قلمی کتابوں کا ایک بڑا ذخیرہ تھا۔ آخر عمر میں بواسیر کی شکایت ہوگئی تھی۔ ۱۹ جمادی الاول ۱۲۷۸ھ کو رحلت فرمائی اور ڈیانواں میں مدفون ہوئے(۱)۔

علامہ عظیم آبادی کے خاندانی حالات اور ماحول کا تفصیل سے اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ اس خاندانی نجابت و شرافت اور ماحول کی روایات وخصوصیات کا ان کی طبیعت، مزاج اور سیرت و شخصیت پر اثر پڑنا ناگزیر تھا۔

ولادت وطفولیت

علامہ شمس الحق عظیم آبادی ۲۷ ذی قعدہ ۱۲۷۳ھ (جولائی ۱۸۵۷ء) کو پٹنہ شہر کے محلّہ رمنہ میں پیدا ہوئے۔ پانچ سال کی عمر میں اپنی والدہ کے ساتھ اپنے نانیہال ڈیانواں چلے آئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی، کیونکہ ان کی والدہ بھی مستقل طور پر یہیں رہتی تھیں۔ ابھی گیارہ سال ہی کی عمر تھی کہ ۱۲۸۴ھ میں والد انتقال کر گئے۔ ان کی والدہ، نانی اور بڑے ماموں نے لاڈ پیار سے پالا پوسا۔ ان کے بڑے ماموں مولوی محمد احسن (م ۱۳۱۰ھ) ان سے بڑی محبت کرتے تھے اور کبھی ان کی کوئی خواہش رد نہیں کرتے تھے۔ تعلیم و تربیت اور تمام ضرورتوں کی اس طرح کفالت کی کہ مولانا کو کبھی والد کے سایۂ شفقت سے محرومی کا احساس نہ ہونے دیا(۲)۔

تعلیم و تربیت

مولانا محمد ابراہیم نگرنہسوی (م ۱۲۸۲ھ) نے بسم اللہ کرائی اور سورہ ''اقراء'' پڑھایا۔ پھر ڈیانواں ہی میں حافظ اصغر علی رامپوری اور دوسرے معلمین سے ابتدائی تعلیم حاصل کرتے رہے، ان میں مولوی سید راحت حسنین بھتوی اور مولوی عبدالحکیم شیخ پوری (م ۱۲۹۵ھ) کا ذکر خصوصیت کے ساتھ ملتا ہے۔ فارسی کی کتابیں پڑھنے کے بعد مولانا لطف العلی بہاری (م ۱۲۹۶ھ) سے عربی شروع کی اور شرح جامی، قطبی، میبذی، اصول الشاشی، نور الانوار، شرح وقایہ، کنز الدقائق اور جامع ترمذی وغیرہ بھی انہی سے پڑھیں۔ اس عرصہ میں اپنے ماموں مولوی نور احمد ڈیانوی (م ۱۳۱۸ھ) سے بھی استفادہ کرتے رہے۔

(۱) خاندان سے متعلق اکثر معلومات اور سنین وفات وغیرہ یادگار گوہری سے ماخوذ ہیں

(۲) یادگار گوہری ص ۱۰۱

تحصیل علم کے لئے سفر

۱۲۹۲ھ میں حصول علم کے لئے پہلی بار ڈیانواں سے باہر قدم نکالا اور لکھنو تشریف لے گئے۔ یہاں مولانا فضل اللہ لکھنوی (م ۱۳۱۱ھ) سے سال بھر تک معقولات کا درس لیتے رہے۔ ۲۶ محرم ۱۲۹۳ھ کو مراد آباد (۱)، مولانا بشیر الدین قنوجی (م ۱۲۹۶ھ) کی خدمت میں کتب درسیہ کی تکمیل کے لئے حاضر ہوئے۔ایک سال سے کچھ زیادہ قیام کرنے کے بعد ربیع الاول ۱۲۹۴ھ میں وطن واپس آئے اور پھر دوبارہ ۲۰ جمادی الاول ۱۲۹۴ھ کو مولانا موصوف کی خدمت میں مراد آباد پہنچے اور معقولات، بلاغت اور معانی کی کتابیں، قرآن مجید کا ترجمہ، مشکٰوۃ المصابیح کا کچھ حصہ پڑھا اور قرآن وحدیث اور فقہ وعقائد سے متعلق مسائل کی تحقیق بھی کرتے رہے۔

اوائل محرم ۱۲۹۵ھ میں دہلی مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی (م ۱۳۲۰ھ) کی خدمت میں استفادہ کے لئے تشریف لے گئے۔اخیر محرم ۱۲۹۶ھ میں میاں صاحب موصوف سے حدیث کی سند حاصل کر کے اپنے مکان واپس آ گئے (۲) اور درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے۔ چھ سال بعد ۱۳۰۲ھ میں میاں صاحب کی کشش اور محبت دوبارہ ان کو دہلی کھینچ لے گئی، چنانچہ ان سے دوسری سند لے کر ۱۳۰۳ھ میں ڈیانواں تشریف لائے۔ دونوں مرتبہ دہلی میں میاں صاحب کے پاس قیام کی [مجموعی] مدت تقریباً ڈھائی سال رہی۔اس عرصہ میں ان سے ترجمہ قرآن مجید، تفسیر جلالین، صحاح ستہ، موطا امام مالک، سنن دارمی، سنن دار قطنی اور شرح نخبتہ الفکر (نزہتہ النظر)، سبقاً سبقاً پڑھی اور فتوے بھی قلمبند کرتے رہے۔

دہلی کے دوسرے سفر میں شیخ حسین بن محسن یمانی انصاری (م ۱۳۲۷ھ) کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے اور صحاح ستہ کے اطراف پڑھ کر ان سے عام اجازت حاصل کی۔اس کے علاوہ بھی مختلف اوقات میں وہ دس بارہ دفعہ علامہ موصوف کی خدمت میں حاضر ہو کر

---

(۱) بعض لوگوں نے بھوپال جا کر مولانا بشیر الدین قنوجی اور شیخ حسین بن محسن انصاری سے استفادہ کرنے کا ذکر کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں۔ درحقیقت وہ بھوپال کے بجائے مراد آباد تشریف لے گئے تھے۔(ملاحظہ ہو یادگار گوہری ص ۱۰۷ وغیرہ)۔

(۲) یہ سند آج بھی خدا بخش لائبریری، پٹنہ میں زیر رقم ۳۱۹۶ بخط مولانا نذیر حسین محدث دہلوی ہے۔ دیکھئے اس کے عربی مخطوطات کی فہرست ''مفتاح الکنوز'' ج ۳ ص ۲۴۔

مستفید ہوئے (۱)۔

علامہ عظیم آبادی کی یہ بڑی خوش قسمتی تھی کہ ان کو اپنے زمانے کے ان دو جلیل القدر محدثین سے استفادے کا موقع ملا۔ یہ اسی کا فیض ہے کہ ان کی پوری زندگی علم وفن کی اشاعت، درس و تدریس، تصنیف وتالیف اور دینی علوم خصوصاً حدیث کی شرح وتحقیق میں گزری۔

اتباع سنت کا شوق

ان پر شروع ہی سے اتباع سنت کا شوق غالب تھا۔عقائد واعمال میں صحابہ وتابعین اور سلف صالحین کا مسلک اختیار کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ان کا خود بیان ہے کہ۔

''مولانا علیم الدین حسین نگرنہسوی (م ۱۳۰۶ھ) کے پند و نصائح سے بڑا فائدہ حاصل ہوا، اللہ تعالیٰ نے اتباع سنت کا شوق ان ہی کے واسطے سے ہم کو عطا فرمایا ہے اور رفیق حبیب مولوی تلطف حسین محی الدین پوری (م ۱۳۳۴ھ) نے بھی ان امور میں میری بڑی مدد کی ہے، جزا هما الله خیرا''(۲)۔

نکاح

جب پہلی دفعہ مراد آباد کے سفر سے ڈیانواں واپس ہوئے تو ۱۵ ربیع الاول ۱۲۹۴ھ میں چھپرہ (سارن) کے مولوی عبداللطیف صدیقی کی دوسری صاحبزادی سے ان کا عقد ہوا۔[آپ نے اپنی اہلیہ کے انتقال کے بعد دوسرا عقد، مولوی عبداللطیف صدیقی ہی کی ایک دوسری صاحبزادی سے کیا۔پہلی اہلیہ سے اللہ تعالیٰ نے ۳ لڑکے اور ۴ لڑکیاں عطا کیں، جب کہ دوسری اہلیہ سے ۲ لڑکیاں ہوئیں]۔

طب پڑھنے کا ارادہ

اس زمانے میں طلبہ دینی علوم سے فراغت کے بعد باعزت زندگی بسر کرنے کے لئے فن طب کی تحصیل کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ نصف صدی پہلے کے اکثر علماء کو طب میں بھی درک رہتا تھا۔علامہ عظیم آبادی کی طبیعت کا زیادہ میلان حدیث کی جانب تھا، اس لئے ابتداً ان کو طب کی جانب کوئی رغبت نہ ہوئی۔مگر میاں نذیر حسین محدث دہلوی کی تلقین وترغیب سے اس کا شوق ہوا،

---

(۱) یادگار گوہری ص ۱۰۹

(۲) یادگار گوہری ص ۱۰۴۔۱۰۶

چنانچہ وہ اپنے ایک گرامی نامہ میں علامہ عظیم آبادی کو تحریر فرماتے ہیں۔

نامہ نامی صحیفہ گرامی رسیدہ کاشف مدعا گردید۔ مکرما طبیعت شما در علم دین خصوصاً در فن حدیث زیادہ تر مرتسخ شدہ است لہٰذا در علم دیگر مائل دفعتاً نخواہد بود، ان شاء اللہ تعالیٰ در علم طب بعد جز ودو جز بتدریج مناسبت تام خواہد شد، خاطر شریف جمع دارید و مابرضا و رغبت اجازت علم طب دادم ودعا می کنم کہ او واحب الخیر و البرکت زود تر بمراد دلی شمارا فائز کنا یندہ بخیریت تمام بدولت خانہ برسانند''(۱)۔

ترجمہ: آپ کا گرامی نامہ ملا۔ مضمون سے آگاہی ہوئی۔ محترم! آپ کی طبیعت علم دین خصوصاً فن حدیث کی طرف زیادہ مائل ہے اس لئے دوسرے علم کی طرف توجہ دفعتاً نہیں ہوسکتی، ان شاء اللہ تعالیٰ علم طب میں ایک دو جز پڑھنے کے بعد طبیعت پوری طرح لگنے لگے گی۔ آپ مطمئن رہیں۔ میں خوشی سے علم طب پڑھنے کی اجازت دیتا ہوں اور دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ بہت جلد آپ کو دلی مراد میں کامیاب بنا کر مع الخیر وطن پہنچادے۔

غالباً طب پڑھنے کے لئے علامہ شمس الحق ٹونک تشریف لے گئے تھے، جیسا کہ میاں نذیر حسین محدث دہلوی کے دوسرے مکتوب کے اس سوال سے ظاہر ہوتا ہے۔

''ورفتن ٹونک بتحصیل طب یا ادب افتادہ یا بطور سیر، ازیں رمز ہم اطلاع سازید(۲)''۔

ترجمہ: اور ٹونک کیوں جانا ہوا؟ طب یا ادب پڑھنے کے لئے یا مطلق سیر و سیاحت کے لئے۔ اس کی بھی اطلاع دیں۔

لیکن غالباً اپنے علمی کاموں اور درس وتصنیف کی مشغولیتوں کی وجہ سے طب پڑھنے کا ارادہ ترک کردیا۔ البتہ اپنے فرزند محمد ادریس (م دسمبر ۱۹۶۰ء) کو طب کی اعلیٰ تعلیم دلائی اور وہ ایک کامیاب طبیب کی حیثیت سے مشہور ہوئے۔

سفر حج

۱۰ رجب ۱۳۱۱ھ کو علامہ عظیم آبادی ڈیانواں سے حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہوئے۔ اس

(۱) مکاتیب نذیریہ ص ۲۲

(۲) ایضاً ص ۲۳ و ۲۴

سفر میں بیت اللہ کی زیارت سے مشرف ہونے کے علاوہ حرمین کے متعدد اہل فضل وکمال سے ملاقات اور استفادہ کا موقع ملا(۱)۔

جن مشائخ نے سند واجازت مرحمت کی تھی، ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں(۲)۔

(۱) علامة خيرالدين ابوالبركات نعمان بن محمود الآلوسى الحنفى البغدادى (م۱۳۱۷ھ)

(۲) شيخ احمد بن ابراهيم بن عيسىٰ النجدى ثم المكى الحنبلى (م۱۳۲۹ھ)

(۳) شيخ احمد بن احمد بن على المغربى التونسى ثم المكى (م۱۳۱٤ھ)

(۴) شيخ قاضى عبدالعزيز بن صالح بن مرشد الحنبلى الشرقى (م۱۳۲٤ھ)

(۵) عبدالرحمان بن عبدالله السراج الحنفى الطائفى (م۱۳۱۵ھ)

(۶) شيخ محمد بن سليمان حسب الله الشافعى المكى (م۱۳۳۵ھ)

(۷) شيخ ابراهيم بن احمد بن سليمان المغربى ثم المكى

(۸) شيخ محمد فالح بن محمد بن عبدالله الظاهرى المهناوى المالكى المدنى (م ۱۳۲۸ھ)

ان علماء سے چھ ماہ تک استفادہ کرنے اور فریضہ حج ادا کرنے کے بعد ۱۰ محرم الحرام ۱۳۱۲ھ کو وطن واپس آئے(۳)۔

درس وتدریس

میاں صاحب کے یہاں سے جب پہلی مرتبہ ۱۲۹۶ھ میں اپنے وطن واپس ہوئے تو دیگر علمی کاموں کے ساتھ ہی درس وتدریس کا مشغلہ بھی اختیار کیا۔ ۱۳۰۳ھ میں دوسری بار جب وہاں سے واپس آئے تو باقاعدہ مسند درس پر رونق افروز ہوئے۔ ان کے حلقہ درس میں ملک کے گوشے گوشے سے لوگ آکر مستفید ہوتے تھے۔ عرب اور ایران کے طلبہ بھی ہوتے تھے، وہ طلبا کے ساتھ بڑی شفقت ومحبت سے پیش آتے، طلبہ کے قیام وطعام، ان کے لئے کتابوں کی فراہمی اور ضروری

(۱) یادگار گوہری ص ۱۷۶، تذکرہ علمائے حال ص ۳۱، نزہۃ الخواطر ج ۸ ص ۱۸۰

(۲) علامہ عظیم آبادی نے ان کا تذکرہ اپنی کتاب ''الوجازۃ فی الاجازۃ'' میں کیا ہے۔ اس کے دو قلمی نسخے خدابخش لائبریری، پٹنہ میں زیر رقم ۳۲۶۴۔۳۲۶۵ موجود ہیں۔ ان علماء سے حاصل کی ہوئی سندیں بھی خدابخش لائبریری میں ایک مجموعے کے اندر زیر رقم ۳۲۰۶ اب تک محفوظ ہیں۔ میں نے ان علماء ومشائخ کے مختصر حالات ''حیاۃ المحدث'' (ص ۲۵۱۔۲۶۰) میں مع ذکر ماخذ لکھ دیئے ہیں۔

(۳) یادگار گوہری ص ۱۷۶

اخراجات کا سامان بھی کرتے تھے۔ان کا حلقہ درس بہت وسیع تھا۔میاں نذیر حسین صاحب کے بعد کم ہی لوگوں کے حلقہ درس کو اتنی شہرت ومقبولیت حاصل ہوئی ہوگی۔

علامہ عظیم آبادی کے تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے، ان میں سے چند مشہور لوگوں کے نام یہ ہیں(۱)۔

(۱)علامہ عبدالحفیظ بن شیخ محمد طاہر،الفہری،الفاسی،المراکشی (م۱۳۸۳ھ)

(۲)علامہ اسماعیل خطیب بن سید ابراھیم قاھری الازھری

(۳)مولانا احمد اللہ پرتاپ گڑھی (م۱۳۶۲ھ)

(۴)مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی (م۱۳۸۱ھ)

(۵)مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی (م۱۳۶۹ھ)

(۶)مولانا عبدالحمید سوہدروی (م۱۳۳۰ھ)

(۷)مولانا فضل اللہ مدراسی (م۱۳۶۱ھ)

(۸)مولانا شرف الحق محمد اشرف ڈیانوی(۲)(م۱۳۲۶ھ)

(۹)حکیم محمد ادریس ڈیانوی(۳)(م۱۹۶۰ء)

افتاء

علامہ شمس الحق، میاں نذیر حسین محدث دہلوی کی خدمت میں رہ کر افتاء کا کام بھی انجام دیتے تھے، ان کا معمول تھا کہ وہ اپنے ہونہار شاگردوں کو فتویٰ نویسی کی مشق بھی کراتے تھے۔عموماً ان کے پاس جب استفتے آتے تو وہ انہیں مختلف طالب علموں کے حوالے کر دیتے اور خود ان کے جواب ملاحظہ فرما کر تصویب وتصحیح فرما دیتے تھے۔علامہ عظیم آبادی نے اپنے ڈھائی سالہ قیام کے زمانے میں بکثرت فتوے لکھے مگر ان کا پتہ نہیں چلتا۔''فتاویٰ نذیریہ'' کی جو دو

....

(۱)ان کے حالات کے لئے دیکھئے: ''حیاۃ المحدث'' ص۲۶۲۔۲۷۵ [محمد احسن ڈیانوی عظیم آبادی نے چند مزید تلامذہ کا ذکر اپنی قلمی کتاب ''محدث ڈیانوی'' میں کیا ہے، جن میں مولانا حافظ محمد ایوب ڈیانوی، علامہ عبدالحفیظ بن محمد طاہر الفہری، علامہ شیخ اسماعیل خطیب بن سید ابراہیم قاہری الازہری، مولانا عبدالجبار ڈیانوی، مولانا محمد عین الدین مٹیابرجی اور مولانا محمد موسیٰ ڈیانوی شامل ہیں]۔

(۲)علامہ عظیم آبادی کے چھوٹے بھائی

(۳) علامہ عظیم آبادی کے صاحبزادے

جلدیں چھپی ہیں ان میں صرف چند سالوں ہی کے فتوے شامل ہیں، ان میں علامہ شمس الحق عظیم آبادی کے چھ مستقل فتوے (۱) اور چھ فتوؤں پر ان کے تائیدی دستخط ثبت ہیں (۲)۔ایک جگہ ان کی ایک طویل تحریر بھی نظر آتی ہے جس میں انہوں نے مولانا عبدالحئی لکھنوی (م۱۳۰۴ھ) پر تعاقب کیا ہے(۳)۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ طالب علمی ہی کے زمانے سے ان کو فتویٰ نویسی میں مہارت ہوگئی تھی۔''فتاویٰ نذیریہ'' میں ان کے جو فتوے ہیں وہ بڑے مفصل ومدلل ہیں، ان میں بعض بعض فتوے چار چار اور بعض پانچ صفحوں پر پھیلے ہوئے ہیں۔

میاں صاحب کے یہاں سے واپسی کے بعد بھی وہ برابر افتاء کی خدمت انجام دیتے رہے اور بکثرت فتاوی عربی، اردو اور فارسی تینوں زبانوں میں تحریر فرمائے۔مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی کا بیان ہے کہ ''زیادہ وقت اسی کار خیر میں بسر ہوتا تھا''(۴)۔افسوس ہے کہ ان کے تمام فتوے محفوظ نہیں رہے، صرف دو ناقص مجموعے ''تنقیح المسائل'' کے نام سے خدا بخش لائبریری میں زیر رقم ۱۷۶، ۱۷۷ (اردو مخطوطات نیو سیریز) موجود ہیں۔ان کے علاوہ انہوں نے اپنے بعض رسالے استفتا کے جواب میں لکھے تھے، آگے ان کا ذکر تصنیفات میں کیا جائے گا۔

وعظ وتذکیر

ڈیانواں میں درس وتدریس کے علاوہ وعظ وارشاد بھی ان کا خاص مشغلہ تھا۔ان کی تقریروں سے بڑا فیض پہنچا، اکثر لوگوں نے غلط عقیدے، مبتدعانہ خیالات، جاہلانہ رسمیں اور فسق وفجور کی عادتیں چھوڑ دیں۔خود ان کی والدہ نے بھی ان کے وعظ وارشاد سے متاثر ہو کر اپنی بعض غیر شرعی عادتیں ترک کر دی تھیں۔محلّہ کی اکثر عورتیں بھی ان کے وعظ میں شریک ہوتی تھیں۔ان کی نانی کہا کرتی تھیں کہ ''تم جس وقت اللہ کی باتیں سناتے ہو، اس وقت نہایت بزرگ معلوم ہوتے ہو''(۵)۔

....

(۱) دیکھئے: فتاوی نذیریہ جلد اول ص۱۴۳۔۱۵۳، ۲۸۶۔۲۸۹، ۳۲۵۔۳۳۰، ۳۷۲۔۳۷۳، ۴۳۶۔۴۳۱، جلد دوم ص ۱۵۱۔۱۵۵

(۲) دیکھئے: کتاب مذکور جلد اول ص۳۹۵، ۴۳۸۔۴۳۹، ۵۰۸۔۵۱۰۔جلد دوم ص۴۴۔۴۵، ۱۷۹۔۱۸۰، ۴۷۹۔۴۸۰

(۳) فتاویٰ نذیریہ جلد دوم ص۲۶۹۔۲۷۲

(۴) اہلحدیث امرتسر ۳۱ اکتوبر ۱۹۱۹ء ص۹

(۵) یادگار گوہری ص۹۳

کتب حدیث کی اشاعت

علامہ عظیم آبادی کا سب سے اہم کارنامہ حدیث اور کتب حدیث کی ترویج و اشاعت ہے۔ ان کی دولت اسی مبارک کام کے لئے وقف رہتی تھی۔ ۵۶ سال کی قلیل عمر میں انہوں نے حدیث کی جو مفید خدمات انجام دیں اس کی مثال اس دور میں ملنی مشکل ہے۔ علامہ ابن تیمیہ، حافظ ابن قیم، علامہ ذہبی اور منذری وغیرہ کی متعدد کتابیں اپنے خرچ سے طبع کرائیں۔ منذری کی مختصر السنن، ابن قیم کی تہذیب السنن اور سیوطی کی اسعاف المبطا وغیرہ کو تصحیح و تعلیق کے بعد شائع کیا۔ وہ قاضی شیخ محمد مچھلی شہری (م ۱۳۲۰ھ) کی تقریباً ۲۵ کتابوں کی اشاعت کے بڑے آرزومند تھے، مگر ان کے فرزندوں نے علامہ عظیم آبادی کے شدید اصرار کے باوجود مسودے نہیں دیئے، ورنہ علامہ عظیم آبادی کی توجہ سے وہ بھی شائع ہوگئی ہوتیں (۱)۔

حدیث کی بعض امہات کتب کی خدمت کی سعادت ان کے حصے میں آئی۔ چنانچہ سنن ابی داؤد اور سنن دارقطنی کے مختلف نسخوں کی مدد سے ان کے متون کی تصحیح و مقابلہ کیا، پھر مفید تعلیقات لکھ کر ان کو شائع کیا۔ سنن ابی داؤد کی مبسوط شرح لکھی اس کا ذکر آگے آئے گا۔

حدیث کی حمایت اور دینی حمیت

حدیث و سنت اور عقیدہ سلف کی تائید و حمایت کے لئے پوری طرح کمربستہ رہتے تھے اور ان کی معمولی مخالفت بھی برداشت نہیں کرتے تھے۔ ڈاکٹر عمر کریم پٹوی اور سید عبدالغفور عظیم آبادی نے جب حدیث، ائمہ حدیث اور امام بخاری کے خلاف زبان طعن دراز کی تو علامہ نے اپنے تلمیذ رشید اور ممتاز عالم دین مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی (م ۱۳۶۹ھ) سے اس کا جواب لکھوایا اور اس سلسلے میں ان کی ہر قسم کی علمی و مالی اعانت بھی کی اور اس موضوع پر ان کی تمام کتابیں (حل مشکلات بخاری، الامر المبرم، ماء حمیم، صراط مستقیم، الریح العقیم، العرجون القدیم وغیرہ) اپنے خرچ پر شائع کیں۔ اسی طرح جب مولانا شبلی نعمانی (م ۱۹۱۴ء) نے اپنی کتاب ''سیرۃ النعمان'' میں محدثین پر عموماً اور امام بخاری پر خصوصاً تنقید کی تو ضرورت محسوس ہوئی کہ ایک مستقل کتاب امام بخاری کے حالات اور کارناموں پر مشتمل لکھی جائے، جس میں ان کی عظمت کا بیان اور مولانا شبلی کے اعتراضات کا

---

(۱) تراجم علمائے اہل حدیث ہند ج ا ص ۳۸۰

بھرپور جواب ہو۔ چنانچہ علامہ عظیم آبادی نے اس وقت کے مشہور عالم اور محقق مولانا عبدالسلام مبارک پوری (م ۱۳۴۲ھ) سے ''سیرۃ البخاری'' لکھوائی، اس سلسلے میں ہر طرح علمی معاونت کی اور طباعت کے بعد اس کے سو نسخوں کے خریدنے کا وعدہ بھی کیا، لیکن افسوس کہ علامہ اس کی اشاعت سے چند ماہ قبل ہی ۱۹۱۱ء میں انتقال کر گئے (۱)۔ یہ کتاب آج تک اپنے موضوع پر بے نظیر ہے۔

مولانا عبدالسلام مبارک پوری کے علاوہ مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی (م ۱۳۳۶ھ) نے بھی ''سیرۃ النعمان'' کے جواب میں ''حسن البیان'' تالیف کی۔ یہ بھی شاہکار ہے، اب تک کسی حنفی عالم نے اس پر تنقید کرنے کی جرأت نہ کی۔

امام بخاری ہی سے متعلق ایک دوسرے حنفی عالم نے جب ایک کتاب ''بعض الناس فی دفع الوسواس''، لکھی جس میں انہوں نے امام ابوحنیفہ پر امام بخاری کے ۲۴ اعتراضات کا جواب دینے کی بے کار سی کوشش کی تو علامہ عظیم آبادی نے خود ہی بڑے محققانہ انداز میں اس کی تردید ''رفع الالتباس عن بعض الناس'' کے نام سے لکھی اور دکھایا کہ کس طرح امام بخاری حق بجانب ہیں۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ کی تنقیص کی ہے، بلکہ اسی میں بڑی فراخ دلی کے ساتھ ان کی عظمت کا اعتراف بھی کیا (۲)۔

اسی طرح آمین بالجہر کے مسئلہ میں مولوی محمد علی مرزاپوری حنفی کے رسالہ ''القول المتین فی اخفاء التامین'' کا جواب ''الکلام المبین فی الجہر بالتامین والرد علی القول المتین'' لکھا جس میں تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔

مولانا ظہیر احسن شوق نیموی حنفی (م ۱۳۲۲ھ) کے فقہی رسائل کا جواب دینے کے لئے علامہ عظیم آبادی نے خصوصی طور پر مولانا محمد سعید بنارسی (م ۱۳۲۲ھ) اور مولانا ابوالمکارم محمد علی مئوی (م ۱۳۵۳ھ) کو تیار کیا تھا، اور ان لوگوں کے لئے بھوپال کی ریاست سے ماہانہ وظیفہ متعین کرایا۔ چنانچہ انہوں نے متعدد رسالوں کے جوابات لکھے۔ ان کی اشاعت بھی علامہ شمس الحق نے اپنے خرچ پر کی اور مفت تقسیم کروائے، جیسا کے ان رسالوں کے مقدموں اور خاتموں سے ظاہر

---

(۱) اہل حدیث (امرتسر) ۲۸ اپریل ۱۹۱۱ء

(۲) دیکھئے: رفع الالتباس ص ۱۳۶۔۱۳۷ (طبع بنارس)

ہوتا ہے(۱)۔

یہ چند مثالیں ہیں جن سے ان کے عقیدہ و مسلک سلف سے محبت اور حدیث و سنت سے شیفتگی کا کچھ اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

علامہ عظیم آبادی میں بڑی دینی حمیت بھی تھی، اس لئے شریعت کے منافی کوئی بات پسند نہیں کرتے تھے، بدعات و خرافات سے سخت نفرت تھی، توحید و اتباع سنت کے پرجوش داعی تھے۔

ان کے زمانے میں ہندوؤں کے اثر سے مسلمان بھی نکاح بیوگان کو بہت معیوب سمجھتے تھے، مگر علامہ عظیم آبادی نے اس غیر شرعی رسم کو ختم کر کے سب سے پہلے اپنے خاندان میں بیوہ عورتوں کے نکاح کو رواج دیا(۲)۔

ملی و جماعتی خدمات

علامہ شمس الحق عظیم آبادی جماعت اہل حدیث کے رکن رکین اور اس کے خاص علم بردار تھے۔ ان کا ذوق اگرچہ خالص علمی تھا، تاہم اکثر جماعتی سرگرمیوں میں بھی پیش پیش رہتے تھے۔ دسمبر ۱۹۰۶ء میں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی تاسیس عمل میں آئی تو اس کے ہر ہر پروگرام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور زندگی بھر اس کی وسعت و ترقی کے لئے کوشاں رہے، اس کے جلسوں میں پابندی سے شرکت فرماتے تھے۔ اس کے انتظام و انصرام کی بعض ذمہ داریاں بھی ان کے سپرد تھیں اور وہ انہیں بڑے شوق اور دلچسپی سے انجام دیتے تھے۔ اپنی وفات تک کانفرنس کے وہی امین (خازن) تھے، اور انہوں نے اس کا حساب کتاب ہمیشہ بہت صاف رکھا۔ اس کا اندازہ علامہ عظیم آبادی کے ایک خط سے لگایا جا سکتا ہے جو انہوں نے ۱۴ مارچ ۱۹۱۱ء کو مولانا ثناء اللہ امرتسری (م ۱۹۴۸ء) کے نام لکھا تھا۔ یہ غالباً ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا آخری خط تھا(۳)۔

جماعتی سرگرمیوں کے علاوہ مسلمانوں کی بعض علمی و اصلاحی تحریکوں میں بھی شریک رہتے تھے، تحریک ندوۃ العلماء کے حامیوں میں تھے اور اس کے دار العلوم کی ہر قسم کی مالی اور علمی

(۱) مثال کے طور پر ملاحظہ ہو اوثق العری با قامۃ الجمعۃ فی القری (تالیف مولانا محمد سعید بنارسی) ص ۲ (طبع بنارس ۱۳۱۸ھ) ''المذاہب المختار فی الرد علی جامع الآثار'' (تالیف مولانا ابوالمکارم، طبع بنارس ۱۳۱۸ھ) ٹائٹل پیج۔

(۲) یادگار گوہری ص ۱۰۹

(۳) اہل حدیث ۲۱ مارچ ۱۹۱۱ء ص ۴

امداد کرتے تھے، دوسرے جماعتی و غیر جماعتی مدرسوں اور اداروں کی بھی امداد کرتے رہتے تھے۔ مدرسہ اصلاح المسلمین (پٹنہ) جس کی تاسیس مولانا عبدالرحیم صادق پوری کے ہاتھوں ۱۳۱۷ھ میں ہوئی تھی، اس کے عرصہ تک سکریٹری رہے(۱)۔ مدرسہ احمدیہ آرہ کے (جسے مولانا ابو محمد ابراہیم آروی (م ۱۳۱۹ھ) نے ۱۲۹۷ھ میں قائم کیا تھا)(۲) اہم رکن تھے، اور اس کی تعمیر و ترقی اور انتظامی امور میں بڑے دخیل، اور اس کے سالانہ جلسوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے(۳)، آپ کے گھر کی حیثیت بھی ایک مدرسے سے کم نہ تھی، یہاں سیکڑوں طلبہ ان سے مستفید ہوتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد اسی کی یادگار میں ان کے صاحبزادے حکیم محمد ادریس نے [۱۹۲۲ء] میں ''جامع ازہر'' کے نام سے ایک مستقل مدرسہ قائم کیا تھا(۴)، لیکن افسوس کہ زیادہ دنوں تک وہ جاری نہ رہ سکا۔

علامہ شمس الحق دائرۃ المعارف النظامیہ، حیدرآباد کے بھی رکن تھے، تہذیب التہذیب اور تذکرۃ الحفاظ وغیرہ ان کے مشورے سے شائع ہوئیں، مصر کے بعض مطابع بھی کتابوں کی اشاعت کے سلسلے میں ان سے رائے و مشورہ لیا کرتے تھے(۵)۔

[فیصلہ آرہ

علامہ عظیم آبادی نہ صرف ایک عظیم محدث تھے بلکہ ایک عظیم مفسر بھی تھے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری (م ۱۹۴۸ء) کی تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن پر بعض علماء اہل حدیث نے ان پر کفر کا فتویٰ تک دے ڈالا، تو اس مسئلے کے حل کے لئے مئی ۱۹۰۵ء میں بمقام آرہ (صوبہ بہار) تین جید علمائے اہل حدیث پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی گئی۔

(۱) اہل حدیث ۲۸ پریل ۱۹۱۱ء ص ۴

(۲) یہ دار العلوم ندوۃ العلماء (قائم شدہ ۱۳۱۶ھ) سے ۱۹ سال پہلے وجود میں آچکا تھا۔ اس میں پہلی بار عربی نصاب تعلیم کی اصلاح اور طلبہ کے لئے ہوسٹل کی تعمیر کی گئی اور علماء و جدید تعلیم یافتہ حضرات کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی کوشش کامیاب ہوئی۔ افسوس کہ آج اکثر مورخین اس ادارے کا عمداً ذکر نہیں کرتے جب کہ سید سلیمان ندوی نے اس کی مذکورہ خصوصیات کا کھلے الفاظ میں اعتراف کیا ہے۔ (دیکھئے: حیات شبلی ص ۳۰۸، نقوش (آپ بیتی نمبر) جلد اول ص ۲۷۷، تراجم علمائے حدیث ہند جلد اول ص ۳۶ (مقدمہ)۔

(۳) دیکھئے: جلسہ مذاکرہ علمیہ کی روئیدادیں۔ خصوصاً جلد نمبر ۱۵ ص ۵۱، جلسہ ۱۶ ص ۶۲، جلسہ ۱۷ ص ۴۶، جلسہ ۱۸ ص ۳۶، جلسہ ۱۹ ص ۲۱، جلسہ ۲۰ ص ۱۳۔

(۴) ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات ص ۱۶۵۔۱۶۶

(۵) اہل حدیث ۲۸ اپریل ۱۹۱۱ء ص ۴

اس کمیٹی کے ارکان میں مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری (م ۱۳۳۷ھ) اور مولانا شاہ عین الحق پھلواروی (م ۱۳۳۳ھ) کے علاوہ علامہ شمس الحق عظیم آبادی بھی شامل تھے۔

اس کمیٹی نے اپنی پوری علمی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ایک جامع اور مفصل محاکمہ لکھا جو کہ ''فیصلہ آرہ'' کے نام سے مشہور ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے۔

''اربعین (۱) کی چالیس اغلاط میں سے صرف چودہ تعاقب صحیح ہیں اور ان چودہ اغلاط کی وجہ سے مولوی ثناء اللہ جماعت اہل حدیث سے خارج نہیں ہوسکتے'' (۲)۔

اس فیصلے کے بعد بھی کچھ علماء ایسے تھے جنہوں نے اس فیصلے کو تسلیم نہیں کیا اور یہ مسئلہ بہت آگے تک گیا، حتیٰ کہ ایک دفعہ سلطان ابن سعود نے بھی صلح کروائی، مگر یہ مسئلہ یوں ختم نہ ہوا۔ اس کی مزید تفصیل یہاں درج کرنی عبث ہے (۳)۔]

فضل وکمال

علامہ شمس الحق عظیم آبادی کی دینی علوم، معقولات اور ادب وغیرہ پر وسیع نظر تھی، طالب علمی ہی کے زمانے سے بحث ونظر اور مطالعہ وتحقیق کے عادی تھے۔ اللہ نے ان کو غیر معمولی ذہانت اور قوت فہم سے نوازا تھا، فقہی مذاہب اور ائمہ کے اختلافات ودلائل پر مکمل عبور رکھتے تھے، ان کے علمی تبحر اور وسعت نظر پر ان کی تصنیفات شاہد ہیں۔ مطالعہ کی کثرت کتابوں کی مزاولت اور فن حدیث میں غیر معمولی اشتغال کی وجہ سے، حدیث پر ان کو مجتہدانہ بصیرت حاصل ہوگئی تھی، وہ صحیح وضعیف، راجح ومرجوح، مرفوع وموقوف، محفوظ ومعلل، متصل ومنقطع اور حدیث کی دوسری تمام انواع واقسام کے درمیان نقد وتمیز کی غیر معمولی صلاحیت رکھتے تھے۔ ان کے معاصرین میں کم ہی لوگ کتب رجال، ائمہ جرح وتعدیل اور رواۃ کے طبقات وغیرہ سے واقفیت میں ان کے ہم پایہ رہے ہوں گے۔ وسعت علم ونظر کا یہ حال تھا کہ اگر کسی کتاب میں کوئی غلطی یا معمولی فرق واختلاف بھی ہوتا تو وہ ان

[(۱) مولانا عبدالجبار غزنوی (م ۱۳۳۱ھ) کی ''الاربعین فی ان ثناء اللہ لیس علیٰ مذہب المحدثین'' کی طرف اشارہ ہے]

[(۲) سیرت ثنائی ص ۳۷۱]

[(۳) اس کی تفصیل کے لئے دیکھئے: ''دکھے دل کی داستان''۔ ''فیصلہ آرہ''۔ ''غزنوی نزاع کا فیصلہ''۔ ''الکلام المبین فی جواب الاربعین'' از مولانا ثناء اللہ امرتسری۔ ''سیرت ثنائی'' از مولانا عبدالمجید سوہدروی۔ ''تذکرہ علماء خان پور'' از مولانا عبداللہ خان پوری وغیرہ]۔

سے مخفی نہ رہتا، فوراً ہی اس کی تصحیح فرما دیتے تھے، قاضی شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) نے نیل الاوطار میں اسمائے رجال کے اندر جو غلطیاں کی ہیں ان کی اپنے ذاتی نسخے کے حاشئے میں تصحیح کردی تھی (۱) جامع ترمذی مطبوعہ ہند میں ''باب ما یقول اذا خرج من الخلاء'' کی سند کے اندر ''حدثنا محمد بن اسماعیل'' ''(البخاری) کے بجائے'' حدثنا محمد بن حمید بن اسماعیل ''طبع ہوتا چلا آرہا ہے، اس واضح غلطی کی سب سے پہلے ان ہی نے نشاندہی فرمائی (۲) اور متعدد شواہد وقرائن سے ثابت کیا کہ مطبوعہ نسخہ میں نام صحیح طور پر درج نہیں ہے (۳)۔ اس طرح کی متعدد مثالوں سے ان کی دقت نظر، کثرت مطالعہ اور وسعت علم کا اندازہ ہوتا ہے۔

علامہ شمس الحق عظیم آبادی کے فضل وکمال کا ان کے معاصرین اور تلامذہ نے بھی مکمل اعتراف کیا ہے۔ مولوی محمد زبیر ڈیانوی لکھتے ہیں۔

”وللعلماء فی حقه قصائد فی العربیة والفارسیة مذکورة فی هدایة الطالبین الی مکاتیب الکاملین“(۴)۔

ترجمہ: علماء نے ان کی شان میں عربی و فارسی کے متعدد قصیدے لکھے ہیں جو ہدایۃ الطالبین الی مکاتیب الکاملین میں مذکور ہیں۔

علامہ کی مختلف کتابوں کے آخر میں جو قطعات تاریخ، تاریخ طبع اور اردو، فارسی، عربی کے متعدد قصیدے شامل ہیں، ان میں بھی ان کے فضل وکمال کا اعتراف کیا گیا ہے (۵)۔ علمائے اہل حدیث کے علاوہ دوسرے طبقہ ومسلک کے علماء نے بھی ان کی تحسین وتعریف کی ہے (۶)۔ ان کے اساتذہ بھی ان کے

(۱) اہل حدیث ۳۱ اکتوبر ۱۹۱۹ء ص ۹

(۲) ایضاً

(۳) مولانا کے بعد علامہ احمد محمد شاکر (۱۳۷۷ھ) نے جامع ترمذی پر اپنی تعلیقات (ج ۱ ص ۱۲) کے اندر بھی اس پر تنبیہ کی ہے۔ مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری (م ۱۳۵۳ھ) کی تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۱۶ (طبع اول) میں بھی اس کی طرف اشارہ موجود ہے۔

(۴) یادگار گوہری ص ۱۱۰

(۵) ملاحظہ ہو: اعلام اہل العصر، المکتوب اللطیف الی المحدث الشریف، عون المعبود ج ۴، التعلیق المغنی علی سنن الدارقطنی ج ۲، الکلام المبین فی الجہر بالتامین

(۶) دیکھئے: عون المعبود ج ۴ ص ۵۵۴ بعد، التعلیق المغنی ج ۲ ص ۱۸ بعد، تراجم علمائے حدیث ہند ج ۱ ص ۳۷، ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں ص ۴۷، الحیاۃ بعد المماۃ ص ۵-۶، نزہۃ الخواطر ج ۸ ص ۱۷۹، الثقافۃ الاسلامیۃ فی الہند ص ۱۴۱۔

علم وفضل کے معترف تھے۔میاں نذیر حسین صاحب نے اپنے بہت سے خطوط میں انہیں ”جـــامـــع الحسنات و الکمالات اور الـفـاضـل النحریر، صاحب التقریر و التحریر، الحبر الموفق“ کے اوصاف سے خطاب کیا ہے(۱)۔ایک دوسرے استاد شیخ حسین بن محسن یمانی کے الفاظ مولانا کے متعلق ملاحظہ فرمائیے۔”شیـخ الاسـلام و الـمسلمین، امام المحققین و الأئمة المد ققین، صاحب ا لتأ لیف المجید ۃ و التـصـانیف الـمفید ۃ، المشتهر با لفضائل فی الآفاق، المحرزقصب الکمال فی مضما را لسباق، العلامة الهام(۲)۔

اخلاق وعادات

مولانا طبعاً شریف ،متواضع اور ملنسار شخص تھے،اس لئے ہر طبقہ ومسلک کے علماء اور ارباب کمال سے ان کے اچھے تعلقات تھے،ان کی طبیعت میں حق پسندی تھی ،اس لئے دوسرے مسلک کے لوگوں کے کمالات کے اعتراف میں اور اپنے طبقے کے بعض علماء کی غلط رایوں کی تردید میں جماعتی عصبیت مانع نہ ہوتی تھی۔رفع الالتباس میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علم وفضل کا بڑی فراخ دلی سے اعتراف کیا ہے اور بعض مسائل میں اپنے سب سے محترم استاد میاں نذیر حسین صاحب سے بھی اختلاف کیا ہے(۳)۔

انکسار اور فروتنی کی بنا پر اپنی بعض کتابوں پر اپنا نام دینا بھی پسند نہیں کیا۔ہر شخص سے خندہ روئی کے ساتھ ملتے۔ناگوار اور تکلیف دہ باتوں پر بھی چیں بہ جبیں نہیں ہوتے تھے،مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں۔”اخلاق کی یہ کیفیت تھی کہ کبھی ان کی پیشانی پر بل نہیں دیکھا، بلکہ حدیث شریف ”بتمسمك فـی وجه اخیك صدقة “پر پورے عامل تھے۔میں نے اس حدیث کے عامل علماء کو کم دیکھا ہے“(۴)۔

بڑے مہمان نواز،فیاض طبع اور اہل علم کے نہایت قدردان تھے،اس لئے ان کے گھر پر

....

(۱)مکاتیب نذیریہ(جس کی صرف پہلی جلد شائع ہوسکی)،میں علامہ کے نام،میاں نذیر حسین محدث دہلوی کے ۲۱ خطوط موجود ہیں جن کے نمبر یہ ہیں۔۱۱،۱۳،۱۴،۱۶،۱۷،۱۸،۲۰،۲۱،۲۲،۲۴،۲۵،۲۶،۲۸،۳۰،۳۱،۳۲،۳۴،۳۵،۶۰،۱۱۴،۱۳۶۔

(۲)عون المعبود ج۴ ص۵۵۴(طبع اول)

(۳)الحیاۃ بعد المماۃ ص۱۲۳و۱۲۴(طبع اول)

(۴)اہلحدیث ۳۱ مارچ ۱۹۱۱ھ ص۴

علماء وطلباء کا ازدھام رہتا تھا،ان کا کتب خانہ ان لوگوں کے لئے وقف رہتا تھا۔اپنی ذاتی کتابیں اہل علم کو بے تکلف ہدیتہً یا عاریتہً دیدیتے تھے،ان کے پاس جن کتابوں کے نسخے مکرر ہوتے ان کو دوسروں کو دیدینے میں پس وپیش نہ کرتے،شرح بخاری کے کئی نسخے ان کے پاس تھے،ان میں سے ایک کتب خانہ اصلاح المسلمین اور دوسرا مولوی محمد صاحب پٹنوی مالک مطبع احمدی کے حوالے کردیا(۱)۔ان کے اخلاق واوصاف کا ذکر کرتے ہوئے مولوی محمد زبیر ڈیانوی لکھتے ہیں۔

”ولـه حـب شـد یـد مـع العلماء المحد ثین و مع طلبة العلم و مع ذالك کـلـه، هـو مـوصـوف بالصدق والحیاء والسخاء والثقة والد یانةوالامانة والعدالة وهو ملازم للجمعة والجماعة“(۲)۔

ترجمہ: وہ علماء ومحدثین اور طلبہ سے بڑی محبت کرتے تھے۔راست بازی،حیا،سخاوت، ثقاہت،دیانت اور امانت وعدالت سے متصف اور جمعہ وجماعت کے پابند تھے۔

مولانا حکیم سید عبدالحئیٰ حسنی رقمطراز ہیں۔

”وکـان متـواضـعـا کـریـمـا عـفیفا صاحب صلاح وطریقة ظاهرة محبا لاهل العلم“(۳)۔

ترجمہ: وہ بڑے حلیم،متواضع،شریف،پاک دامن،نیک اور عمدہ طور وطریقہ کے مالک اور اہل علم سے محبت کرنے والے تھے۔

مولانا حکیم سید عبدالحئیٰ سے ان کی برابر خط وکتابت رہتی تھی،ان کے چار خطوط حکیم صاحب کے نام آج تک رائے بریلی میں مولانا علی میاں ندوی کے پاس موجود ہیں۔اس کتاب کے آخر میں انہیں پہلی بار شائع کیا جارہا ہے۔حکیم صاحب کو اپنی کتابوں ”نزهة الخواطر“ اور ”الثقافة الاسلامیه فی الهند“ کی ترتیب وتالیف میں ان کے کتب خانہ سے بڑی مدد بھی ملی۔وہ خود تحریر فرماتے ہیں۔

”وکـــان یـحبـنـــی لـلــه سبـحـانـــه وکـنـــت ا حبـه وکـان بیننی و بینه

....

(۱)اہل حدیث ۲۸ اپریل ۱۹۱۱ھ ص۳و۴

(۲)یادگار گوہری ص۱۰۹

(۳)نزهۃ الخواطر ج۸ ص۱۷۹

من المراسلة مالم تنقطع الى يوم وفاته''(۱)۔

ترجمہ: وہ مجھ سے اللہ کے لئے محبت کرتے تھے اور میں بھی، میرے اور ان کے درمیان خط وکتابت کا سلسلہ ان کی وفات کے روز تک جاری رہا۔

بعض اور مصنفین نے بھی ان کے علمی تعاون کا اعتراف کیا ہے(۲)۔

مرض ووفات

۱۱-۱۹۱۰ء میں طاعون کی بیماری پورے ملک میں پھیلی ہوئی تھی، بہار میں علامہ عظیم آبادی کا ضلع پٹنہ خاص طور پر اس کی زد میں تھا۔ علامہ عظیم آبادی کے موضع ڈیانواں کی کیفیت خود ان ہی کی زبانی ملاحظہ ہو۔ وہ وفات سے سات روز قبل ۱۳ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ مطابق ۱۴ مارچ ۱۹۱۱ء کو مولانا ثناء اللہ امرتسری کے نام اپنے ایک گرامی نامہ میں لکھتے ہیں۔

......ہم عرصہ سے علیل ہیں، اور ضعف غالب ہوتا جاتا ہے، اور غذا بہت کم، اس لئے بنظر تبدیل آب وہوا، ڈیانواں سے مع سامان سفر روانہ ہوئے۔ پہلے جبل راجگیر پر اقامت چاہتے تھے، پھر بعد میں ایک ماہ کے سفر دہلی وغیرہ کرتے، اسی خیال سے اپنے سب طالب علموں کو بھی رخصت کر دیا، اور سب کام بند کر کے روانہ ہوئے۔ بعد روانگی میرے معلوم ہوا کہ ڈیانواں میں بھی طاعون آ گیا اور بہت زور ہے، مجبوراً نہایت حیرانی و پریشانی کی حالت میں واپس آئے اور اللہ اللہ علامت ''یوم یفر المرء من اخیه'' کی پایا۔ ایسا چھوٹا قریہ اور یہ حالت، اللہ تعالیٰ رحم فرمادے اور امن عطا کرے، میرے سارے خدام بیمار اور بعض بعض بخوف دوسری دوسری جگہوں میں چلے گئے، عجیب نازک حالت ہے، اللہ تعالیٰ رحم فرماوے، میرے مختار ومنشی اور جو لوگ کام دفتر کا کرنے والے ہیں، سب کے سب چپکے روانہ ہوگئے۔ یہ قریہ گویا اس وقت خالی ہے۔ ہم اس وقت یہ خط لکھتے ہیں اور طبیعت بالکل حاضر نہیں ہے۔ اللہ اللہ ہر دن دو تین موتیں ہوتی ہیں۔ سارے لوگ جھونپڑی میں بدحواس

....

(۱) نزہۃ الخواطر ج ۸ ص ۱۷۹

(۲) ملاحظہ ہو: فتاویٰ نذیریہ ج ۱ (ٹائٹل پیج کی پشت پر) طبع اول، مکاتیب نذیریہ ج ۱ ص ۲-۳، الحیاۃ بعد المماۃ ص ۵-۶ سیرۃ البخاری ص ۳۳-۳۴، الامر المبرم فی الرد علی الکلام المحکم ص ۲۱۲، تذکرہ علمائے حال ص ۳۱، رکعات تراویح (تالیف حافظ عبداللہ غازی پوری) ص ۹ (طبع لکھنو ۱۸۹۹ء)، الارشاد الی سبیل الرشاد ص ۳۸۶ (طبع لاہور ۱۹۶۶ء)۔

ہیں، اشخاص چند اندر مکان کے بستے ہیں، یہ قریہ صغیرہ حکم میں قریہ کبیرہ کے ہے، چونکہ ساری اشیاء مایحتاج الیہا ہر وقت ملتی ہیں، مگر آج کل چونکہ سارے لوگ بھاگے ہوئے ہیں، ایک پیسہ کی چینی بھی نہیں ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرماوے''(۱)۔

ڈیانواں آنے کے چند ہی روز بعد ۱۳ ربیع الاول مطابق ۱۵ مارچ کو وہ خود طاعون کے مرض میں مبتلا ہوئے اور چھ دن بعد ۱۹ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ مطابق ۲۱ مارچ ۱۹۱۱ء کو بروز سہ شنبہ ۶ بجے صبح ۵۶ سال کی عمر میں انتقال کر گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بقول مولانا ابو القاسم سیف بنارسی، ''جس وقت کہ دنیا کا آفتاب طلوع ہوا تھا، اسی وقت دین کا آفتاب (شمس الحق) غروب ہوا''(۲)۔

ان کی وفات پر بہت سے اہل علم نے قطعات تاریخ اور شعراء نے اردو، فارسی اور عربی میں مرثیے کہے۔ علماء نے تاثرات قلمبند کئے۔ مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی کے تینوں زبانوں میں پر درد اشعار اور مختلف مادہ ہائے تاریخ اور مولانا ابوالوفا ثناء اللہ، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی، شاہ عین الحق پھلواروی اور مولانا عبدالسلام مبارک پوری کے تاثرات قابل ذکر ہیں(۳)، لیکن طوالت کے خوف سے ان کو قلم انداز کیا جاتا ہے(۴)۔

اولاد

علامہ شمس الحق عظیم آبادی کی چار [چھ] لڑکیاں اور تین لڑکے تھے(۵)۔ لڑکوں کے نام یہ ہیں۔

(۱) محمد شعیب:۔ یہ بچپن میں پانچ ہی ماہ کی عمر میں ۱۷ رجب ۱۲۹۷ھ کو انتقال کر گئے تھے

(۲) حکیم ابوعبداللہ محمد ادریس:۔ یہ ۱۶ رجب ۱۲۹۸ھ کو پیدا ہوئے۔ دینی تعلیم مکمل کرنے کے بعد انہوں نے طب کی تحصیل کی اور اپنے اطراف کے ایک بڑے طبیب کی حیثیت سے معروف ہوئے۔ ان کی ایک کتاب ''اعدل الأقوال فی بیان الظلم علی العباد'' کا ذکر

....

(۱) اہلحدیث ۳۱ مارچ ۱۹۱۱ء ص ۴

(۲) الامر المبرم ص ۲۱۲

(۳) ایضاً ص ۲۱۲، ۲۱۴ و ہفتہ وار اہلحدیث ۳۱ مارچ و ۲۱ اور ۲۸ اپریل ۱۹۱۱ء

(۴) ''حیاۃ المحدث'' ص ۶۳-۶۸ میں بعض علماء وشعراء کے تاثرات نقل کئے گئے ہیں

(۵) یادگار گوہری ص ۱۱۲ تا ۱۲۵۔ علامہ عظیم آبادی کے اولاد و احفاد کا نقشہ اس کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔ یہ علامہ شمس الحق کے پڑپوتے حماد شمسی اور عبدالرقیب سے حاصل شدہ معلومات پر مبنی ہے۔

ملتا ہے، لیکن میری نظر سے نہیں گزری۔بعض مضامین اور مقالات اہل حدیث (امرتسر) میں بھی شائع ہوئے ہیں۔انہوں نے اپنے والد کی وفات کے بعد ڈیانواں میں ''جامع ازہر'' کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا تھا۔وہ ''مدرسہ اصلاح المسلمین'' (پٹنہ) کے ناظم بھی بہت دنوں تک رہے۔سیاسی اعتبار سے مسلم لیگ کے زبردست حامی تھے۔اسی وجہ سے آخر عمر میں وہ ڈھاکہ منتقل ہوگئے اور وہیں دسمبر ۱۹۶۰ء کو وفات پائی۔ان کے سات لڑکیاں اور چار لڑکے پیدا ہوئے۔لڑکوں کے نام یہ ہیں۔ابومحمد عبداللہ (م ۱۹۳۹ء)، عبدالباسط (م ۱۹۷۳ء)، عبدالمعطی (یہ کمسنی میں وفات پاگئے) اور عبدالمعز۔یہ ابھی تک بہار شریف میں بقید حیات ہیں(۱)۔

(۳) حافظ عبدالفتاح المعروف بہ محمد ایوب۔یہ بروز یکشنبہ ۷ محرم ۱۳۰۵ھ کو پیدا ہوئے۔

حفظ قرآن کے بعد دینی تعلیم حاصل کی۔اپنے والد، چچا مولانا محمد اشرف اور بڑے بھائی حکیم محمد ادریس کے ساتھ ۱۳۱۲ھ میں حج کے لئے تشریف لے گئے تھے۔وہاں حجاز کے علماء ومشائخ سے استفادہ کیا۔وطن واپس آنے کے بعد وہ چند سال ڈیانواں میں رہے۔پھر کچھ ہی دنوں کے بعد وہ ہرداس بگہہ (۲) منتقل ہوگئے۔کچھ دنوں صادق پور(۳) (پٹنہ) میں بھی مقیم رہے۔۱۹۳۴ء(۴) میں انتقال کیا اور اپنے پیچھے تین لڑکے [محمد ابوالقاسم (م ۱۹۷۹ء)، محمد محسن (م ۲۰۰۴ء) اور محمد احسن] (م ۱۹۹۵) چھوڑے(۵)۔

کتب خانہ

اوپر گزر چکا ہے کہ مولانا کو کتابیں جمع کرنے کا بڑا شوق تھا، چنانچہ ان کا کتب خانہ

(۱) حکیم محمد ادریس کے مختصر حالات میں نے ''حیاۃ المحدث'' (ص ۲۶۲۔۱۶۴) میں لکھ دیئے ہیں۔مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: یادگار گوہری ص ۱۱۳ و ۱۲۰، اہل حدیث (امرتسر) ۱۲ دسمبر ۱۹۱۹ء و ۲۹ اپریل ۱۹۲۲ء مکتوب حکیم محمد ادریس بنام مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی مورخہ ۲۴ محرم ۱۳۳۸ھ، ہندوستان میں اہل حدیث کی خدمات ص ۱۶۵۔۱۶۶

[(۲) فاضل مئولف کو حافظ محمد ایوب ڈیانوی کے حالات صحیح طور پر معلوم نہیں ہوسکے تھے۔وہ اپنے والد کے انتقال کے بعد ہرداس بگہا منتقل ہوگئے تھے]۔

[(۳) آخری دنوں مین وہ صادق پور منتقل ہوگئے تھے اور وہیں ان کا انتقال ہوا]

[(۴) محمد ایوب کا انتقال ۱۹۳۴ء میں نہیں، بلکہ ۱۹۲۴ء میں ہوا تھا۔اللہ تعالیٰ نے ان کو دو لڑکیاں اور ۵ لڑکے عطا کئے تھے۔ابوذر اور ابوالحسن کم عمری میں انتقال کرگئے تھے۔ابوالقاسم (م ۱۹۷۹ء)، محمد محسن (م ۲۰۰۴)، محمد احسن (م ۱۹۹۵ء)]۔

(۵) حافظ محمد ایوب کے مختصر حالات کے لئے دیکھئے: یادگار گوہری ص ۱۲۰۔۱۲۳ اور ''حیاۃ المحدث'' ص ۲۶۴

ہندوستان کے عظیم الشان کتب خانوں میں شمار ہوتا تھا۔یہ مختلف فنون کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتابوں پر مشتمل تھا، فن حدیث کے اتنے عمدہ ذخیرے سے اس وقت کے اکثر کتب خانے خالی تھے۔اس کتب خانے میں مخطوطات اور نادر و نایاب کتابوں کا اتنا بڑا ذخیرہ اکٹھا ہوگیا تھا جو یورپ کے بعض بڑے بڑے کتب خانوں میں بھی نہیں پایا جاتا تھا(۱)۔ بنارس کے ٹاؤن ہال میں ۱۴ اپریل ۱۹۰۶ء کو ندوۃ العلماء کے زیر اہتمام جن نادر و کمیاب کتابوں کی نمائش کی گئی تھی، ان میں فن حدیث کی بعض نہایت قدیم اور نایاب کتابیں علامہ شمس الحق عظیم آبادی ہی کے کتب خانے سے آئی تھیں، مولانا شبلی نعمانی مرحوم نے مندرجہ ذیل کتابوں کا ذکر کیا ہے۔

(۱) مسند عبد بن حميد الكسى مسند أبو عوانة

(۲) كشف الاستار عن زوائد مسند البزار للهيثمى

(۳) مصنف ابن أبى شيبة

(۴) معرفة السنن و الآثار للبيهقى

(۵) معالم السنن للخطابى

(۶) شرح سنن أبى داود لابن القيم(۲)

ان کے علاوہ صحيح ابن حبان، مسند بزار، مسند حميدى، الثقات لابن حبان، تاريخ الاسلام للذهبى، قيام الليل للمروزى، الا لمام لابن دقيق العيد، شروط الأئمة الخمسة للحازمى، التنقيح للزركشى، نورالعينين فى اثبات رفع اليد ين لابى اسحق اللهراوى الا عظمى، التمهيد لابن عبدالبر، شرح الشمائل للترمذى لمحمد عاشق بن عمر الحنفى، تقييد المهمل و تمييز المشكل لأبى على حسين بن محمد الجيانى، النفس اليمانى، تحفة الأشراف للمزى اور النكت الظراف على الأطراف لابن حجر جیسی

(۱) اہلحدیث ۲۸ اپریل ۱۹۱۱ء ص ۳ و ۴۔ اس کتب خانے سے متعلق ایک اچھا تعارفی مضمون برہان (دہلی) جولائی ۱۹۵۱ء میں شائع ہوچکا ہے۔مضمون نگار ہیں ابوسلمہ شفیع احمد بہاری۔

(۲) الندوہ ج ۳ نمبر ۲، مقالات شبلی ج ۷ ص ۱۱۱ و اہلحدیث ۳۱ مارچ ۱۹۱۱ء

سیکڑوں اہم قلمی کتابیں کتب خانے میں موجود تھیں (۱)۔ یہ کتب خانہ علامہ عظیم آبادی کی عمر بھر کی محنت و جانفشانی کا نتیجہ اور ان کے خداداد شوق علم کا ثمرہ تھا۔ مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی اس کتب خانہ کی متعدد کتابوں کے نام گنانے کے بعد لکھتے ہیں۔

'' افسوس اور کتابوں کے نام اس وقت یاد نہیں آتے .....غرض صوبہ بہار میں خدابخش خاں مرحوم کے کتب خانے کے بعد جو بانکی پور میں ہے، ان کا کتب خانہ قابل ذکر تھا، لیکن ذخیرہ حدیث و تفسیر و اسماء الرجال کے لحاظ سے ان کے کتب خانے کا نمبر اول ہے'' (۲)۔

لیکن یہ بیش قیمت کتب خانہ اب باقی نہیں رہا۔ علامہ عظیم آبادی کی وفات کے بعد مولانا عبدالسلام مبارک پوری نے ان کے صاحبزادے سے دردمندانہ گزارش کی تھی۔

''میں فاضل لوذعی حکیم محمد ادریس صاحبزادہ سے ملتمس ہوں کہ کتب خانے کے جواہر نادرۃ الوجود اور لعل ہائے گراں مایہ کی آپ قدر کریں گے اور کتب خانے کی فہرست مرتب کرا کر طبع کرادیں گے۔ کیونکہ علامہ ابوالطیب نے بارہا مجھ سے فرمایا تھا کہ کتب خانے کی مکمل فہرست تیار نہیں، میرا ارادہ مصمم ہے کہ جلد فہرست مرتب کرادوں، لیکن کثرت اشغال سے فرصت نہیں ملتی۔

ایک دوسری التماس یہ ہے کہ علامہ ابوالطیب نایاب سے نایاب اور قیمتی سے قیمتی قلمی کتابوں کے عاریۃً دینے میں مطلقا عذر نہ فرماتے اور وہ اس میں بڑی فیاضی سے کام لیتے، جن سے اکثر دھوکا بھی اٹھانا پڑتا۔ لیکن اس میں انہوں نے کبھی بخل سے کام نہ لیا۔ بلکہ وہ شائقین علم کے شائق تھے، پس یہ فیض بھی آپ کا جاری رکھنا بہتر ہے، لیکن اس کے لئے کوئی باضابطہ انتظام کرنا ضروری ہے'' (۳)۔

مگر بعد میں اس کا جو حشر ہوا وہ شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ رحمانی کی زبانی سنیئے۔

''افسوس اب (۱۹۴۸ء) اس کتب خانے سے علامہ مرحوم کے اخلاف میں سے کوئی فائدہ

(۱) دیکھئے: سیرۃ البخاری ص ۳۵، ۲۰۶، ۲۵۱۔ تراجم علمائے حدیث ہند ج ا ص ۳۸۳، شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ ص ۳۳۴، الفرقان (شاہ ولی اللہ نمبر) ص ۲۸۶ (طبع اول)، الارشاد الی سبیل الرشاد ص ۳۸۲، تحفۃ الاشراف (مقدمہ جلد اول)۔

(۲) اہل حدیث ۳۱ اکتوبر ۱۹۱۹ء

(۳) اہل حدیث ۲۸ اپریل ۱۹۱۱ء ص ۴

اٹھانے والا ہے نہ دوسروں کو فائدہ پہنچانے والا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون''(۱)۔

آخر میں مجھے اس کتب خانے سے متعلق جناب عبدالرقیب (۲) سے بعض ایسے حقائق معلوم ہوئے جن کا ذکر یہاں ضروری ہے۔ ان کا بیان ہے کہ اس کا ایک اچھا خاصا ذخیرہ حکیم محمد ادریس صاحب نے خدا بخش لائبریری کو دے دیا تھا۔ یہ حصہ ڈیانواں کلکشن کے نام سے اب تک محفوظ ہے۔ خدا بخش لائبریری کی عربی مخطوطات کی فہرست (مفتاح الکنوز) جلد سوم میں علامہ عظیم آبادی کے کتب خانے کی بے شمار کتابوں کا تذکرہ ملتا ہے۔ غیر مطبوعہ فہرست جلد چہارم میں بھی اس کی بہت سی کتابوں کے نام نظر آتے ہیں۔

کتب خانے کے اس محفوظ ذخیرے کے علاوہ باقی کتابیں دو المناک حادثوں کا شکار ہوگئیں۔ پہلا حادثہ ۱۹۴۶ء میں پیش آیا جب کہ ڈیانواں کے اطراف میں مسلم کش فسادات سے متاثر ہوکر بہت سے لوگوں نے علامہ عظیم آبادی کے آبائی مکان میں پناہ لی اور اس موقع پر ان کا قیام لائبریری والے کمروں میں بھی ہوا۔ اس وقت بے توجہی کی وجہ سے بہت سی نادر کتابیں ادھر ادھر ہوگئیں اور بہت ساری اس شدید آزمائش اور افراتفری میں ناواقفیت کی بنا پر پناہ گزینوں کے کھانا پکانے کے لئے چولھے کی نذر ہوگئیں۔

دوسرا حادثہ ۱۹۷۱ء کا ہے، جب کہ بنگلہ دیش کی تحریک شروع ہوئی تھی اور اس سلسلے میں خصوصی طور پر میرپور (ڈھاکہ) میں قتل و خونریزی کے واقعات پیش آئے، جہاں علامہ شمس الحق عظیم آبادی کے کتب خانے کے کچھ اہم نوادر حکیم محمد ادریس صاحب کے بعد ان کے داماد اور بھتیجے جناب محمد ابوالقاسم کے پاس محفوظ تھے۔ فسادات کے بعد ان نوادر کا کچھ پتہ نہ چلا، واللہ اعلم وہ ابھی کسی جگہ موجود بھی ہیں یا ضائع ہوگئے۔

ایسے عظیم الشان کتب خانے کا یہ انجام کتنا دردناک ہے!!

تصنیفات

مولانا کو تصنیف و تالیف کا بڑا عمدہ ذوق تھا، کتب حدیث کی شرح و تحقیق اور تصحیح و تعلیق

(۱) سیرۃ البخاری ص ۳۳ (طبع دوم) حاشیہ

[(۲) عبدالرقیب بن عبدالباسط بن محمد ادریس بن ابوطیب محمد شمس الحق عظیم آبادی]

کے علاوہ فقہ وفتاویٰ، رجال وتاریخ اور تذکرہ وسیر میں بھی انہوں نے مفید اور بلند پایہ کتابیں یادگار چھوڑی ہیں، ان تصانیف کے مطالعے سے ان کے علمی تبحر، جامعیت، وسعت نظر، حدیث و فقہ میں بصیرت، رجال واسناد اور تاریخ وسیر میں مہارت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ذیل میں ان کی تصنیفات کا مختصر تعارف کرایا جاتا ہے(۱)۔

(۱) غاية المقصود فی حل سنن أبی داود

یہ سنن ابی داود کی مبسوط اور جامع شرح ہے، لیکن اس کی صرف ایک ہی جلد مطبع انصاری دہلی سے غالبًا ۱۳۰۵ھ میں مولانا تلطف حسین عظیم آبادی (متوفی ۱۳۳۴ھ) کے اہتمام سے شائع ہوئی ہے، عام خیال یہ ہے کہ یہ ۳۲ جلدوں میں ہے (۲)۔ لیکن یہ سب جلدیں لکھی نہ جاسکیں، بلکہ یہ علامہ عظیم آبادی کا پروگرام تھا، وفات تک یہ شرح نامکمل رہی (۳)۔ مولانا عبدالسلام مبارک پوری (م۱۳۴۲ھ) تحریر فرماتے ہیں۔ غاية المقصود غالبًا دس پاروں تک پہنچی جو بعد ختم تقریباً عینی شرح بخاری کے برابر پہنچتی (۴)۔ مگر یہ بیان صحیح نہیں معلوم ہوتا کیوں کہ عون المعبود کے آخر میں ''فوائد متفرقہ'' کے زیر عنوان تحریر کیا گیا ہے۔

''و منها قول أبی داود فی باب الأمراض المكفرة للذنوب من كتاب الجنائز۔ ذكر اولا صاحب الغاية مثل ما ذكر فی هذا الشرح ثم قال فی الغاية(۵)۔

ترجمہ: ابوداود کے قول کو کتاب الجنائز کے باب الامراض المکفرة للذنوب میں صاحب غاية المقصود نے پہلے اسی طرح ذکر کیا ہے جس طرح اس شرح میں مذکور ہے۔ پھر غاية المقصود

(۱) تفصیل کیلئے دیکھئے: حیاۃ المحدث ص ۲۹۔۲۳۴

(۲) ہندوستان میں اہلحدیث کی علمی خدمات صفحات ۲۵، ۴۵۔ تذکرۃ المحدثین (دارالمصنفین) ج ا ص ۳۰۱، ترجمان (دہلی) ۱۵ نومبر ۱۹۷۱ء، الاعتصام (لاہور) ۲۷ستمبر ۱۹۶۸ء۔

(۳) یادگار گوہری ص ۱۰۹۔ تذکرہ علمائے حال ص ۳۱۔ نزہۃ الخواطر ج ۸ ص ۱۸۰۔ اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں ص ۲۱۷۔ الحیاۃ بعد المماۃ ص ۳۴۴۔ مقدمہ اتحاف النبیہ فیما یحتاج الیہ المحدث والفقیہ ص ۲۸۔

(۴) اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۸ اپریل ۱۹۱۱ء

(۵) عون المعبود ج ۴ ص ۵۵۲۔۵۵۳

میں لکھتے ہیں۔

اس تحریر میں جس باب کا حوالہ دیا گیا ہے وہ سنن ابی داوٗد کے بیسویں پارے اور عون المعبود کی تیسری جلد میں ہے(۱)۔ اس کے بعد بھی عون المعبود میں کئی جگہ غاية المقصود کا حوالہ آیا ہے۔ آخری بار تیسری جلد کے اندر ''باب فی الدعاء للميت اذا وضع فی قبره''(جو سنن ابی داوٗد کے اکیسویں پارے میں ہے) میں غاية المقصود کا ذکر ہے(۲)۔ اس کے بعد پھر کہیں اس کا حوالہ نہیں آیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ غاية المقصود کی شرح کم از کم اکیس پارے تک مکمل ہو چکی تھی، مگر افسوس کہ شرح کے جو اجزا لکھے جا چکے تھے ان میں سے صرف دو جلدیں خدا بخش لائبریری میں محفوظ رہ گئی ہیں، جن میں کتاب الطہارۃ کی شرح مکمل ہو گئی ہے اور کتاب الصلوٰۃ کے بھی چند ابواب کی شرح موجود ہے۔ باقی حصوں کے متعلق یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کیا ہوئے؟

مطبوعہ جلد بڑی تقطیع کے ۱۹۶ صفحے پر مشتمل ہے، اس میں ابتدا یعنی کتاب الطہارۃ کے ۷۵ ابواب کے تحت درج ۱۸۴ حدیثوں کی شرح وتوضیح کی گئی ہے۔ شروع میں ایک مقدمہ ہے جو امام ابوداود کے حالات وکمالات اور سنن کے متعلق مفید معلومات پر مشتمل ہے۔ اس کو سنن ابی داود کی مفید اور اہم شرحوں میں خیال کیا جاتا ہے، بلکہ متعدد حیثیتوں سے یہ سنن کی تمام شرحوں سے بہتر ہے۔ مشہور حنفی عالم اور سنن ابی داوٗد کے شارح مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے بھی اس کی اہمیت اور خوبیوں کا اعتراف کیا ہے(۳)۔ اس شرح کا نیا ایڈیشن تین جلدوں میں علمی اکیڈمی فاؤنڈیشن، کراچی کی طرف سے ۱۴۱۴ھ میں شائع ہو چکا ہے جس میں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ دونوں حصے شامل ہیں۔

(۲) عون المعبود علی سنن أبی داود

یہ بھی سنن ابی داود کی شرح اور دراصل غاية المقصود کا خلاصہ ہے، جو چار ضخیم جلدوں میں مطبع انصاری دہلی سے بڑی تقطیع کے تقریباً ۱۹۰۰ صفحات پر ۱۳۱۸ھ تا ۱۳۲۳ھ میں شائع ہوئی ہے، عام طور پر ان چاروں جلدوں کو علامہ شمس الحق عظیم آبادی کی تصنیف خیال کیا جاتا ہے۔ جلد ثالث کے خاتمے اور جلد رابع کے آغاز واختتام میں اس کی تصریح بھی موجود ہے۔ لیکن پہلی جلد کے خطبہ وخاتمہ اور دوسری

(۱) عون المعبود ج ۳ ص ۱۴۹

(۲) ایضاً ج ۳ ص ۲۰۶

(۳) بذل المجہود ج ا ص ا

جلد کے خاتمے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مولانا شرف الحق محمد اشرف ڈیانوی (م ۱۳۲۶ھ) کی تصنیف ہے، جو علامہ عظیم آبادی کے چھوٹے بھائی تھے، غالبًا اسی بنا پر صاحب بذل المجہود (۱)، صاحب معجم المطبوعات العربیہ (۲) اور بعض دوسرے حضرات (۳) کو التباس ہوگیا ہے اور انہوں نے عون المعبود کو مولانا اشرف کی تصنیف قرار دیا ہے، اس لئے اس مسئلہ کی مختصر تنقیح ضروری معلوم ہوتی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ عون المعبود اصلاً علامہ شمس الحق عظیم آبادی ہی کی شرح ہے (۴)، مگر چونکہ ابتدا کی دونوں جلدوں کو غایۃ المقصود سے مختصر کرنے کا کام ان کے چھوٹے بھائی مولانا محمد اشرف (م ۱۳۲۶ھ) اور کچھ دوسرے علماء مثلاً مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری (م ۱۳۵۳ھ)، حکیم محمد ادریس ڈیانوی، مولانا عبدالجبار ڈیانوی، قاضی یوسف حسین خانپوری وغیرہم (۵) نے کیا تھا اور اس سلسلے میں ہر طرح علامہ عظیم آبادی کی مدد کی تھی، اس لئے تالیف قلب کی غرض سے ابتدائی دو جلدوں کی نسبت اپنے بھائی کی طرف کردی، جیسا کہ حکیم عبدالحئی حسنی (م ۱۹۲۳ء)، مولانا محمد اشرف کے تذکرے میں لکھتے ہیں۔

وقد عزا اليه صنوة شمس الحق المجلد الأول من عون المعبود، أخبر ني بذلك الشيخ شمس الحق (۶)۔

ترجمہ: علامہ شمس الحق نے اپنے بھائی کی طرف عون المعبود جلد اول کی تالیف کا انتساب کردیا ہے۔ یہ بات مجھ سے خود شیخ شمس الحق نے بیان کی ہے۔

....

(۱) ایضاً

(۲) معجم المطبوعات العربیہ ص ۳۱۰

(۳) المسلمون فی الھند لابی الحسن علی الندوی ص ۴۲۔ ہندوستانی مسلمان ص ۴۵۔ برہان (دہلی) اگست ۱۹۶۵ء۔ التصریح بما تواتر فی نزول مسیح للکشمیری ص ۴۱ (حاشیہ)، مفتاح الکنوز ج ۳ ص ۳۸ (لیکن اس کی تصحیح آخر میں کردی گئی ہے ج ۳ ص ۲۰۹)۔ مولانا ظفر احمد تھانوی نے عجیب ہی بات لکھ دی، وہ کہتے ہیں کہ ”عون المعبود کے مؤلف مولانا شمس الحق عظیم آبادی اور غایۃ المقصود کے مؤلف ان کے بڑے بھائی ابوالطیب ہیں!!“ (معارف مئی ۱۹۴۴ء)۔

(۴) عون المعبود کی ابتدائی دو جلدوں کے قلمی نسخے خدا بخش لائبریری میں (زیر رقم ۳۱۱۷۔ ۳۱۱۸) موجود ہیں ان میں سے دوسری جلد کے ٹائٹل پر خود علامہ شمس الحق نے اپنے قلم سے تحریر فرمایا ہے۔ ”الجزء الثانی من عون المعبود......من تالیف العبد الضعیف ابی الطیب عفی عنہ“۔

(۵) دیکھئے: عون المعبود ج ۴ ص ۵۵۳، تراجم علمائے حدیث ہند ج ۱ ص ۴۰۲

(۶) نزھۃ الخواطر ج ۸ ص ۴۰۸ پر دیکھئے: علامہ عظیم آبادی کا خط بنام حکیم عبدالحئی، نمبر ۲ اور ضمیمہ کتاب

اس طرح علامہ کے تمام احباب اور تلامذہ نے عون المعبود کو علامہ شمس الحق عظیم آبادی ہی کی تالیف بتایا ہے (۱)۔ عون المعبود کے ناشر مولانا تلطف حسین عظیم آبادی اور دوسرے تقریظ نگاروں نے بھی چاروں جلدوں کو علامہ شمس الحق عظیم آبادی ہی کی جانب منسوب کیا ہے (۲)۔

اوپر کی تصریحات سے ثابت ہوتا ہے کہ ”عون المعبود“ کے مؤلف علامہ شمس الحق عظیم آبادی ہی ہیں۔ انہیں سنن ابی داؤد کی مفصل شرح لکھتے وقت اس کی ایک مختصر شرح کی تالیف کا خیال ہوا، چونکہ وہ دو جلدوں کے بقدر مفصل شرح لکھ چکے تھے، اسی لئے تلخیص کا کام جو نسبتاً آسان تھا اپنے چھوٹے بھائی اور بعض دوسرے علماء کے ذمہ کردیا، اور انہوں نے علامہ عظیم آبادی کے مشورے اور امداد سے یہ کام انجام دیا۔ اس طرح ان دونوں جلدوں کے بعد بھی مختصر شرح کی ترتیب وتالیف کا کام علامہ شمس الحق نے ان علماء کے اشتراک سے کیا۔ اس شرح کی تالیف میں کل سات سال کی مدت صرف ہوئی۔ سید شاہجہاں دہلوی اپنے قطعہ تاریخ میں کہتے ہیں (۳)۔

جان ودل، مال وزر کھپانے سے ہوئی ہے سات سال میں تیار

اس شرح میں بھی غایۃ المقصود کی اہم خصوصیات آگئی ہیں، دونوں میں محض اجمال و تفصیل کا فرق ہے۔ بعض مقامات پر عون المعبود میں بھی بڑے طویل مباحث آگئے ہیں (۴)۔ اہل فن کا خیال ہے کہ اس میں سنن ابی داؤد کی اسانید ومتون کی مشکلات کو حل کیا گیا ہے اور یہ بے شمار لطیف و دقیق مسائل ومباحث کا مجموعہ، نادر تحقیقات اور علمی نکات پر مشتمل ہے اور مختصر ہونے کے باوجود مفید مطلب ہے (۵)۔ علامہ محمد منیر دمشقی (م ۱۳۶۹ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

”كل من جاء بعده من شيوخ الهند وغيره استمد وا من شرحه“ (۶)۔

....

(۱) مولانا فضل حسین مظفر پوری: الحیاۃ بعد المماۃ ص ۳۴۴، مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی۔ اہل حدیث (امرتسر، ۳۱ اکتوبر ۱۹۱۹ء، مولانا عبدالسلام مبارکپوری، اہل حدیث (امرتسر) ۲۸ اپریل ۱۹۱۱ء۔ مولانا عبدالحئی حسنی: نزھۃ الخواطر ج ۸ ص ۱۸۔ ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی: تراجم علمائے حدیث ہند ج ۱ ص ۲۶، ۳۷ وغیرہ۔ ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات ص ۴۵۔

(۲) عون المعبود ج ۴ ص ۵۵۴۔ ۵۵۸، ۵۷۰

(۳) عون المعبود ج ۴ ص ۵۵۸

(۴) میں نے عون المعبود کی چاروں جلدوں میں بیس ایسے مباحث کی نشاندہی کی ہے جو نسبتاً زیادہ طویل ہیں۔ حوالوں کے لئے دیکھئے: حیاۃ المحدث ص ۱۵۶۔ ۱۵۹

(۵) ملاحظہ ہوں تقریظات عون المعبود ج ۴

(۶) النموذج من الاعمال الخیریۃ ص ۶۲۷

ترجمہ: مصنف کے بعد ہندو بیرون ہند کے تمام علماء نے اس شرح سے استفادہ کیا ہے۔

اس کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کے ساتھ سنن ابی داؤد کا صحیح ترین متن بھی شامل ہے۔

یہ شرح ہندوستان کے علاوہ لبنان اور پاکستان سے بھی فوٹو آفسٹ پر اور سعودی عرب سے ٹائپ پر طبع ہو چکی ہے۔ آخری ایڈیشن المکتبۃ السّلفیہ (مدینہ منورہ) سے متوسط سائز کی چودہ جلدوں میں شیخ عبدالرحمٰن محمد عثمان کی تصحیح کے ساتھ ۱۹۶۸ء اور ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا ہے، اس میں متن پر اعراب بھی ہے او ہر ہر باب کی حدیثوں پر نمبر بھی لگا دیا گیا ہے۔ لیکن افسوس کہ اس میں بے حد تصریفات در آئی ہیں۔

(۳) التعليق المغنى على سنن الدار قطنى

علامہ شمس الحق عظیم آبادی کا ایک اہم کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے پہلی بار حدیث کی عظیم الشان کتاب دارقطنی کا متن اپنی مفید تعلیقات کے ساتھ شائع کیا[۱]۔ متن کی ترتیب تین قلمی نسخوں کی مدد سے کی گئی ہے، ان کے حواشی وتعلیقات کی نوعیت کا اندازہ ان کے اس بیان سے ہوتا ہے۔

''اكتفى فيها على تنقيح بعض احاديث و بيان علله و كشف بعض مطا لبه على سبيل الايجاز والاختصار''[۲]۔

ترجمہ: میں اس میں بعض حدیثوں پر تنقید کر کے ان کی علتیں بیان کروں گا اور مختصراً بعض کے مطالب بھی واضح کروں گا۔

اس کے مقدمہ میں امام دارقطنی اور ان کی سنن کے متعلق مفید معلومات تحریر کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب بڑی تقطیع کی دو جلدوں میں مطبع فاروقی دہلی سے پہلی بار ۱۳۱۰ھ میں شائع ہوئی، اس کا

(۱) بروکلمان نے اپنی کتاب GAL (تاریخ الادب العربی ج ۳ ص ۲۱۱) اور سزگین نے GAS (تاریخ التراث العربی ج ۱ ص ۳۳۸) میں ایک دوسرے ایڈیشن کا بھی ذکر کیا ہے جو علامہ عظیم آبادی کے ایڈیشن سے قبل دہلی سے شائع ہوا۔ لیکن یہ درست نہیں، یہ ایڈیشن مجھے کسی لائبریری میں آج تک نظر نہیں آیا۔ اور بیسیوں علماء و محققین سے رجوع کرنے پر بھی اس کا پتہ نہیں چلا۔ مجھے اس لئے اب یقین ہو چلا ہے کہ مذکورہ ایڈیشن کا وجود ہی نہیں ہے، اور پہلی بار سنن دارقطنی علامہ شمس الحق عظیم آبادی ہی نے ایڈٹ کر کے شائع کی۔ اس کے تمام نسخوں کی تفصیل بھی علامہ عظیم آبادی نے مقدمہ میں دی ہے۔ اگر کوئی ایڈیشن اس سے قبل دہلی ہی سے شائع ہوا ہوتا تو وہ ضرور اس کا ذکر کرتے۔

(۲) التعلیق المغنی ج ۱ ص ۲

فوٹو پاکستان سے شائع ہو چکا ہے۔ ایک اور ایڈیشن ٹائپ پر شیخ عبداللہ یمانی کی تصحیح کے ساتھ مدینہ منورہ سے ۱۹۶۶ء میں شائع ہوا ہے۔ اس کا فوٹو بھی لبنان اور پاکستان میں کئی بار لیا جا چکا ہے۔

(۴) رفع الالتباس عن بعض الناس

۳۴ صفحے کا یہ رسالہ ۱۳۱۱ھ میں بڑی تقطیع پر مطبع فاروقی دہلی سے شائع ہوا تھا۔ بعض لوگوں نے غلطی سے اس کو مولانا محمد اسماعیل علی گڑھی[۱] (م ۱۳۱۱ھ) اور بعض نے سید نذیر حسین محدث دہلوی[۲] (م ۱۳۲۰ھ) کی تصنیف قرار دیا ہے۔

یہ رسالہ ''بعض الناس فی دفع الوسواس'' کے جو حنفیہ پر امام بخاری کے اعتراضات کو غلط ثابت کرنے کے لئے لکھا گیا تھا، جواب میں ہے۔ لیکن اس میں جماعتی عصبیت سے کام نہیں لیا گیا ہے اور امام اعظم کے فضل و کمال کا نہایت فراخ دلی سے اعتراف کیا گیا ہے۔ اس کا دوسرا ایڈیشن مولانا عبدالتواب ملتانی (م ۱۳۶۶ھ) نے ملتان سے ۱۳۵۸ھ میں شائع کیا تھا۔ تیسرا ایڈیشن میری تصحیح و ترتیب کے بعد ٹائپ پر بنارس سے ۱۳۹۶ھ میں شائع ہوا ہے۔

(۵) اعلام أهل العصر با حكام ركعتي ا لفجر

مطبع انصاری دہلی نے ۱۳۰۵ھ میں بڑی تقطیع کے ۶۷ صفحات پر اس کو شائع کیا تھا۔ موضوع نام سے ظاہر ہے، اکثر اہل علم نے اعتراف کیا ہے کہ ابھی تک اس موضوع پر اس سے بہتر کوئی رسالہ نہیں لکھا گیا ہے۔ ادارہ علوم اثریہ (پاکستان) نے جناب ارشاد الحق اثری کی تخریج و حواشی کے ساتھ بہترین ٹائپ پر اس کو ۱۹۷۴ء میں دوبارہ شائع کیا ہے۔ اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ خود علامہ عظیم آبادی کے ہاتھ کا لکھا ہوا خدا بخش لائبریری میں زیر رقم ۵۰۱ موجود ہے۔

(۶) المكتوب اللطيف الى المحدث الشريف

علامہ عظیم آبادی نے میاں نذیر حسین محدث دہلوی کو مکہ معظمہ سے ۱۳۱۲ھ میں ایک طویل خط لکھ کر اجازہ عامہ سے متعلق بعض سوالات دریافت کئے تھے۔ اس رسالہ میں علامہ کے مکتوب گرامی کے ساتھ میاں صاحب کا جوابی خط بھی آ گیا ہے جو ۶ رسالوں کے ایک مجموعہ کے ساتھ

(۱) ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات ص ۴۳ و تراجم علمائے حدیث ہند ج ۱ ص ۲۲۷ و تاریخ صحافت اردو جلد ۲ حصہ ۱ ص ۲۵۶

(۲) مقدمہ انوار الباری ج ۲ ص ۲۲۹، معجم المؤلفین ج ۱۲ ص ۷۵، الامام البخاری محدثاً وفقیہاً ص ۱۹۳

مطبع انصاری دہلی سے ۱۳۱۴ھ میں شائع ہوا ہے۔اس کا قلمی نسخہ بخط مؤلف خدا بخش لائبریری میں زیر رقم ۳۱۲۵/ ۵ موجود ہے۔

(۷) القول المحقق

یہ چھ صفحے کا فارسی زبان میں ایک مختصر رسالہ ہے اور اعلام اہل العصر کے ساتھ چھپ چکا ہے، مؤلف نے اس میں مندرجہ ذیل سوال کا مفصل جواب تحریر کیا ہے کہ۔

'' جانوران ماکول اللحم راخصی کردن جہت تطییب لحم جائز است یا نہ؟''

ترجمہ: جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے کیا ان کے گوشت کو فربہ اور عمدہ بنانے کے خیال سے ان کو خصی کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۸) عقود الجمان فی جواز تعلیم الکتابۃ للنسوان

یہ رسالہ بھی فارسی زبان میں ہے اور پہلی بار ''سبل السلام شرح بلوغ المرام'' کے ساتھ مطبع فاروقی دہلی سے ۱۳۱۱ھ میں شائع ہوا تھا۔اس کا عربی ترجمہ کسی شخص نے کیا تھا جس کا نام نہیں ملتا۔ یہ ترجمہ محمد بن عبدالعزیز بن مانع کی تعلیقات کے ساتھ ٹائپ پر ۱۹۶۱ء میں دمشق سے شائع ہوا ہے۔اس کا دوسرا عربی ترجمہ ڈاکٹر وصی اللہ محمد عباس بستوی کی تعلیق کے ساتھ ادارہ علمی اکیڈمی فاؤنڈیشن، کراچی سے ۱۴۰۸ھ میں شائع ہوا ہے۔مصنف نے اس میں حدیثوں کی روشنی میں عورتوں کو لکھنا پڑھنا سکھانا جائز قرار دیا ہے۔ اصل فارسی رسالے کا ایک قلمی نسخہ بخط مؤلف خدا بخش لائبریری میں زیر رقم ۳۱۸۰/ ۷ موجود ہے۔

(۹) الاقوال الصحیحۃ فی احکام النسیکۃ

اس کی تاریخ تصنیف ''عجیب غریب'' (۱۲۹۴ھ) سے نکلتی ہے۔اس میں عقیقہ کی نیت اور ولادت کے وقت اذان دینے کے علاوہ اس امر پر بھی بحث کی گئی ہے کہ بچے کا نام کس دن رکھنا افضل ہے، ۱۲۹۷ھ میں مطبع فاروقی دہلی نے اس کو شائع کیا تھا۔ یہ رسالہ فارسی میں ہے۔

(۱۰) غنیۃ الالمعی

یہ مختصر عربی رسالہ ''المعجم الصغیر للطبرانی'' کے ساتھ (ص ۲۴۹۔۲۶۳) مطبع انصاری دہلی سے ۱۳۱۱ھ میں شائع ہو چکا ہے۔اس کا دوسرا ایڈیشن المکتبۃ السلفیہ، مدینہ منورہ سے ۱۹۶۸ء

میں ٹائپ پر بھی شائع ہوا ہے جس کے کئی بار فوٹو چھپ چکے ہیں۔اس کا نیا ایڈیشن انشاءاللہ جلد ہی علمی اکیڈمی فاؤنڈیشن، کراچی سے میری تصحیح و تعلیق کے بعد شائع ہوگا۔اس کا ایک قلمی نسخہ بخط مؤلف خدا بخش لائبریری میں زیر رقم ۳۱۸۰/ ۶ موجود ہے۔اس میں تین حدیثی اور فقہی امور و مسائل پر گفتگو کی گئی ہے۔

(۱۱) تعلیقات علی اسعاف المبطا برجال الموطأ

رجال موطا پر علامہ سیوطی (م ۹۱۱ھ) کی مشہور کتاب اسعاف المبطا پر یہ علامہ عظیم آبادی کی مختصر لیکن مفید تعلیق ہے۔اس میں سیوطی کے بیان پر اضافے بھی کئے گئے ہیں اور کہیں کہیں ان کی غلطیوں پر تنبیہ بھی کی گئی ہے۔علامہ عظیم آبادی نے سیوطی کے اس کمیاب رسالہ کو متعدد نسخوں کے مقابلہ و تصحیح کے بعد اپنی تعلیقات کے ساتھ ۱۳۲۰ھ میں مطبع انصاری دہلی سے شائع کیا تھا۔اس کا قلمی نسخہ بخط مؤلف خدا بخش لائبریری میں زیر رقم ۳۱۸۰/ ۳ موجود ہے۔

(۱۲) الکلام المبین فی الجہر بالتامین والرد علی القول المتین

یہ رسالہ محمد علی صاحب مرزا پوری کے رسالہ ''القول المتین فی اخفاء التامین'' کے جواب میں اردو میں لکھا گیا اور ۱۳۰۳ھ میں مطبع انصاری دہلی سے متوسط سائز کے ۴۴ صفحات پر شائع ہوا تھا۔

(۱۳) التحقیقات العلی باثبات فرضیۃ الجمعۃ فی القری

یہ رسالہ بھی اردو میں ہے اور ۱۳۰۹ھ میں مطبع احمدی پٹنہ سے شائع ہوا تھا۔موضوع نام سے ظاہر ہے۔اس کا قلمی نسخہ خدا بخش لائبریری میں بخط مؤلف زیر رقم ۳۱۸۰ موجود ہے۔[اس کی ایک اشاعت فیصل آباد سے ۱۹۷۸ء میں مولانا عبدالرحمان مبارکپوری کے رسالہ نورالابصار اور مولانا مولا بخش بڑاکری کے رسالہ التجمیع فی القری کے ہمراہ ہوئی ہے]۔اس کا عربی ترجمہ جناب عبدالقدوس محمد نذیر کی تحقیق کے ساتھ ادارہ علمی اکیڈمی فاؤنڈیشن (کراچی) نے ۱۴۰۸ھ میں شائع کیا ہے۔

(۱۴) ہدایۃ النجدین الی حکم المعانقۃ والمصافحۃ بعد العیدین

یہ اردو رسالہ ایک استفتاء کا جواب ہے جسے ولی اللہ خان نے مطبع احسن المطابع گوبند عطار، پٹنہ سے شائع کیا تھا۔ میں نے اس کا عربی ترجمہ ''حیاۃ المحدث'' (ص ۲۲۰۔۲۲۷) میں

شائع کر دیا ہے۔ یہ اپنے موضوع پر بےنظیر ہے۔ خدا بخش لائبریری میں اس کا قلمی نسخہ ان کے مجموعہ فتاویٰ میں شامل ہے۔

(۱۵) فتوی ردتعزیہ داری

یہ اردو میں لکھا گیا تھا جو مطبع سعید المطابع، بنارس سے شائع ہو چکا ہے۔ اس پر تاریخ اشاعت درج نہیں۔ اپنے موضوع پر یہ بھی لاجواب ہے۔

اس کا عربی ترجمہ جناب عبد القدوس محمد نذیر کی تحقیق کے ساتھ ادارہ علمی اکیڈمی فاؤنڈیشن (کراچی) نے ۱۴۰۸ھ میں شائع کیا ہے۔

ان مطبوعہ کتابوں کے علاوہ علامہ عظیم آبادی کی متعدد کتابیں اور رسالے غیر مطبوعہ بھی ہیں۔ اوپر غایۃ المقصود کی غیر مطبوعہ جلدوں کا ذکر کیا جا چکا ہے، مزید غیر مطبوعہ کتابوں میں سے حسب ذیل چار کے قلمی نسخے خدا بخش لائبریری میں موجود ہیں۔

(۱۶) تنقیح المسائل

یہ علامہ عظیم آبادی کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے جن کی ترتیب وتکمیل وہ اپنی حیات میں نہ کر سکے(۱)۔ خوش قسمتی سے اس کے دو مجموعے خدا بخش لائبریری میں زیر رقم ۱۷۶، ۱۷۷ (مخطوطات اردو) محفوظ رہ گئے ہیں جن میں عربی، اردو اور فارسی زبانوں میں متعدد فتاویٰ موجود ہیں، یہ علامہ کے کے علمی وتحقیقی رجحان اور فتویٰ نویسی میں ان کے مخصوص اسلوب پر روشنی ڈالتے ہیں۔

ادارہ علمی اکیڈمی (کراچی) نے علامہ شمس الحق عظیم آبادی کے وہ فتوے جو فی زمانہ دستیاب ہو سکے، انہیں یکجا کر کے ''فتاویٰ مولانا شمس الحق عظیم آبادی'' کے نام سے ۱۹۸۹ء میں شائع کر دیا ہے۔ یہ مجموعہ فتاویٰ اہل علم کے لئے ایک نادر تحفہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

(۱۷) الرسالۃ فی الفقۃ

اس کا ایک قلمی نسخہ خدا بخش لائبریری میں زیر رقم ۳۱۸۰ / ۵ موجود ہے جو ۱۳۱۱ھ میں علامہ عظیم آبادی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے (۲)۔ اس کے موضوع سے متعلق اب تک مجھے علم نہ ہو سکا۔

....

(۱) یادگار گوہری ص ۱۱، اہلحدیث (امرتسر) اکتوبر ۱۹۱۹ء، نزھۃ الخواطر ج ۸ ص ۱۸۰

(۲) دیکھئے: مفتاح الکنوز ج ۳ ص ۳۴

اندازہ ہے کہ یہ بھی ان کے فتاویٰ ہی کا ایک حصہ ہوگا۔

(۱۸) ھدیۃ اللوذعی بنکات الترمذی

اس کتاب کا اکثر علماء نے ذکر کیا ہے(۱)۔ اس کا ایک ناقص نسخہ بارہ صفحوں پر مشتمل خدا بخش لائبریری میں زیر رقم ۴۲۲۹ موجود ہے۔ یہ درحقیقت جامع ترمذی کے مقدمے کی حیثیت رکھتا ہے، جس طرح ''غایۃ المقصود'' اور ''التعلیق المغنی'' کے شروع میں طویل علمی وتحقیقی مقدمے لکھے تھے۔ اسے علامہ نے سات فصلوں پر تقسیم کیا تھا۔ قلمی نسخہ میں صرف ابتدائی تین فصلیں مکمل اور چوتھی فصل ناقص موجود ہے۔ پتہ نہیں علامہ عظیم آبادی اسے مکمل کر سکے تھے یا نہیں۔

اس کتاب سے مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری (م ۱۳۵۳ھ) نے مقدمہ ''تحفۃ الاحوذی'' میں استفادہ کیا تھا۔ اس سے ایک طویل اقتباس مولانا مبارک پوری نے ''ابوعیسیٰ'' کنیت رکھنے کے جواز کے سلسلے میں نقل کرتے ہوئے علامہ شمس الحق عظیم آبادی کے نام کی تصریح کے بجائے صرف ''بعض الاعلام'' لکھنے پر اکتفا کیا ہے(۲)۔ معلوم نہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

(۱۹) الوجازۃ فی الاجازۃ

اس کتاب میں علامہ عظیم آبادی نے تمام حدیث کی کتابوں کی ان کے مؤلفین تک اپنی سندیں جمع کی ہیں۔ شروع میں اپنے حدیث کے گیارہ اساتذہ کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ ان میں سے تین ہندوستانی (مولانا بشیر الدین قنوجی، مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی، حسین بن محسن یمانی انصاری) اور باقی آٹھ عرب ہیں جن سے حجاز میں سند حدیث حاصل ہوئی۔ ان میں سے ہر ایک نے مولانا کو اپنے تمام سلسلہ ہائے سند سے روایت کی اجازت عطا کی تھی۔

اس کتاب کا تذکرہ علامہ عظیم آبادی کے سوانح نگاروں میں سے کسی نے نہیں کیا ہے۔ اس کے دو قلمی نسخے خدا بخش لائبریری میں زیر رقم ۳۲۶۴ و ۳۲۶۵ موجود ہیں، جن میں سے ایک بخط مؤلف ہے۔

....

(۱) دیکھئے: سیرۃ البخاری ص ۴۲۸، قاموس المشاہیر ج ۲ ص ۲۰، اہل حدیث (امرتسر) ۳۱ اکتوبر ۱۹۱۹ء ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات ص ۴۵۔

(۲) مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص ۱۷۰ (طبع اول)۔ یہاں تقریباً ۱۷ سطریں ''ہدیۃ اللوذعی'' سے لفظ بہ لفظ منقول ہیں

علامہ شمس الحق عظیم آبادی اسے اپنے شاگردوں کو عطا کرتے تھے، تاکہ وہ علامہ عظیم آبادی کے واسطے سے حدیث کی کتابوں کی روایت کا شرف حاصل کرسکیں۔ چنانچہ مذکورہ دونوں نسخوں میں سے ایک پر شیخ اسماعیل خطیب بن سید ابراہیم حسنی قادری نسباً سلفی، حدیثی مشرباً، اسعر دی بلداً ومحلتہ، قاہری ازہری رحلتاً اور دوسرے پر شیخ عبدالحفیظ بن شیخ محمد طاہر فہری نسباً، فاسی داراً کے نام موجود ہیں، جن کے پاس علامہ شمس الحق عظیم آبادی نے اپنا مجموعہ اسانید روانہ کیا تھا(۱)۔

[(۲۰) فتح المعین فی الرد علی البلاغ المبین فی اخفاء التامین

یہ کتاب محمد شاہ پنجابی کے رسالے کے رد میں ہے، اور مسئلہ آمین سے متعلق ہے۔ اس کتاب کا ذکر خود علامہ عظیم آبادی نے اپنی تصنیف الکلام المبین ص ۳۷ طبع اول میں کیا ہے۔ یہ کتاب ۱۳۰۳ھ سے قبل شائع ہوئی تھی اور اردو میں ہے۔ فاضل مؤلف اس کا تذکرہ کرنا بھول گئے تھے]۔

ان مطبوعہ اور قلمی کتابوں کے بعد یہاں ان تصانیف کا ذکر کیا جارہا ہے جن کا تذکرہ خود علامہ شمس الحق نے یا ان کے سوانح نگاروں نے کیا ہے اور ان کی کہیں موجودگی کا مجھے علم نہیں ہوسکا ہے۔

(۲۱) فضل الباری شرح ثلاثیات البخاری

شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ صاحب رحمانی مبارک پوری لکھتے ہیں۔

''افسوس ہے کہ علامہ اس شرح کو اپنی زندگی میں مکمل نہ کرسکے''(۲)۔

(۲۲) النجم الوہاج فی شرح مقدمۃ الصحیح لمسلم بن الحجاج

اس کتاب کا موضوع نام سے ظاہر ہے۔ یہ مقدمہ امام مسلم کی مبسوط شرح ہے۔ علامہ عظیم آبادی نے خود اپنی اس تالیف کا ذکر کیا ہے(۳)۔ دوسرے بھی اس کا تذکرہ کرتے ہیں(۴)۔

[(۱) اس کتاب کو ادارہ علمی اکیڈمی نے ڈاکٹر بدرالزمان محمد شفیع نیپالی کی تحقیق کے ساتھ ۱۴۰۸ھ میں شائع کیا ہے]

(۲) سیرۃ البخاری ص ۲۴۷ (حاشیہ)

(۳) الوجازۃ فی الاجازۃ: ورق ۳ (مخطوطہ خدابخش لائبریری)

(۴) سیرۃ البخاری ص ۴۱۴، اہل حدیث (امرتسر) ۲۱ اکتوبر ۱۹۱۴ء۔ ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات ص ۴۴

(۲۳) تعلیقات علی سنن النسائی

اس کتاب میں سنن نسائی کے بعض مشکلات کو حل کیا گیا ہے(۱)۔

(۲۴) نخبۃ التواریخ

اس کتاب میں علامہ عظیم آبادی نے قدیم وجدید علماء کے سوانح اور کارنامے فارسی زبان میں لکھے تھے۔ الحیاۃ بعد المماۃ میں اس کا ایک طویل اقتباس میاں صاحب کے حالات پر مشتمل موجود ہے(۲)۔ مقدمہ تحفۃ الاحوذی کے خاتمے میں بھی اس کتاب کا ذکر ملتا ہے(۳)۔

(۲۵) تذکرۃ النبلاء فی تراجم العلماء

یہ کتاب بھی فارسی میں ہے اور متعدد کتابوں میں اس کے حوالے ملتے ہیں(۴)۔ مصنف نے یہ کتاب مولانا حکیم سید عبدالحئ حسنی کو نزہۃ الخواطر کی جمع وتالیف کے سلسلے میں دے دی تھی(۵)۔ چنانچہ اس میں جابجا ان کے حوالے ملتے ہیں، خصوصاً آخری دونوں جلدوں میں (۶)۔ اسی طرح

(۱) سیرۃ البخاری ص ۴۳۷

(۲) الحیاۃ بعد المماۃ ص ۲۷۳-۲۷۴

(۳) مقدمہ تحفۃ الاحوذی (خاتمہ) ص ۳ (طبع اول)

(۴) یادگار گوہری ص ۱۱۰ تذکرہ علمائے حال ص ۱۳۱ اہل حدیث (امرتسر) ۳۱ اکتوبر ۱۹۱۹ء۔ نزہۃ الخواطر ج ۸ ص ۱۸۰ و ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات ص ۷۹۔

(۵) دیکھئے: مکتوب علامہ شمس الحق عظیم آبادی بہ نام مولانا حکیم عبد الحئ حسنی (جواب مولانا علی میاں ندوی کے پاس موجود ہے) یہ خط اس کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیے۔

(۶) نزہۃ الخواطر میں تیس علماء کے حالات، تذکرہ النبلاء سے ماخوذ ہیں۔ وہ حوالے یہ ہیں۔ جلد ۷ ص ۴-۵، ۵-۶، ۱۲، ۵۲، ۵۶، ۷۹، ۸۰، ۸۵، ۸۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۲۳۴، ۱۲۷، ۱۴۹، ۲۴۷، ۲۶۷، ۳۰۴، ۳۰۶، ۳۱۳، ۳۱۶، ۳۱۷، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۳۱، ۴۶۶، ۴۹۵، جلد ۸ ص ۲۷۲، ۳۱۲، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۹۹۔ یہاں ایک بات کا ذکر کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ نزہۃ الخواطر کی آٹھویں جلد میں عموماً ہر شخص کے حالات کے بعد ماخذ ومراجع کا ذکر نہیں ہے، جب کہ اس کی گزشتہ سات جلدوں میں اس کا التزام ملتا ہے۔ اس لئے ہوسکتا ہے کہ مولانا حکیم عبدالحئ حسنی نے بہت سے معاصرین کے نامکمل حالات مختلف ماخذ سے نقل کرنے کے باوجود حوالے نہ دیئے ہوں، کیونکہ وہ علماء اس وقت بقید حیات تھے اور ان کے حالات میں اضافہ وتنقیح کی ضرورت باقی تھی جس کا انہیں موقع نہ ملا۔ ۱۹۷۰ء میں یہ مولانا علی میاں کی نظر ثانی اور اضافے کے بعد شائع ہوئی، مگر جس طرح مراجع وماخذ کے تذکرے کے بغیر ان کے والد اسے چھوڑ کر گئے تھے، کتاب اسی طرح باقی رہی...... اس لئے ہمیں گمان ہوتا ہے کہ بہت سے اہل حدیث علماء خصوصا میاں نذیر حسین محدث دہلوی کے تلامذہ کے حالات علامہ شمس الحق عظیم آبادی کی ''تذکرۃ النبلاء'' سے ماخوذ ہیں۔ واللہ اعلم۔

مولانا محمد ادریس نگرامی نے ''تذکرہ علمائے حال'' میں کئی جگہ اس سے استفادہ کیا ہے (۱)۔ ساتھ ہی یہ بھی اعتراف کیا ہے کہ علامہ عظیم آبادی نے بہت سے لوگوں کے حالات کے حصول کے سلسلے میں مؤلف کی مدد کی ہے (۲)۔ ''الحیاۃ بعد المماۃ'' میں بھی علامہ شمس الحق کے استاد شیخ احمد بن احمد بن علی التونسی المغربی (م۱۳۱۴ھ) کے حالات ''تذکرۃ النبلاء'' سے ماخوذ ہیں (۳)۔

(۲۶) نہایۃ الرسوخ فی معجم الشیوخ

یہ کتاب عربی میں تھی، اس میں اپنے اساتذہ اور سلسلہ استاد کے شیوخ کے حالات تحریر کئے ہیں۔ ''عون المعبود'' کے مقدمہ میں گیارہ علماء کے مختصر حالات اس سے منقول ہیں (۴)۔ نظامی بدایونی نے لکھا ہے کہ یہ کتاب ناقص رہ گئی (۵)۔

(۲۷) تفریح المتذکرین بذکر کتب المتأخرین

یہ اہم کتاب فارسی میں تھی (۶)۔ مولوی ابو یحیٰی امام خاں نوشہروی نے غلطی سے اس کو عربی میں بتایا ہے (۷)۔ غالباً مولانا عبدالحئ حسنی کی کتاب الثقافۃ الاسلامیہ فی الھند کا ایک ماخذ یہ کتاب بھی تھی۔ افسوس کہ یہ ناقص رہ گئی اور اس کا کوئی نسخہ بھی کہیں نظر نہیں آتا۔

(۲۸) النور اللامع فی اخبار صلاۃ الجمعۃ عن النبی الشافع

موضوع نام سے ظاہر ہے۔ علامہ عظیم آبادی نے یہ کتاب عربی میں لکھی تھی، مگر افسوس کہ اسے مکمل نہ کر سکے (۸)۔ انھوں نے اپنی کتاب ''التحقیقات العلی باثبات فرضیۃ الجمعۃ فی القری'' میں

(۱) تذکرہ علمائے حال ص ۵۷۔۹۳
(۲) ایضاً ص ۳۱
(۳) الحیاۃ بعد المماۃ ص ۲۶۵
(۴) عون المعبود ج ۱ ص ۳۔۴ (طبع اول)
(۵) قاموس المشاہیر ج ۲ ص ۲۰
(۶) یادگار گوہری ص ۱۱۰
(۷) ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات ص ۵۸
(۸) یادگار گوہری ص ۱۱۰، نزھۃ الخواطر ج ۸ ص ۱۸۰

اس تصنیف کی طرف اشارہ کیا ہے (۱)۔

(۲۹) تحفۃ المتھجد ین الابرار فی اخبار صلاۃ الوتر و قیام رمضان عن النبی المختار

علامہ عظیم آبادی نے اس میں وتر اور قیام رمضان سے متعلق حدیثیں جمع کی تھیں اور ان پر تحقیقی کلام بھی کیا تھا۔ افسوس کہ یہ بھی مکمل نہ ہو سکی (۲) سوانح نگاروں کے بیان کے مطابق یہ بھی عربی میں تھی (۳)۔

(۳۰) غایۃ البیان فی حکم استعمال العنبر والزعفران

علامہ عظیم آبادی نے اس نام کی ایک کتاب لکھنے کا ارادہ کیا تھا جیسا کہ انہوں نے خود ''عون المعبود'' میں اس کی تصریح کی ہے (۴)۔ معلوم نہیں اپنے اس ارادے کو عملی جامہ پہنا سکے یا نہیں؟ البتہ اس سے متعلق تفصیلی بحث عون المعبود میں موجود ہے، جس سے ان کے نظریات کا پتہ چل سکتا ہے۔

(۳۱) سوانح عمری مولانا عبداللہ صاحب جھاؤ میاں الہ آبادی

اس کا تذکرہ مولوی ابوضیاء محمد قمر الدین الہ آبادی نے کیا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ علامہ شمس الحق عظیم آبادی نے جھاؤ میاں صاحب کے حالات جمع کئے تھے لیکن نامکمل ہونے کی بنا پر وہ شائع نہ ہو سکے۔ کیا ہی بہتر ہوتا اگر کوئی علامہ عظیم آبادی کے کتب خانہ میں موجود ان کے مسودے سے نقل کر کے اسے اہل حدیث (امرتسر) میں شائع کر دے اور اگر زیادہ طویل ہو تو میرے پاس روانہ کر دے تا کہ میں اسے مختصر کر کے شائع کر سکوں (۵)۔

میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ یہ کوئی مستقل تصنیف تھی یا نہیں؟ البتہ اس حقیقت کا اظہار ضروری ہے کہ علامہ عظیم آبادی نے ''تذکرۃ النبلاء'' میں جھاؤ میاں صاحب کے نسبتاً مفصل حالات تحریر فرمائے تھے۔ مولانا عبدالحئ حسنی نے نزھۃ الخواطر میں اسے نقل کر لیا ہے (۶)۔ اس طرح

(۱) التحقیقات العلی ص ۱۷
(۲) یادگار گوہری ص ۱۱۰
(۳) ایضاً ص ۱۱۰، نزھۃ الخواطر ج ۸ ص ۱۸۰، اہل حدیث (امرتسر) ۳۱ اکتوبر ۱۹۱۹ء
(۴) عون المعبود ج ۳ ص ۳۷۷
(۵) اھل حدیث (امرتسر) ۱۱ اکتوبر ۱۹۱۸ء (اس وقت اردو عبارت میرے پیش نظر نہیں ہے۔ اس لئے ''حیاۃ المحدث'' عربی ص ۱۲۶ سے ترجمہ کر رہا ہوں)
(۶) نزھۃ الخواطر ج ۷ ص ۳۰۴۔۳۰۶

گویا علامہ عظیم آبادی کے جمع کردہ حالات مکمل یا نامکمل شکل میں محفوظ رہ گئے ہیں۔

[(۳۲) جوابات الزامات الدارقطنی علی الصحیحین

امام دارقطنی نے صحیحین (بخاری و مسلم) پر کچھ اعتراضات کئے تھے۔ یہ کتاب انہیں اعتراضات کے جواب پر مبنی تھی، مگر افسوس کہ اب اس کتاب کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔ اس کتاب کا ذکر سب سے پہلے مولانا ابوالقاسم بنارسی نے (الریح العقیم ص ۲۱ اور حل مشکلات البخاری ص ۵۴) کیا تھا۔ خیال ہے کہ یہ کتاب عربی میں ہوگی]۔

مذکورہ بالا تصانیف کے علاوہ بہت سی کتابوں پر علامہ عظیم آبادی کے حواشی اور تعلیقات موجود ہیں(۱)۔ یہاں خصوصیت کے ساتھ ایک مجموعے کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے، جو خدابخش لائبریری میں ''مجموعہ تسویدات'' کے نام سے زیر رقم ۳۸۳۴ موجود ہے۔ اس مجموعے میں علامہ شمس الحق عظیم آبادی کے بہت سے مفید نوٹ، بعض مؤلفین مثلاً زیلعی وغیرہ پر ان کے تعقبات، چند مباحث سے متعلق ان کے نظریات اور کچھ حدیثوں پر ان کے کلام پائے جاتے ہیں۔

آخر میں یہ وضاحت کر دینا ضروری ہے کہ نوشہروی صاحب نے علامہ شمس الحق عظیم آبادی کی تالیفات میں حسب ذیل تین کتابیں بھی شامل کر دی ہیں، جس کی نسبت علامہ عظیم آبادی کی طرف درست نہیں۔

(۱) فتوی فوٹوگرافی

(۲) مسائل ستین

(۳) فیض ابتدائی(۲)

مندرجہ بالا تینوں کتابیں مولانا ابوطاہر بہاری کی تالیف ہیں(۳)۔

اسی طرح خدابخش لائبریری کی فہرست ''مفتاح الکنوز'' میں ''فہرس المجلد الاول من مسند

(۱) دیکھئے: ''خلق افعال العباد للبخاری'' ص ۹۲ (طبع دہلی ۱۳۰۵ء) کتاب القراۃ خلف الامام للبیہقی ص ۱۳ (طبع دہلی ۱۳۱۵ھ)، مجموعہ التاریخ الصغیر للبخاری والضعفاء الصغیر للبخاری والضعفاء والمتروکین للنسائی وغیرہ۔

(۲) ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات ص ۶۰، میں نے بھی اسی سے نقل کرتے ہوئے معارف (اعظم گڑھ) اکتوبر ۱۹۷۵ء میں اس غلطی کا اعادہ کیا تھا۔ مگر ''حیاۃ المحدث'' (ص ۲۳۴) میں اس کی تصحیح کر دی ہے۔

(۳) دیکھئے اہل حدیث (امرتسر) ۲۶ دسمبر ۱۹۱۹ء

ابی عوانہ'' کا مؤلف علامہ شمس الحق عظیم آبادی کو بتایا گیا ہے (۱)۔ مگر یہ صحیح نہیں کیونکہ اولاً تو علامہ عظیم آبادی کے کسی سوانح نگار نے اس کا ذکر نہیں کیا ہے۔ ثانیاً اس کے قلمی نسخے پر بھی کہیں ان کا نام نہیں ہے، بلکہ اس پر صرف اتنا مذکور ہے کہ وہ بخط محمد طٰہٰ بہاری مورخہ ۶ من ذی القعدہ ۱۳۲۳ھ ہے۔ لہٰذا اسے علامہ شمس الحق کی طرف منسوب کرنا میرے خیال میں درست نہیں ممکن ہے کہ یہ ان کے ذخیرہ کتب میں رہی ہو۔

(۱) مفتاح الکنوز ج ۲ ص ۵۰۳۔ کتاب زیر رقم ۲۶۹۹ محفوظ ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمے

☆ علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ کے خطوط

☆ علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ کے سلسلہ اسانید کا خاکہ

☆ علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ کا شجرہ نسب و سلسلہ اولاد و احفاد

☆ علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ کے سوانحی ماخذ کی تاریخی ترتیب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ کے خطوط

مولانا کی تالیفات اور فتاویٰ کی طرح ان کے خطوط بھی مختلف علمی اور تاریخی مباحث پر مشتمل ہوا کرتے تھے ۔ افسوس کہ اب ان میں سے چند ہی محفوظ رہ گئے ہیں، جو یہاں شائع کئے جا رہے ہیں ۔ ان میں سے شروع کے چار خط مولانا عبدالحئی حسنی (م ۱۳۴۱ھ) کے نام ہیں، جن میں ''نزہۃ الخواطر'' کی تالیف کے سلسلے میں علامہ عظیم آبادی نے اپنی کتاب ''تذکرۃ النبلاء'' کے متفرق ومنتشر اجزا ان کے پاس روانہ کرنے کا تذکرہ کیا ہے، اور بہت سے مفید مشورے بھی دیئے ہیں ۔ کچھ تاریخی اور علمی مباحث بھی ضمناً آ گئے ہیں جو بڑی اہمیت کے حامل ہیں ۔ خصوصاً ''عون المعبود'' (اجزائے اربع) کے مؤلف کا ذکر، اپنی تذکرہ نویسی کی ابتداء کی تاریخ اور اس موضوع پر معاصرین کی تالیفات کا جائزہ، وغیرہ وغیرہ ۔ راقم الحروف کو یہ خطوط رائے بریلی میں محترم مولانا ابوالحسن علی ندوی مرحوم کے ہاں ملے، جو آج بھی ایک البم میں محفوظ ہیں ۔

دو خط مولانا ابومحمد عبداللہ چھپراوی (م ۱۳۴۸ھ) کے نام ہیں، جن میں ان کی تالیف ''رفع الغواشی عن وجوہ الترجمۃ والحواشی'' پر علامہ عظیم آبادی کا تبصرہ قابل توجہ ہے ۔ ان خطوط سے مولانا چھپراوی اور علامہ عظیم آبادی کے درمیان دوستانہ تعلقات پر بھی روشنی پڑتی ہے ۔

ایک خط مولانا ثناء اللہ امرتسری (م ۱۳۶۷ھ) کے نام ہے اور اس لحاظ سے قابل ذکر ہے کہ بقول مولانا امرتسری غالباً مولانا کے ہاتھ سے لکھا ہوا آخری خط ہے ۔ اس سے جمعیت اہل حدیث سے ان کی وابستگی اور اس کے انتظامی امور سے دلچسپی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے ۔ ایک خط مولانا محمد عبدالحق ملتانی (م ۱۳۶۵ھ) کے نام بھی ہے ۔

آخری خط (عربی میں) فاس (مراکش) کے شیخ عبدالحفیظ بن محمد طاہر کے نام لکھا گیا ہے، جس میں خصوصیت کے ساتھ علامہ عظیم آبادی کا عربی قصیدہ اور ''رفع الالتباس'' سے متعلق اپنی تالیف ہونے کی تصریح بہت اہم ہے ۔ اس خط سے مولانا کی عظمت اور عربوں کے درمیان ان کی شہرت کا بھی پتہ چلتا ہے ۔

میں نے قارئین کرام کی سہولت کی خاطر ان خطوط پر جا بجا توضیحی نوٹ لگا دیئے ہیں تاکہ

علامہ عظیم آبادی کے اشارات سمجھنے میں مدد ملے، اشخاص وکتب کا بھی مختصر تعارف کرا دیا ہے ۔ یہاں (مکہ مکرمہ) میں اس وقت ہندوستانی مآخذ ومراجع میرے پیش نظر نہیں ہیں، اکثر تاریخ وفات اور معلومات کا ذکر اپنی یادداشت پر اعتماد کرتے ہوئے کیا ہے ۔ نزہۃ الخواطر کو سامنے رکھ کر بعض حقائق کا بھی غالباً پہلی بار انکشاف کیا گیا ہے ۔

امید ہے کہ یہ خطوط اہل علم کے لئے قابل توجہ ہونگے ۔

آخر میں برادرم عبدالکبیر مبارک پوری کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں، جنہوں نے ان خطوط کی ترتیب وتصحیح کے سلسلے میں کافی تعاون کیا ۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور مستقبل میں مزید علمی کام کرنے کی توفیق بخشے ۔

[ہمیں مزید ایک خط دستیاب ہوا ہے، جو کہ علامہ شمس الحق عظیم آبادی نے مولانا محمد حسین بٹالوی کو لکھا تھا ۔ یہ خط بھی تاریخی اہمیت کا حامل ہے، لہٰذا افادہ عام کی غرض سے اسے بھی اس دوسرے ایڈیشن میں شائع کیا جا رہا ہے ۔ یہ خط ہمیں کتاب کی پہلی اشاعت کے وقت نہیں مل سکا تھا] ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خط رقم ۱

بگرامی خدمت ذی درجت مخدومی ومکرمی جامع الفضائل السید السند مولوی عبدالحئی دامت محبتکم!

بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ورضوانہ واضح سامی شریف باد۔ محبت نامہ آپ کا پاکر ممنون ومشکور ہوئے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ خیرا۔

للہ الحمد والمنۃ کہ آپ نے تذکرہ علمائے ہند(۱) لکھنا شروع کیا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو انجام کو پہنچادے۔ ہم کو جس قدر تذکرہ علمائے ہند کے لکھنے کا شوق تھا وہ ہے، اس کو بیان نہیں کر سکتے ہیں۔ جس زمانے میں مولوی عبدالحئی صاحب مرحوم لکھنوی(۲) نے ''انباء الخلان'' (۳) لکھنا شروع کیا تھا، اسی زمانے میں (۴) ہم نے بھی لکھنا شروع کیا تھا، مگر میری تاریخ ہنوز ناتمام ہی نہیں بلکہ اجزاء اس کے متفرق وغائب ہوگئے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ مولوی عبدالحئی صاحب علیہ الرحمہ نے ہم سے تراجم علمائے صوبہ بہار وغیرہ طلب کیا۔ ہم نے بعض اجزاء ان کے پاس روانہ کردیئے، مگر باوجود چند بار طلب کرنے کے وفات تک ان کی، میرے اجزاء واپس نہیں آئے (۵)۔ پھر بعد وفات ان کی، مولوی خادم حسین صاحب (۶) نے بمشکل کچھ اجزاء روانہ کیئے۔

....

(۱) اس سے مراد ''نزھۃ الخواطر وبھجۃ المسامع والنواظر'' ہے جو مؤلف کی وفات کے بعد دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد (ہند) سے آٹھ جلدوں میں شائع ہوئی۔ (۱۹۳۱ء-۱۹۷۰ء) اپنے موضوع پر جامع اور مفصل ترین کتاب، آخری دونوں جلدوں میں اسماء وسنین وفات کی بے شمار غلطیوں کے باوجود اب تک یہ سب سے مستند ماخذ ہے۔

(۲) مولانا ابوالحسنات عبدالحئی فرنگی محلی لکھنوی (م ۱۳۰۴ھ) مشہور محقق حنفی عالم، ساٹھ سے زیادہ کتابوں کے مؤلف محشی اور شارح

(۳) یہ کتاب تین حصوں پر مشتمل تھی۔ (۱) خیر العمل فی تراجم اھل فرنجی محل (۲) التطییب الاوتر فی تراجم علماء المائۃ الثالثۃ عشر (۳) رسالۃ فی تراجم السابقین من علماء الھند ......افسوس کہ مؤلف اسے نامکمل چھوڑ کر انتقال کر گئے۔ معلوم نہیں بعد میں اس کا کیا حشر ہوا؟ نزھۃ الخواطر (۸/ ۲۳۷) میں تینوں کے بارے میں لکھا ہے ''لم تتمہ''۔ لیکن حیرت ہے ''انباء الخلان'' کا کوئی ذکر نہیں ہے، جس کے یہ تینوں اجزاء تھے، جیسا کہ خود مؤلف نے لکھا ہے۔

(۴) علامہ شمس الحق عظیم آبادی نے اپنے تیسرے خط میں اس زمانے کی تحدید ۱۲۹۲ھ سے کی ہے۔ علامہ عظیم آبادی کی کتاب کا نام ''تذکرۃ النبلاء'' ہے جو فارسی میں تھی نہ کہ عربی میں، جیسا کہ بعض لوگوں کو دھوکہ ہوا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: میری کتاب ''حیاۃ المحدث شمس الحق واعمالہ'' ص ۸۷-۹۴

(۵) اس سے پتہ چلتا ہے کہ کس طرح ''تذکرۃ النبلاء'' کے اجزا ضائع اور منتشر ہوگئے

(۶) یہ مولانا عبدالحئی فرنگی محلی کی تالیفات کے ناشر تھے، مطبع انوار محمدی، لکھنو سے ان کی کئی کتابیں اپنی زیر نگرانی شائع کروائیں۔ خود بھی ''میزان الاعتدال'' للذھبی وغیرہ تصحیح کے بعد چھاپیں...... عظیم آباد کے رہنے والے تھے، تاریخ وفات کا علم نہ ہوسکا۔

اس کے بعد ایک مولوی صاحب جو داناپور میں رہتے ہیں (۱)، انہوں نے ایک تذکرہ علمائے ہند (۲) لکھنا شروع کیا، اور پندرہ بیس جز میں کتاب کو تمام کر کے امرتسر وکیل اخبار کے یہاں طبع کے لئے بھیجا۔ مگر ابھی تک طبع نہیں ہوئی ہے۔

پھر مولوی محمد صاحب شاہ جہان پوری مرحوم ومغفور (۳) نے تذکرہ (۴) لکھنا شروع کیا۔ اور تقریباً دو تین سو تراجم کے انہوں نے جمع بھی کیا۔ مگر نوبت اتمام کتاب نہ پہنچی اور انہوں نے وفات کیا۔

اس لئے افسوس کہ میری کتاب پوری کیا ہوگی، اجزاء بھی اس کے منتشر وضائع ہوئے۔ اب آپ نے اس کا قصد فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ پورا کرے۔ میرے پاس بعض تراجم بطور مسودہ چھٹے کے موجود ہیں، ان سب کو ہم جمع کر کے بذریعہ پولندہ روانہ کریں گے۔ آپ از راہ مہربانی دو ایک ماہ میں ان مسودات میں سے جس قدر مضمون مناسب معلوم فرماویں، انتخاب کرلیں، اور پھر مسودہ کو ضرور واپس فرمادیں (۵)۔

....

(۱) ان سے مراد مولانا ابوالحسنات عبدالغفور داناپوری (م ۱۳۳۳ھ) ہیں جیسا کہ خود ان کے خط (بنام مولانا عبدالحئی) مورخہ ۲۴ مارچ ۱۹۱۰ء سے ظاہر ہوتا ہے...... یہ خط رائے بریلی میں مولانا ابوالحسن علی ندوی کے یہاں ایک البم میں محفوظ ہے...... مولانا داناپوری اپنے زمانے کے مشہور اہل حدیث عالم تھے۔ انہوں نے ''تاریخ محدثین ہند'' اور ''تاریخ علمائے صوبہ بہار'' لکھنا شروع کیا تھا (جیسا کہ انہوں نے خط میں تصریح کی ہے اور دونوں کی فہرستوں کا کچھ حصہ بھی مولانا عبدالحئی حسنی کے نام روانہ کیا تھا، حیرت ہے کہ اس کے باوجود مولانا عبدالحئی حسنی نزھۃ الخواطر (ج ۸ ص ۲۷۱-۲۷۲) میں ان کے حالات کے اندر اس کی طرف کوئی اشارہ نہیں کرتے!! ان کی تاریخ وفات بھی وہاں مذکور نہیں۔

(۲) یہ ''تاریخ محدثین ہند'' ہے جیسا کہ مولانا داناپوری نے اپنے مذکورہ بالا خط میں خود ہی ذکر کیا ہے اور اس کی طباعت کے لئے روانگی کی کہانی بھی تحریر فرمائی ہے، جس کا یہاں ذکر ہے۔ افسوس کہ اس کتاب کا بھی اب کہیں سراغ نہیں ملتا۔

(۳) مولانا ابو یحیٰی محمد شاہجہان پوری (م ۱۳۲۴ھ) مؤلف ''الارشاد الٰی سبیل الرشاد'' ان کی تاریخ وفات ۱۳۳۸ھ (جو ''تراجم علمائے حدیث ہند، الارشاد (طبع دوم) میں درج ہے) درست نہیں۔ یہاں علامہ عظیم آبادی انہیں ۱۳۲۷ھ میں ''مرحوم ومغفور'' لکھ رہے ہیں۔ میں نے اپنی زیر ترتیب کتاب ''تذکرہ علمائے اہلحدیث ہند'' میں ان کی وفات سے متعلق ایک مختصر نوٹ لکھ دیا ہے۔

(۴) اس کتاب کی ترتیب وتالیف کا اعلان خود مؤلف نے الارشاد (طبع اول، مطبع انصاری دہلی ۱۳۱۹ھ) کے آخر میں کیا تھا...... افسوس کے اس کا مسودہ بھی اب موجود نہیں۔ یہ کتاب صرف علمائے اہل حدیث ہند کے حالات پر تھی۔ جیسا کہ مؤلف نے اعلان میں خود تصریح کی تھی۔

(۵) علامہ عظیم آبادی نے تو اپنی کتاب کا مسودہ روانہ کردیا تھا اور مختلف اجزاء بھی برابر بھیجتے رہے (جیسا کہ دوسرے خطوط سے معلوم ہوگا) لیکن ۱۳۲۷ھ کے بعد دو ہی سال کے اندر ۱۳۲۹ھ) چونکہ علامہ شمس الحق انتقال کر گئے اس لئے مسودہ اور اوراق مولانا عبدالحئی حسنی کے پاس رہ گئے ان کے واپس کرنے کی نوبت نہ آئی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ''تذکرۃ النبلاء'' کے جو بچے کھچے اجزا ضائع ہونے سے رہ گئے تھے وہ سب کے سب صاحب ''نزھۃ الخواطر'' کی تحویل میں چلے گئے، جن کا انہوں نے اپنی کتاب میں استعمال کیا...... اور اس طرح اصل کتاب یا ماخذ غائب ہوگیا!!

اور ہم شاہجہان پور سے بھی مسودہ سب واپس طلب کرتے ہیں (۱) ان شاءاللہ تعالیٰ۔

صاحب ''دراسات اللبیب'' (۲) کا ترجمہ بھی ہم نے تاریخ فارسی کشمیر سے نقل کیا ہے۔

ان کی تاریخ وفات اس مصرع سے ہے۔

''قطرہ در بحر واصل شد''

میرا ترجمہ میرے ایک عزیز (۳) نے ''یادگار گوہری'' (۴) میں لکھا ہے۔ وہ کتاب بھی آپ کے پاس بھیج دیں گے۔ ہم بقدر امکان آپ کی اس تاریخ میں پوری مدد کریں گے۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

آپ کوشش فرمائیے کہ اجزاء ''انباء الخلان'' مؤلفہ مولوی عبدالحئ صاحب مرحوم آپ کو ان کے ورثاء سے مل جاوے۔ اور مولوی نعیم صاحب مرحوم لکھنوی (۵) بھی ایک تاریخ جمع کرتے تھے۔ اس کے اجزا کو ان کے ورثا سے حاصل فرمائیے۔ اور جتنے لوگوں نے مختصر رسائل جیسے مولوی ادریس صاحب نگرامی (۶) وغیرہ نے تاریخ میں لکھے ہیں، سب کو جمع فرمائیے۔ کچھ نہ کچھ مدد ضرور ملے گی۔

(۱) پتہ نہیں شاہجہان پور سے مولانا شاہجہان پوری کی کتاب کا مسودہ علامہ عظیم آبادی حاصل کر سکے یا نہیں۔ بصورت اول یہ بھی مولانا عبدالحئ حسنی کے پاس پہنچا ہوگا۔

(۲) مولانا محمد معین تھٹوی (م ۱۱۶۱ھ) ان کی کتاب ''دراسات اللبیب'' رد تقلید میں بہترین تالیف ہے، ان کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے: ''تذکرہ صوفیائے سندھ'' اور مقدمہ ''دراسات اللبیب'' (طبع دوم)...... آخر الذکر کتاب میں مقدمہ نگار نے تعصب سے کام لیتے ہوئے مؤلف اور ان کی تالیف پر ناروا تنقید کی ہے۔ ان کا قطعہ تاریخ نزہۃ الخواطر (۶/ ۳۵۵) میں معمولی تصحیف کے ساتھ موجود ہے۔

(۳) مولانا محمد زبیر ڈیانوی (م ۱۳۲۹ھ) علامہ شمس الحق کے ماموں زاد بھائی، علامہ عظیم آبادی کے انتقال کے تین ہی ماہ کے بعد ان کی بھی وفات ہوگئی۔

(۴) یادگار گوہری (تالیف ۱۳۱۱ھ، ضمیر ۱۳۱۲ھ، طباعت ۱۳۱۲ھ) علامہ عظیم آبادی کے خاندانی حالات پر سب سے قدیم اور مستند ماخذ جس کا جا بجا اس سے پہلے ذکر آچکا ہے۔

(۵) مولانا محمد نعیم فرنگی محلی (م ۱۳۱۸ھ)۔ انہوں نے فرنگی محل کے علماء کے حالات جمع کئے تھے۔ غالباً ان کی یہ کتاب بھی ناتمام رہی ...... تعجب ہے مولانا عبدالحئ حسنی نے نزہۃ الخواطر (۸/ ۴۵۹ ـ ۴۶۰) میں مولانا کی اس تالیف کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔

(۶) مولوی محمد ادریس نگرامی (م ۱۳۳۰ھ) متعدد کتابوں کے مؤلف۔ یہاں ان کی مشہور کتاب ''تطیب الاخوان بذکر علماء الزمان، معروف بہ ''تذکرہ علمائے حال'' مراد ہے جو لکھنو سے ۱۸۹۷ء میں شائع ہوئی۔ یہ اپنے زمانے کے تمام مشاہیر کا جامع اور مستند تذکرہ ہے، جس میں مؤلف نے اکثر لوگوں کی خودنوشت تحریروں سے استفادہ کیا ہے۔

آپ کا نام دفتر ندوہ میں تو برابر دیکھتے۔ اب آپ کا پورا حال معلوم ہوا۔ ان شاءاللہ تعالیٰ کچھ کتابیں آپ کے پاس پہنچیں گی (۱)۔ فقط۔

۱۶ ربیع الثانی (۱۳۲۷ھ) محمد شمس الحق عفی عنہ۔

(۱) جیسا کہ گزر چکا ہے کہ علامہ عظیم آبادی کی عادت تھی کہ وہ اہل علم اور طلبہ کے درمیان کتابیں مفت تقسیم کیا کرتے تھے۔ یہاں مولانا عبدالحئ حسنی کو کچھ کتابیں عطا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خط رقم ۲

بخدمت شریف مکرمی جناب مولوی سید عبدالحئی صاحب دامت محبتکم!

بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ التماس ایں کہ آپ کے متعدد نامہ جات پا کر ممنون ومشکور ہوئے۔ جزاکم الله تعالیٰ خیرا و آتاکم حسن الدنیا والآخرۃ۔ ہم اس طرف زیادہ علیل رہے، اس لئے کاموں میں فتور بہت ہوا۔ بحمدہ تعالیٰ اب بہت افاقہ ہے۔ مگر صحت تامہ نہیں ہے۔ تاخیر جواب کو معاف فرمادیں۔ آپ کی طرف میرا دل معلق رہتا ہے۔ چونکہ آپ کے ساتھ محبت لوجہ اللہ تعالیٰ ہے(۱)۔

الحمد للہ والمنہ کہ آپ کے یہاں درس سنن ابی داود شروع ہوا ہے ''عون المعبود'' کو بالاستیعاب ملاحظہ فرمائیے اور اغلاط المطبع کو صحت نامہ سے درست کرتے جائیے۔ چونکہ میرا مسودہ و مبیضہ ایک ہی رہتا ہے، اس لئے اغلاط الطبع باقی رہ جاتے ہیں۔ اس میں اغلاط الطبع زیادہ ہیں۔

''عون المعبود''(۲) میری ہی تالیف جلو دار بعہ ہے، مگر کچھ اجزا اس کے برادرم علیہ الرحمہ سے ہم نے لکھوایا ہے(۳)۔ پوری حالت اس کی دو ایک ورق میں لکھ کر ہمراہ اوراق تاریخ کے روانہ کریں گے۔ غالباً ربیع الاول میں اوراق تاریخ کے(۴) آپ کے پاس پہنچیں گے۔ اب آپ امور

....

(۱) نزہۃ الخواطر (۸/۱۸۰) میں مولا عبدالحئی حسنی تحریر فرماتے ہیں۔ ''وكان يحبني لله سبحانه وكنت احبه وكانت بيني و بينه من المراسلة مالم تنقطع الى يوم وفاته''۔ اس سے علامہ عظیم آبادی کے بیان کی صحت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

(۲) علامہ عظیم آبادی کی مشہور تالیف جس کا تفصیلی تذکرہ کتاب میں آچکا ہے۔

(۳) مولانا کی اس تصریح کے بعد ''عون المعبود'' کے مؤلف سے متعلق اختلاف بالکل دور ہو جاتا ہے۔ صاحب ''نزہۃ الخواطر'' (۸/ ۲۰۸) نے غالباً اسی خط کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا۔ "وقد عزا اليه صنوة شمس الحق المجلد الاول من عون المعبود، اخيرني بذالك الشيخ شمس الحق، نیز (۸/۱۸۰) میں علامہ عظیم آبادی کی تالیفات کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کیا ہے۔ "عون المعبود......أربع مجلدات كبار، و المجلد الأول منها قد طبع باسم أخيه محمد أشرف"۔ خود علامہ شمس الحق نے عون المعبود کے ایک قلمی نسخہ پر (جو خدا بخش لائبریری، پٹنہ میں زیر رقم ۱۳۱۱۸ اب تک محفوظ ہے) تحریر فرمایا ہے "الجز الثاني من عون المعبود ...... للعبد الضعيف أبي الطيب عفا الله عنه"۔ جب کہ اس کے مطبوعہ نسخہ پر (۲/۳۵۰) ان کے بھائی مولانا محمد اشرف کا نام موجود ہے...... بہر حال حقیقتاً مؤلف علامہ شمس الحق عظیم آبادی ہی تھے۔ چونکہ ان کے بھائی نے تلخیص و تالیف میں ان کی کافی مدد کی تھی، اس لئے دو ایک جلد ان کی طرف بھی منسوب کر دی گئی۔ یہ ایک حقیقت ہے جس کا اب انکار ممکن نہیں۔ تفصیلی بحث کتاب میں گزر چکی ہے۔ مزید تحقیق کیلئے ملاحظہ ہو "حياة المحدث شمس الحق واعماله" ص۱۴۳۔۱۵۱

(۴) یعنی ''تذکرۃ النبلاء''، جس کا ذکر پہلے خط میں آچکا ہے

ذیل کے جواب سے ہمیں ضرور مشکور فرمادیں۔

(۱) آج کل تاریخ العلماء کا کون سا حرف آپ تحریر فرمارہے ہیں، اور اس وقت تک کتنے جز آپ تحریر کر چکے ہیں۔ کیا یہ اندازاً پچاس جز ہوئی یا اس سے کم و بیش؟

(۲) آج کل مولوی سید عرفان صاحب(۱) کہاں تشریف رکھتے ہیں؟

(۳) مولوی سید امیر علی صاحب (۲) نہ معلوم عرب میں کہاں ہیں؟ حرمین میں ہیں یا بغداد پہنچے ہیں۔ مکہ معظمہ ان کے پاس کچھ روانہ کیا تھا، واپس آیا۔

(۴) اگر مولوی شبلی صاحب (۳) وہاں ہوں تو اس امر کو ضرور دریافت فرمادیں، کتاب ''مناقب الشافعی'' للامام الرازی (۴) جس کا حوالہ آپ کی تصنیف (۵) میں ہے۔ کیا یہ کتاب طبع ہوئی ہے؟ یا آپ نے نسخہ قلمیہ سے نقل کیا، اور نسخہ قلمیہ کس کے پاس ہے؟ ہم کو اس کی ضرورت ہے(۶)۔

(۵) مولانا مظہر علی عظیم آبادی (۷) کا کچھ ترجمہ یادگار گوہری (صفحہ ۶۱) میں ہے۔

....

(۱) مولانا سید محمد عرفان ٹونکی (م۱۳۳۲ھ) سید احمد شہید (ش۱۲۴۶ھ) کے نواسے، مشہور اہل حدیث عالم اور شاعر

(۲) مولانا سید امیر علی ملیح آبادی (م۱۳۳۷ھ) مشہور اہل حدیث عالم، ضخیم اردو تفسیر ''مواھب الرحمٰن'' کے مؤلف صحیح بخاری، ہدایہ اور فتاویٰ عالم گیری جیسی کتابوں کے مترجم مطبع نول کشور لکھنو میں مصح تھے۔ ''تقریب التھذیب'' لابن حجر کا سب سے صحیح نسخہ انہوں نے ہی ایڈٹ کر کے شائع کیا تھا ساتھ ہی اس کا تکملہ بھی ''التقعیب'' کے نام سے تیار کیا جو اہل علم کے لئے مفید ہے...... یہاں مولانا کے سفر حجاز سے متعلق استفسار ہے۔ ان کا ارادہ تھا کہ مستقل طور پر وہیں قیام کریں گے مگر ایک تو وہاں کی آب و ہوا راس نہ آئی اور بیمار پڑ گئے۔ دوسرے یہ کہ بڑے صاحبزادے وہاں انتقال کر گئے۔ اس لئے پھر ہندوستان واپس آگئے۔ جدہ میں انہوں نے مسند تدریس بچھائے رکھی تھی، جس سے بہت سے لوگ مستفید ہوئے۔

(۳) مشہور مورخ مولانا شبلی نعمانی (م۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء) مؤلف ''الفاروق''، ''سیرۃ النبی''، وغیرہ

(۴) ''آداب الشافعی ومناقبہ'' لابن ابی حاتم الرازی (م۳۲۷ھ) جواب طبع ہو چکی ہے۔ بہ تحقیق عبدالغنی عبدالخالق (قاہرہ ۱۹۵۴ء)۔ یہ ممکن ہے کہ یہاں فخر الدین رازی (م۶۰۶ھ) کی کتاب کی طرف اشارہ ہو۔ یہ بھی مصر میں طبع ہو چکی ہے۔

(۵) اس سے مراد شبلی کی ''سیرۃ النعمان'' ہے

(۶) غالباً ''سیرۃ النعمان'' پر رد لکھنے کے لئے مولانا عبدالسلام مبارک پوری (م۱۳۴۲ھ) کو ''سیرۃ البخاری'' میں اس کی ضرورت پڑی ہوگی جو علامہ عظیم آبادی کے مشورے سے لکھی جا رہی تھی۔

(۷) مولوی مظہر علی عظیم آبادی (م۱۲۴۷ھ)۔ تعجب ہے صاحب نزہۃ الخواطر (۷/۴۸۴) نے یادگار گوہری صفحہ ۶۱ سے حالات نقل کرنے کے باوجود اس کا حوالہ نہیں دیا ہے۔

آپ نکال کر ملاحظہ کریں۔اور کچھ ترجمہ ان کا، اور مولوی مسافر صاحب (۱) و مولوی نعیم اللہ صاحب(۲) کا ذکر اگر اوراق تراجم (میں ملے) تو بعید نہیں ہے۔

(۶) فتاویٰ حضرت شیخ صاحب (۳) ترتیب دیئے جاتے ہیں یا نہیں؟ مطلع فرمادیں۔فقط۔

محمد شمس الحق

۹ صفر (۱۳۲۸ھ) از ڈیانواں

---

(۱) ان کا ذکر مجھے نزہۃ الخواطر یا کسی دوسری کتاب میں نہیں ملا۔معلوم نہیں یہ کہاں کے رہنے والے تھے۔[فاضل مؤلف کو مولوی محمد مسافر صاحب کے حالات معلوم نہ ہوسکے۔مولانا محمد مسافر صاحب عظیم آباد سے تعلق رکھتے تھے، حدیث شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے پڑھی، درس و تدریس کا سلسلہ بھی شروع کیا، جس میں تمام عمر مشغول رہے۔زہد وتقوی میں بلند مقام تھا۔مزید حالات کے لئے دیکھئے: مولانا عبدالرحیم صادق پوری کی ''الدرالمنثور فی تراجم اہل صادقفور'' (ص ۱۸۵۔۱۸۶)]۔

(۲) مولوی نعیم اللہ لکھنوی (م ۱۲۸۲ھ)۔ان کا تذکرہ نزہۃ الخواطر میں موجود ہے

(۳) اس سے مراد شیخ حسین بن محسن یمانی انصاری (م ۱۳۲۷ھ) کا مجموعہ فتاویٰ ہے جس کی ترتیب وتالیف کا کام ان کے صاحبزادے شیخ محمد (م ۱۳۴۴ھ) کر رہے تھے...... علامہ عظیم آبادی نے اس سلسلے میں کافی تعاون کیا تھا...... افسوس کہ اس مجموعہ کی صرف ایک جلد ''نور العین من فتاویٰ'' الشیخ حسین'' کے نام سے شائع ہوسکی، باقی اجزاء کا معلوم نہیں کیا حشر ہوا؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خط رقم ۳

از عاجز فقیر حقیر محمد شمس الحق عفی عنہ

بخدمت شریف جامع الفضائل والکمالات العلمیہ مجی مکرمی مولوی سید عبدالحئی صاحب دامت محبتکم!

بعد السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ التماس ایں کہ دو کارڈ آپ کا پاکر ممنون و مشکور ہوئے۔جزا کم اللہ تعالی خیرا و بارك الله لكم۔ لله الحمد والمنه کہ مکرمی مولوی سید امیر علی صاحب (۱) مع الخیر ہندوستان واپس پہنچ گئے۔آپ کے کارڈ کے پہلے ان کا ایک کارڈ آیا، پس ہم کو تعجب ہوا کہ یہ دوست میرے ہندوستان کب پہنچے؟ کارڈ کو پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔مگر ساتھ اس کے ہم کو تکلیف بھی پہنچی، کیونکہ میرے دوست نے کارڈ میں اپنا نشان و پتہ نہیں لکھا۔پس ہم کو تردد ہوا کہ جواب کہاں اور کس پتے سے روانہ کریں۔مگر الحمد للہ کہ آپ کے کارڈ سے یہ سب مرحلہ طے ہوگیا۔

اجزاءواوراق پریشاں ومنتشرہ (۲) کو مختلف دفتیوں سے تلاش کرنے میں بہت وقت صرف ہوتا ہے۔مگر جس قدر تلاش سے ملا ہے سب کو روانہ کرتے ہیں۔جب تک آپ چاہیں اپنے پاس رکھیں پھر واپس فرمادیں۔آپ ہر ہر پرچہ کو بغور من اولہ الی آخرہ ملاحظہ فرماویں گے۔ان شاءاللہ بہت سے مفیدہ معلومات اس میں سے برآمد ہوں گی۔وانتم اعلم منی لانك مؤلف التاريخ، ايدك الله بروح القدس۔

آپ ہم کو ان امور ذیل کے جواب سے ضرور بالضرور مطلع فرمادیں گے۔

....

(۱)ان کا ذکر پچھلے خط میں آچکا ہے۔دیکھئے اس کا حاشیہ

(۲) یعنی اپنی کتاب ''تذکرۃ النبلاء'' کے اجزا جن کے بھیجنے کا ذکر اس سے قبل بھی آچکا ہے۔ یہاں علامہ عظیم آبادی کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مولانا عبدالحئی حسنی کے حوالے اپنی پوری کتاب ہی کردی تھی، اور مکمل طور پر اس سے استفادہ کی اجازت دے دی تھی......پھر اسے واپس کرنے کی نوبت نہیں آئی، کیوں کہ اس خط کے لکھنے کے ایک سال بعد ہی علامہ شمس الحق انتقال کر گئے۔بعد میں کتاب کا کیا حشر ہوا؟ کچھ پتہ نہیں چلتا۔علامہ عظیم آبادی کے خاندان میں بھی کسی نے اب تک اس کی کھوج نہیں لگائی۔

(۱) حضرت مولانا عبداللہ الغزنوی الامرتسری (۱) رحمۃ اللہ تعالی کا ترجمہ آپ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے یا نہیں (۲)؟ اگر نہیں لکھا ہو تو ضرور حضرت کا ترجمہ لکھئے، کیونکہ حضرت اگر مشہور زہد و تقویٰ و ولایت میں تھے، مگر علامہ وقت تھے فاضل حبیب اللہ القندھاری (۳) مؤلف مغتنم الحصول فی علم الاصول (۴) کے تلمیذ رشید تھے اور کتب حدیثیہ حضرت میاں صاحب سے اخذ کیا تھا اور مدۃ العمر سلسلہ درس قرآن مجید وغیرہ کا رکھا تھا۔ان کا ترجمہ طویلہ (۵) مکرمی مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی الامرتسری (۶) نے میرے پاس لکھ کر کے بھیجا تھا۔اس کو ہم نے بعینہ آپ کے پاس روانہ کیا ہے، کہ آپ اس ترجمے کو پورا پورا مع حذف شئی وزیادۃ شئی علی اختیارک عربی میں لکھ کر کے داخلہ تاریخ فرمایئے۔

(۲) مکرمی مولوی عبدالحئی صاحب مرحوم لکھنوی کے اجزاء ''انباء الخلان'' قلمیہ آپ کو دستیاب ہوئے یا نہیں؟ اور بھی اجزاء تاریخیہ مکرمی مولوی محمد نعیم مرحوم لکھنوی آپ کو کسی عنوان سے میسر آئے یا نہیں؟ اگر ان دونوں کے اجزاء میسر نہ آئے ہوں تو ضرور ان کے حصول کی کوشش فرماویں۔۱۲۹۲ھ میں ہم کو شوق تاریخ علمائے ہند کا پیدا ہوا تھا۔اسی زمانے میں مولوی عبدالحئی صاحب مرحوم بھی ''انباء الخلان'' لکھتے تھے اور مولوی محمد نعیم صاحب تو ایک مدت سے لکھ رہے تھے۔ ان دونوں کے اجزا میں بھی بہت سے مفیدہ امور ملیں گے (۷)۔ہم نے چند بار آپ سے اس نمبر کے مضمون کو دریافت کیا ہے، مگر آپ نے کبھی جواب نہیں دیا ہے، اس بار جواب ضرور دیں۔

....

(۱) مولانا عبداللہ غزنوی (م ۱۲۹۸ھ) میاں صاحب کے تلامذہ میں ممتاز فرد جنہوں نے امرتسر میں برسوں رشد و ہدایت اور تبلیغ و دعوت کا کام کیا اور اس سلسلے میں مخالفین کی سختیاں بھی جھیلیں۔ایک عالم نے ان سے استفادہ کیا، ان کے حالات نواب صدیق حسن خان (م ۱۳۰۷ھ) نے 'تقصار جیود الاحرار'' میں اور علامہ عظیم آبادی نے مقدمہ غایۃ المقصود (۱/۱۲-۱۳) میں لکھے ہیں۔دوسرے مراجع کے لئے دیکھئے میری کتاب ''حیاۃ المحدث'' ص۲۸۴ (حاشیہ)۔

(۲) نزھۃ الخواطر (۷/۳۰۲) میں ان کے حالات موجود ہیں

(۳) مولانا حبیب اللہ قندھاری (م۱۲۶۵ھ) افغانستان کے مشہور اور کثیر التصانیف عالم۔حالات کے لئے دیکھئے: اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۷/۸۸۸

(۴) اصول فقہ کی معروف کتاب جو ایک زمانے میں اہل علم کے درمیان بہت متداول رہی

(۵) اس سے مراد ''سوانح عمری مولوی عبداللہ غزنوی'' ہے جس کے مؤلف مولانا عبدالجبار غزنوی (م ۱۳۳۱ھ) ہیں

(۶) یہ مولانا عبداللہ غزنوی کے صاحبزادے اور جانشین ہیں۔ان کے حالات اور ماخذ کے لئے ''حیاۃ المحدث'' ص۲۸۳-۲۸۵ دیکھئے

(۷) ان دونوں کا ذکر پہلے خط میں آچکا ہے وہیں حاشیہ میں ان کا تعارف بھی لکھ دیا گیا ہے

(۳) جو اہل علم کہ خاص ہندوستان کے تھے جیسے محمد حیات سندی (۱)، عابد سندی (۲) اور ابوالحسن سندی (۳) وغیرہ، مگر مہاجر ہو کر حد الحرمین میں مقیم رہ کر درس دیتے رہے اور جو اہل علم کہ اہل عرب کے تھے، مگر ہندوستان میں اقامت کر کے ہندی ہو گئے تھے، جیسے حضرت شیخنا حسین بن محسن (۴) ان لوگوں کا ترجمہ آپ کی تاریخ میں ہے۔ اگر نہ ہو تو ضرور ہونا چاہئے (۵)، ورنہ آپ کی تاریخ میں نقص رہے گا۔

آپ ان تین نمبروں کے جواب سے مطلع فرماویں۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ آپ اپنے کل اجزاء تاریخیہ کو محفوظ طور پر ایک دفتی میں رکھ کر کے بذریعہ ڈاک رجسٹر شدہ میرے پاس بمقام ڈیانواں روانہ فرمادیں۔ اوائل ربیع الثانی میں ہم ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ کر کے بحفاظت تمام رجسٹری شدہ آپ کے پاس روانہ کر دیں گے (۶)۔ چونکہ ہم کو تاریخ علمائے ہند کا بہت شوق عظیم ہے، مگر افسوس کہ میری تاریخ تمام ہوئی اور نہ مولوی عبدالحئی صاحب مرحوم کی، نہ مولوی نعیم صاحب مرحوم کی۔ اب خدا کرے آپ کی یہ تاریخ بہت جامع اور مغنی ہو، اور تمام وکمال تیار ہو کر شائع ہو جاوے (۷)۔ فما ذالك على الله بعزيز۔ آپ ہم سے متعلق امور تاریخیہ کی برابر دریافت واستفسار فرمایا کریں۔ اور جن کے تراجم ابھی مرسل نہیں ہوئے ہیں اور وہ میری دفتیوں میں پڑے ہوئے ہیں ان کے لئے آپ اکثر ہم پر اگر تاکید فرمایا کریں گے تو امید ہے کہ ہم اس کی تلاش میں کوشش کریں۔ چونکہ کثرت اشتغال سے ہم بدحواس رہتے ہیں اس لئے

....

(۱) شیخ محمد حیات سندی (م ۱۱۶۳ھ) ''تحفۃ الانام فی العمل بحدیث خیر الانام'' اور ''الایقاف علی سبب الاختلاف'' کے مؤلف۔ حالات کے لئے دیکھئے: ''نزھۃ الخواطر'' (۶/ ۳۰۱۔۳۰۲)۔

(۲) شیخ محمد عابد سندی (م ۱۲۵۷ھ) ان کے حالات نزھۃ الخواطر (۷/ ۴۴۷۔۴۴۹) اور دوسرے ماخذ میں موجود ہیں

(۳) شیخ ابوالحسن محمد بن عبدالہادی سندی (م ۱۳۳۸ھ) جنہوں نے صحاح ستہ پر حواشی لکھے جن میں سے بعض مطبوعہ اور بعض قلمی ہیں۔ ان کی تاریخ وفات میں شدید اختلاف ہے۔ حالات کے لئے دیکھئے۔ ''نزھۃ الخواطر'' (۶/ ۵)۔

(۴) شیخ حسین بن محسن یمانی انصاری (م ۱۳۲۷ھ) مشہور محدث، جن کے تلامذہ کی تعداد بے شمار ہے۔ حالات اور ماخذ کے لئے دیکھئے: ''حیاۃ المحدث'' ص ۲۴۸۔۲۵۱

(۵) مولانا عبدالحئی حسنی نے نزھۃ الخواطر میں ان سبھی کے حالات درج کئے ہیں جیسا کہ ابھی اشارہ کیا گیا

(۶) معلوم ہوتا ہے کہ علامہ عظیم آبادی کی یہ خواہش پوری نہ ہو سکی اور وہ ''نزھۃ الخواطر'' کے زیر ترتیب اجزا نہ دیکھ سکے

(۷) علامہ عظیم آبادی کی یہ تمنا بر آئی اور ''نزھۃ الخواطر'' آٹھ جلدوں میں تمام کو پہنچی، اگر چہ اس کی اشاعت کی نوبت ان کی وفات کے بہت دنوں کے بعد آئی۔

ضرورت یاد دہانی اور تاکید کی بہت ہے۔ ہاں برادرم اعز مولوی محمد اشرف (۱) علیہ الرحمہ کا ترجمہ بھی اگر درج تاریخ فرمادیں تو بہت عمدہ ہے (۲)۔ مولوی حافظ عبدالمنان صاحب غازی پوری (۳) نے تاریخ وفات ان کی بہت عمدہ لکھی ہے، اس کو بھی اس میں داخل کر دیں (۴)۔ اس سے بھی مطلع فرمادیں کہ جو اہل علم اس وقت کہ درجہ شیخوخیت کو نہیں پہنچے ہیں، بلکہ تیس چالیس سال یا اس سے بھی کم ہوں، مگر پوری لیاقت واستعداد ان کو ہے اور مشغلہ علمی بھی ہے، ان کا ترجمہ درج ہوتا ہے (۵)؟ اگر نہیں ہوتا ہے تو ترک کی کیا وجہ؟ ملحدین و مبتدعین جیسے احمد رضا خاں بریلوی (۶) عامله الله بما يستحقه کا ترجمہ اگر اس میں ہو تو عمدہ طور پر اس کے عقائد فاسدہ کا اظہار بھی ضروری ہے (۷)۔ اگر آپ کے پاس سوانح عمری حضرت میاں صاحب (۸)

....

(۱) علامہ عظیم آبادی کے چھوٹے بھائی (م ۱۳۲۶ھ) اور علمی کاموں میں ان کے دست راست۔ افسوس کہ وہ علامہ عظیم آبادی سے تین سال قبل ہی انتقال کر گئے۔ جس کے بعد علامہ شمس الحق تصنیفی و تالیفی کام جاری رکھ نہ سکے...... ان کے مختصر حالات مع ذکر ماخذ، میں نے ''حیاۃ المحدث'' (ص ۳۰۱۔۳۰۲) میں لکھ دیئے ہیں۔

(۲) نزھۃ الخواطر (۸/ ۴۰۸) میں ان کے حالات موجود ہیں

(۳) تخلص وفا رکھتے تھے (م ۱۳۳۷ھ) عربی، فارسی اور اردوں تینوں کے شاعر، موصوف مولانا عبدالرحمٰن بقا، غازی پوری (م ۱۳۳۴ھ) کے برادر خورد اور مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری (م ۱۳۳۷ھ) کے بھانجے تھے...... ان کے قصائد کا ایک (قلمی) مجموعہ بنارس میں میری نظر سے گزرا ہے۔

(نوٹ): امام خاں نوشہروی (م ۱۹۶۶ء) نے ''تراجم علمائے حدیث ہند'' میں ان کا تخلص بقا اور ان کے بڑے بھائی کا وفا لکھا ہے جو ٹھیک نہیں۔ میں نے اس کی تصحیح اپنے تذکرہ علمائے اہل حدیث ہند'' میں کر دی ہے۔

(۴) یہ قطعہ تاریخ نزھۃ الخواطر میں موجود نہیں...... مجھے یاد آتا ہے کہ اس کی اشاعت غالباً اہل حدیث امرتسر، میں ۱۹۰۸ء کے کسی شمارے میں ہوئی تھی

(۵) ان سب لوگوں کے حالات حتی الوسیع مولانا عبدالحئی حسنی نے نزھۃ الخواطر (جلد ۸) میں جمع کئے ہیں۔ اگر چہ یہ حصہ بہت ہی ناقص ہے، مگر محترم مولانا ابوالحسن علی ندوی کی نظر ثانی اور بین القوسین اضافے کے بعد اکثر علماء کے حالات مکمل ہو گئے ہیں، مگر ابھی مزید تصحیح و تکمیل کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ (خصوصاً تاریخ وفات اور تالیفات سے متعلق)۔

(۶) برصغیر میں بریلوی حنفی جماعت کے پیشوا (م ۱۳۴۰ھ) جنہوں نے بدعات وخرافات کی تائید میں سیکڑوں چھوٹے بڑے رسالے لکھ ڈالے۔ تحریک شہیدین کی خصوصاً اور اس کے بعد ہر اسلامی تحریک کی عموماً انہوں نے پوری شدومد کے ساتھ مخالفت کی۔ عملاً زندگی بھر انگریزی حکومت کے مؤید رہے...... مگر آج انہیں ''جنگ آزادی کا ہیرو'' اور ''عصر حاضر کا مجدد'' تصور کیا جاتا ہے!!

(۷) مولانا عبدالحئی حسنی نے اس مشورے پر اپنی حد تک عمل کیا ہے، اور اس کی تکمیل ان کے صاحبزادے (مولانا علی میاں) نے کر دی ہے...... سچ ہے: اگر پدر نہ تواند پسر تمام کند۔ دیکھئے: نزھۃ الخواطر (۸/ ۳۸۔۴۱)۔

(۸) یعنی ''الحیاۃ بعد المماۃ'' تالیف فضل حسین مظفر پوری (م ۱۹۰۸ء) جو اب تک میاں صاحب کی سوانح حیات کے سلسلے میں بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اگر چہ اس میں بعض مقامات اصلاح طلب اور قابل تنقید بھی ہیں...... کاش کہ کوئی ادارہ ترتیب و تصحیح کے بعد اس کا نیا ایڈیشن شائع کر دے، کیونکہ اب اس کا پہلا ایڈیشن (دہلی ۱۹۰۸ء) نایاب ہے...... دوسری بار یہ کتاب کراچی سے شائع ہوئی تھی لیکن اتنی غلط اور بدنما کہ اس کا ذکر کرنا بھی مناسب نہیں معلوم ہوتا۔

اور ''المکتوب اللطیف'' (۱) آپ کے پاس نہ ہوتو آپ دہلی میں مولوی تلطف حسین صاحب (۲) سے لے لیں گے، ہم نے رقعہ لکھ دیا ہے۔

حضرت شیخنا حسین کے فتاویٰ ومکاتیب اور بھی ملتے جاتے ہیں، مگر ہم کو یہ معلوم نہیں کہ مکرمی مولوی محمد صاحب بن شیخنا ترتیب وتنقیح وتہذیب اس کی شروع کیا یا نہیں؟ اگر شروع کر دیا ہوتو ہم اور بھی تلاش کریں (۳)۔

بعد فرصت اہتمام ندوہ کے ہم ''مناقب الشافعی'' للرازی صرف ایک ماہ کے لئے جناب مولوی شبلی صاحب سے مستعار چاہتے ہیں، آپ ان کو خبر دے دیں، پھر ہم بعد جلسہ ندوہ کے ان کو خط لکھ کر کے کتاب کو طلب کریں گے۔

میرے اس خط کو بغور ملاحظہ فرما کر سب کا جواب دیجئے۔

زیادہ والسلام مع الشوق۔ فقط

۶ ربیع الاول ۱۳۲۸ھ

عاجز فقیر محمد شمس الحق عفی عنہ

از ڈیانواں، ضلع پٹنہ

....

(۱) المکتوب اللطیف الی المحدث الشریف'' تالیف علامہ عظیم آبادی، جس کا تذکرہ تالیفات کے ضمن میں آچکا ہے

(۲) مولانا تلطف حسین عظیم آبادی (م ۱۳۳۴ھ) مالک مطبع انصاری، دہلی۔ علامہ عظیم آبادی اور دوسرے جدید وقدیم محدثین کی کتابوں کے ناشر...... دیکھئے: ''حیاۃ المحدث شمس الحق واعمالہ'' ص ۲۹۱۔۲۹۳

(۳) دوسرے خط کے آخر میں شیخ حسین بن محسن یمانی (م ۱۳۲۷ھ) کے مجموعہ فتاویٰ ''نور العین من فتاوی الشیخ حسین'' کے ترتیب دیئے جانے کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ یہاں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خط رقم ۴

بخدمت شریف مخدومی مکرمی دامت محبتکم !

بعد السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ التماس این کہ ایک ماہ یا اس سے کم وبیش ہوا کہ کچھ اوراق تراجم علماء بذریعہ پولندہ بیرنگ کے روانہ کیا ہے اور مکتوب بھی، یقیناً وہ مکتوب و اوراق آپ کو ملے ہوں گے۔ اس میں ایک مکتوب بنام مولوی تلطف حسین صاحب کے بھی تھا۔ اس غرض سے کہ جب آپ دہلی جاویں تو ان سے ''الحیاۃ بعد المماۃ'' کا ایک نسخہ لے لیں اور ایک مکتوب بنام مولوی سید امیر علی صاحب کے تھا، مگر آپ نے نہ جواب خط دیا اور نہ رسید اجزا تاریخ روانہ فرمایا۔

ہاں جو اوراق روانہ کئے ہیں اس میں ایک بزرگ کا ترجمہ ہے جن کا نام غلطی سے محمد اسحٰق لکھا گیا ہے۔ نام صحیح ان کا شاہ ابو اسحٰق لہراوی اعظم گڑھی(۱) ہے۔ اس کو صحیح کر دیجئے اور منجملہ شیوخ ان کے ایک شیخ محمد ناصح (۲) تلمیذ فاخر زائر الہ آبادی (۳) ہیں۔ انہوں نے شیخ محمد ناصح کا ترجمہ اپنے رسالہ ''نور العینین'' (۴) میں کیا ہے۔ ورق کے حاشئے پر اس عبارت کو لکھ دیجئے۔ ہم شاہ ابو اسحٰق کا پورا ترجمہ تلاش کر رہے ہیں۔ امید ہے کہ مل جاوے گا۔ انشاء اللہ۔

کچھ اوراق تراجم کے اور بھی ملے ہیں، ان کو بھی روانہ کریں گے۔ نہ معلوم کہ حضرت شیخنا حسین کے مجموعہ فتاویٰ ومکاتیب میں کچھ کام جاری ہے یا کیا حال ہے؟ بعض بعض تحریریں حضرت کی اور بھی ملی ہیں۔ امید ہے کہ اور بھی مل جاوے۔ سب کو بھیج دیں گے۔ اگر مولوی شیخ محمد صاحب اپنے کام میں مستعد ہوں۔

غالباً مولوی سید امیر علی صاحب لکھنو محلّہ نرہی میں ہوں گے، ہم نے اسی نشانی سے ان کو

....

(۱) مولانا ابو اسحٰق لہراوی اعظم گڑھی (م۱۲۳۴ھ) اپنے علاقے میں عمل بالحدیث کو سب سے پہلے فروغ دینے والے۔ تفصیلی حالات اور مآخذ کا ذکر میری زیر ترتیب کتاب ''تذکرہ علمائے اہل حدیث ہند'' میں ملے گا۔

(۲) شیخ محمد ناصح کے حالات نزہۃ الخواطر اور دوسری پیش نظر کتابوں میں نہیں ملے

(۳) مولانا محمد فاخر زائر الہ آبادی (م۱۱۶۴ھ) بارہویں صدی ہجری میں حدیث وسنت کی اشاعت کرنے والوں میں سے ہیں۔ ان کی کئی نظمیں یادگار ہیں جن میں سے ''نور السنہ'' اور ''رسالہ نجاتیہ'' کئی بار چھپ چکی ہیں۔

(۴) رفع الیدین کے موضوع پر فارسی نظم ...... جس میں بڑے دل نشیں پیرائے میں ان کا اثبات کیا ہے

خط لکھا ہے، خدا کرے ان کو خط مل جاوے۔ ''مناقب الشافعی'' للرازی کو ہم ایک ماہ کے لئے مستعار چاہتے ہیں، اگر مولوی شبلی صاحب وہاں موجود ہوں تو ہم ان کو خط لکھیں۔ ضرور مطلع فرماویں۔

زیادہ والسلام۔ فقط

محمد شمس الحق عفی عنہ از ڈیانواں ضلع پٹنہ

۲۶ ربیع الثانی ۱۳۲۸ھ

[نوٹ: یہ چاروں اصل خطوط رائے بریلی میں مولانا ابو الحسن علی ندوی مرحوم ومغفور کے پاس ایک البم میں محفوظ ہیں۔ راقم نے وہیں سے نقل کئے ہیں]۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خط رقم ۵

از عاجز محمد شمس الحق عفی عنہ

بجناب گرامی مخدومی مکرمی مولوی حافظ محمد عبداللہ صاحب دام الطافکم!

بعد السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ، التماس یہ ہے کہ کتاب(۱)''رفع الغواشی عن وجوہ الترجمۃ والحواشی''وصول ہوئی۔ جزاکم اللہ تعالیٰ خیراً۔ ماشاءاللہ تعالیٰ نہایت عمدہ طور سے یہ کتاب لکھی گئی ہے، اور اپنے باب میں یہ کتاب لاجواب وبے مثل ہے۔ اید کم الله بروح القدس۔

ہم اس طرف دہلی گئے تھے، اس لئے ارسال رسید میں توقف ہوا۔ دہلی میں اشتہار اس کتاب کا ہم نے دیکھا تھا۔ حضرت شیخنا ومولانا سید نذیر حسین صاحب بھی اس کتاب کے مشتاق ہیں۔ آپ ضرور حضرت ممدوح کے پاس دو ایک نسخہ روانہ فرمائیں، اور ایک نسخہ میرے پاس بذریعہ ویلو ر روانہ فرمادیں، بلا قیمت روانہ نہ فرمائیں۔ وہ نسخہ جو آپ نے میرے لئے روانہ فرمایا تھا، وہ ہم نے ایک طالب علم کو دے دیا۔

زیادہ والسلام مع الشوق التمام

دوم شعبان المعظم [۱۳۱۹ھ](۲)/ از ڈیانواں، ڈاکخانہ کرائے پرسرائے، ضلع پٹنہ

....

(۱) مولانا عبداللہ چھیراوی (م۱۳۸۴ھ) کی یہ کتاب ڈپٹی نذیر احمد دہلوی (م۱۹۱۲ء) کے ترجمہ قرآن کا تنقیدی جائزہ ہے۔ دو حصوں پر مشتمل، اردو زبان میں لکھی گئی ہے۔ مولانا ہی کی ایک دوسری کتاب ''البیان لتراجم القرآن'' (مع ضمیمہ) بھی ہے جس میں چند دوسرے اردو اور انگریزی تراجم کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ غالباً یہ اپنے موضوع پر اولین کتاب ہے۔ مولانا کے بعد اس موضوع پر مولانا ثناء اللہ امرتسری (م۱۹۴۸ء) اہل حدیث (امرتسر) میں ''تفسیر بالرائے'' کے عنوان سے کئی سال تک مضامین لکھتے رہے جن میں سرسید احمد خاں (م ۱۸۹۸ء) اور غلام احمد قادیانی (م۱۹۰۸ء) وغیرہ کے تراجم وتفاسیر پر بے لاگ تنقید کی تھی۔ بعد میں دو حصوں کے اندر مستقل کتاب کی شکل میں اس سلسلہ مضامین کی اشاعت کے خواہاں تھے۔ افسوس کہ ان میں سے صرف پہلا حصہ چھپ سکا۔

(۲) اس خط پر سن درج نہیں ہے، لیکن چونکہ یہ میاں صاحب (م۱۰ رجب ۱۳۲۰ھ) کی زندگی میں لکھا گیا تھا، اس لئے اندازاً ۱۳۱۹ھ ہونا چاہئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خط رقم ۶

از عاجز فقیر حقیر محمد شمس الحق عفی عنہ

بخدمت جامع الفضائل والکمالات مخدومی ومکرمی جناب مولوی حافظ ابومحمد عبداللہ صاحب دام محبتکم۔

بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ التماس ایں کہ عنایت نامہ ملفوف مرقومہ یوم السعید وصول پاکر ممنون ومشکور ہوا۔ جزاکم اللہ تعالیٰ خیرا۔ اور اس کے قبل بھی نامہ ملفوف مع نامہ عالی حضرت میاں صاحب(۱) رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصول ہوا ہے۔اور ہم نے رسید بھی اس کی بذریعہ ایک کارڈ کے روانہ کیا ہے، غالباً وصول ہوا ہوگا۔اب وہ نامہ عالی حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کے پاس اس نامہ بیرنگ میں روانہ کرتے ہیں تاکہ وصولی اس کی مستحق ہو۔

الحمد اللہ والمنہ کہ رفع الغواشی کا دوسرا حصہ بھی تیار ہورہا ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کے عمر وکام میں برکت عطا فرماوے کہ فہرس الاحادیث(۲) انجام کو پہنچ جائے، آپ جب چاہیں یہاں تشریف لائیں، ہم بھی آپ کے ملاقات کے بہت مشتاق ہیں۔آپ تو ہر سال فتوحہ کے راستے سے چھپرا آیا جایا کرتے ہیں۔فتوحہ اسٹیشن سے موضع ڈیانواں چارکوس ہے، آور ٹم ٹم وغیرہ بکثرت ملتی ہے اور فی آدمی چھ آنے لیتا ہے، اور سڑک بہت پختہ ہے۔آپ تو اکثر تشریف لا سکتے ہیں۔ بہرحال جب چاہیں تشریف لاویں، ہم منتظر ہیں۔

والسلام مع الشوق التمام

۱۴شوال روز چہارشنبہ ۱۹۲۰ء(۳)/از ڈیانواں

[ان دونوں خطوط کے لئے دیکھئے: ابومحمد عبداللہ چھپراوی: ''البیان لتراجم القران'' ص ۴۰۔۴۱، طبع کلکتہ ۱۳۴۶ھ]

(۱) یعنی مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی (م ۱۳۲۰ھ)

(۲) اس نام سے بھی ایک کتاب تالیف کررہے تھے۔معلوم نہیں تکمیل کو پہنچی یا نہیں؟

(۳) کتاب میں اسی طرح ہے جو درست نہیں، صحیح ۱۳۲۰ھ ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خط رقم ۷

بخدمت جامع الفضائل مولوی محمد عبدالحق (۱) صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ!

بعد السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ پرسوں ایک کارڈ روانہ ہوا ہے، وصول ہوا ہوگا۔ آج ۹ ربیع الاول (۲) کو یہ فتویٰ مرسل (۳) ہے۔ ہم کو مرض اور ہموم نے بہت پریشان کر دیا ہے، اس لئے جواب میں تاخیر ہوئی۔ اب بہ مشکل تمام یہ لکھا گیا ہے، جو مرسل ہے، رسید سے مطلع فرماویں گے۔

زیادہ والسلام فقط۔

محمد شمس الحق عفی عنہ

از ڈیانواں، ضلع پٹنہ

[الاعتصام لاہور ۲۰ نومبر ۱۹۷۰ء]

....

(۱) مشہور اہل حدیث عالم مولانا محمد عبدالحق ملتانی (م ۱۳۶۵ھ)

(۲) سن درج نہیں ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اخیر عمر میں علامہ عظیم آبادی نے یہ خط لکھا تھا

(۳) یہ فتویٰ صفرسنی کے نکاح اور خیار بلوغ کی تحقیق سے متعلق ہے۔ الاعتصام (لاہور) ۲۰ نومبر ۱۹۷۰ء میں پہلی بار شائع ہوا تھا۔

[ادارہ علمی اکیڈمی فاؤنڈیشن، کراچی نے فتاویٰ مولانا شمس الحق عظیم آبادی'' میں اسے شائع کر دیا ہے]۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خط رقم ۸

از عاجز فقیر محمد شمس الحق عفی عنہ

بخدمت شریف جامع الفضائل محبی مکرمی مولوی ثناء اللہ صاحب دامت محبتکم !

بعد السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔

محبت نامہ کارڈ، ڈیانواں آکر وصول پایا، اور یوم دوم رجسٹری بھی دہلی چاندنی چوک کوٹھی حاجی علی جان (۱) مرحوم مولوی حافظ عبدالغفار صاحب (۲) کے پاس روانہ کر دیا اور تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ہم عرصہ سے علیل ہیں اور ضعف غالب ہوا جاتا ہے اور غذا بہت کم' اس لئے بنظر تبدیل آب و ہوا کے ڈیانواں سے مع سامان سفر کے روانہ ہوئے اور پہلے جبل راجگیر پر اقامت چاہتے تھے، پھر بعد یک ماہ کے سفر دہلی وغیرہ کرتے، اسی خیال سے اپنے طالب علم سب کو بھی رخصت کر دیا اور سب کام کو بند کر کے روانہ ہوئے۔ حاجی ذکریا خاں صاحب کا اصرار تھا کہ ملک متوسط کی طرف روانہ ہوں، اور انہوں نے کوئی دقیقہ اصرار کا اٹھا نہیں رکھا، مگر چونکہ خیال جبل راجگیر کا تھا اس لئے ملک متوسط کی طرف نہیں گئے اور راجگیر کی طرف روانہ ہوئے۔ مگر عرصہ ایک سال سے اطراف پٹنہ و بہار میں سخت طاعون ہے اور بہت لوگ نقصان ہوئے۔ بعد روانگی میرے معلوم ہوا کہ ڈیانواں میں بھی طاعون آ گیا اور بہت زور ہے مجبوراً نہایت حیرانی و پریشانی کی حالت میں واپس آئے اور اللہ اللہ علامت ''یوم یفرا لمرء من اخیہ '' کی پایا۔ ایسا چھوٹا قریہ اور یہ حالت، اللہ تعالیٰ رحم فرماوے اور امن عطا کرے۔ میرے سارے خدام بیمار اور بعض بعض بخوف دوسری دوسری جگہوں میں چلے گئے، عجیب حالت نازک ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرماوے۔ میرے مختار و منشی اور جو لوگ کام دفتر کا کرنے والے ہیں سب کے سب چپکے روانہ ہو گئے۔ یہ قریہ گویا اس وقت خالی ہے۔ ہم اس وقت یہ خط لکھتے ہیں اور

....

(۱) کوٹھی حاجی علی جان، نئی سڑک دہلی میں ایک بڑی بلڈنگ تھی جہاں اکثر آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس (تاسیس ۱۹۰۶ء) کی میٹنگ ہوا کرتی تھی۔ اسے دہلی میں مرکزی حیثیت حاصل تھی۔

(۲) حافظ عبدالغفار بن عبدالرحمٰن (م ۱۹۳۹ء)، حاجی علی جان کے پوتے، ایک زمانے تک آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے صدر رہے۔ پہلے ان ہی کے ذمہ کانفرنس کا حساب کتاب رہتا تھا۔

طبیعت بالکل حاضر نہیں ہے۔ آپ نے بہت اچھا کیا کہ کوٹھی حاجی علی جان مرحوم کو امین کانفرنس قرار دیا، اس سے کانفرنس کو انشاء اللہ تعالیٰ فائدہ معتد بہا پہنچے گا، کیونکہ دیانت اور راست بازی میں یہ کوٹھی ضرب المثل ہے۔ کتاب حساب و کتاب کانفرنس اور تحویل اس کی ایک صندوق میں محفوظ ہے، اور منشی جی میری کنجی لے کر کہیں ٹل گئے ہیں، جب انتشار کم ہوا اور منشی جی واپس آویں تب ہم باقی تحویل اور کتاب کانفرنس جو صندوق کے اندر ہے دہلی روانہ کر دیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اس وقت جس قدر تحویل باہر دوسری جگہ رکھی تھی، یعنی نو سو (۹۰۰) روپے، اس کو ہم نے بذریعہ نوٹ کے دہلی روانہ کر دیا۔ آدھا اس کا روانہ ہوا ہے اور آدھا اس کے بعد آنے رسید کے روانہ ہوگا۔ آپ اطمینان رکھیں، یہ سب کیفیت ہم نے مکرمی مولوی عبدالغفار صاحب کو بھی لکھ دیا ہے۔ اللہ اللہ ہر دن دو تین موت ہوتی ہیں۔ سارے لوگ جھونپڑی میں بدحواس ہیں۔ اشخاص چند اندر مکان کے بستی میں ہیں۔

یہ قریہ صغیرہ حکم میں قریہ کبیرہ کے ہے، چونکہ ساری اشیاء مایحتاج الیہا ہر وقت ملتی ہیں، مگر آج کل چونکہ سارے لوگ بھاگے ہوئے ہیں ایک پیسہ کی چینی بھی نہیں ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرماوے۔

زیادہ والسلام مع الشوق

۱۲ ربیع الاول بروز سہ شنبہ

محمد شمس الحق عفی عنہ از ڈیانواں، ضلع پٹنہ

[اہل حدیث امرتسر ۳۱ مارچ ۱۹۱۱ء]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکتوب رقم ۹

بسم الله الرحمن الرحيم و به نستعين ولا حول ولا قوة الا بالله۔

الحمد لله الجاعل المتحابين تحت ظل عرشه، والمدخر ثمرة المحبة يوم ظهور انتقامه، مهيئاً لهم بالفضل العظيم والخيرالنعيم ، والشكر لرب العالمين، منشئ النعم الوافرة لعباده كرما منه ومنا، الموضح لهم منهج الحديث الكاشف عن نكات الكتاب الاسنى، والصلاة والسلام على خير خلقه رسوله وصفيه محمد بن عبدالله، سيد الابرار و امام الاخيار،الواصل من ربه الى اعلى مراتب النبوة و غايا تها، الساطع نوره فى مشارق الارض و مغاربها، وعلى آله الكرام البررة وأصحابه النجباء الخيرة۔

وبعد، من العبد الضعيف الفقير الحقيرالخادم لكتاب الله و حديث النبى الابر، ابى ا لطيب محمد بن امير بن على بن حيدر الصديقى القرشى الشهير بشمس الحق العظيم آبادى، عفا الله عنهم و تجاوز عن زلا تهم، الى ذى القدر المحمود، والفخر المشهود،خلاصة النبلاء الا عاظم، عمدة أهل المجد والمكارم، الشيخ الفاضل الكامل عبدالحفيظ بن الشيخ محمد الطاہر الفهرى نسباً، الفاسى داراً، الهمام، لازال محروساً من حوادث الليالى والايام، وسلمه الله وأبقاه، و رعاه وحماه بفضله و منه۔

سلام الطف من نسيم الاسحار، و أضوأ من شمس النهار، و رحمة الله و بركاته و تحياته و مرضاته۔

قد و صل مشرفكم الكريم، و خطابكم العذب الفخيم، فقبلت اذياله، و حمدت الله تعالى على وروده، جزا كم الله تعالى جزاء، وبارك الله لكم و فيكم و حصل بكتا بكم السرور وكمال الانس والحبور،فقرأت ماشر حتم، و فهمت ماذكر تم، وأحمد الله تعالى على عافيتكم و حسن استقامتكم، و انى تاخرت فى ارسال الجواب، فلى ندامة عظيمة فا ن تواخذ نى فحقك أقوى، و ان تعف فهو اقرب للتقوى۔

و ذكر تم طلب الاجاز ة لاحياء رسوم الاستاذ طريق عند العلماء معهود، والامر كما قلتم، لكننى لست باهل لذالك، ولا ممن يخوض هذ ه المسالك۔

ولست باهل ان اجاز فكيف أن

أجيز و لكن الحقائق قد تخفى

فلما علمت ان ذالك منكم نا شئ عن حسن ظن بى، لم يسعنى الااجابتكم لهذه الامنية، فاقول مستعينا بالله تعالى(۱)۔

الحمد لله العلى الشان	ا لعزوالجبروت والسلطان
المنزل التوراة والانجيل وال	فرقان بالتذ كير بالتبيان
بعث النبى الكرام هداية	للخلق نحو شرائع الايمان
منهم محمد الرسول امامهم	فى ا لعلم والارشاد بالبرهان
فأتى الزمان وأهله متحليا	بمكارم الاخلاق والاحسان
صلى عليه وآله كل الورى	ما استمسكوا بدلائل الفرقان
هذا، و بعد فيا أ خي لازلتم	فى نعمه المولى مدى الازمان
و وقيتم شرالحوادث و الهوى	وكفيتم من صالح الاخوان
ثم اعلموا انى تلوت كتابكم	خيرالصحائف فى جلالةالشان
ألفاظه المستعذبات لأنها	ماء الحياة لغلة اللهثان
ووقفت فيه على سؤال منكم	طلباً لما هو مسلك حقانى
فأقول انى امتثلت لامركم	وهوالذى نحوالجواب دعانى
ولقد علمت بأن من كتم الهدى	من بعد علم طاح بالخذلان
فاجز تكم بكل ما أرويه	لا سيما ما أخرج الشيخان
ثم الصلاة مع السلام على الذى	قد جاء نابالذكر و القرآن
و على صحابته الكرام و آله	اهل التقى والعز والعرفان

ثم لايخفى على شريف علمكم ان الاجازة المطلوبه منكم على وفق أمركم مرسلة اليكم، وأرسل اليكم۔

هذه الكتب المسطورة أسما ؤها بعد ذلك، وكلها من مؤ لفاتى(۲)جعلها الله

(۱) نقلت هذه القصيدة فى كتابي ”حياة المحدث“ ص ۴۸۔ ۴۹ و هناك قصيدة أخرى له باللغة العربية، طبعت فى خاتمة ” التاريخ الصغير“ البخارى (ص ٤۔٦) ط، الہٰ آباد ۱۳۴۵ھ۔

(۲) و هذا يدل على أن ”عون المعبود“ (الاجزاء الاربعة او ” رفع الالتباس“ من مؤلفاته خلافاً لمازعم بعضهم ، انظر”حياة المحدث“ ص۳ ٤ ۱-۱۵۱، ۱۱۸-۱۳۳

تعالی ذ خیرة لعاقبتی، فاقبلوا منی هذا البضاعة المزجاة، و معها کتاب التاریخ الصغیر للامام الحجة البخاری رحمه الله أیضا۔

ولی بحمد الله مؤلفات أخری أیضا ما تمت الی الان، و بعضها تم لکن ماطبع و بعضها طبع لکنه بالفارسیة و بعضها بالهندیه و هو لاینفعکم لاختلاف اللسان، والله المسئول ان یجعل قلو بنا بصالح الوداد۔

والجواب من حسناتکم مطلوب سریعاً، لیطمئن القلب لوصول الکتب المرسلة، الیکم ولا تتا خروا فی الجواب۔

ولازلتم فی حفظ الله تعالی و رعایته والولد ان الفاضلان، ادریس بن ابی الطیب والحافظ أیوب بن أبی الطیب یسلمان علیکم، والدعاء و صیتکم، و فی حمایة الله تعالی لابرحتم۔

قاله بفمه و کتبه بقلمه، أبوالطیب محمد شمس الحق الصدیقی العظیم آبادی الهندی عفا الله عنه و تجاوز عنه۔

حرر فی ۲٦ جمادی الاو لی سنة ۱۳۲۷ من الهجرة النبویة علی صاحبها افضل الصلاة و التحیته۔

فهرس الکتب المرسلة الیکم

۱ ۔ عون المعبود شرح سنن أبی داود بالتمام والکمال فی أربع مجلدات

۲ ۔ غایة المقصود شرح سنن أبی داود جزاء من اثنین وتلا ثین جزاء

۳ ۔ التعلیق المغني علی سنن الامام الدار قطني فی جلدین

٤ ۔ المکتوب اللطیف مع الرسائل

٥ ۔ اعلام أهل العصر مع خلق أفعال العباد

٦ ۔ رفع الالتباس عن بعض الناس

۷ ۔ المعجم الصغیر للطبرانی مع غنیة الالمعي لابی الطیب

۸ ۔ التاریخ الصغیر للامام البخاری رحمه الله

و العنوان لرد الجواب هکذا

هندوستان پٹنه ، عظیم آباد کرای پر سرای مقام دیانوان

عند محمد شمس الحق عفی عنه

ثم لایخفی علیکم ان عظیم آباد بلد کبیر فی الهند، وله اسم آخر (پٹنه)

اسم للبوطه، و (ڈیانوان) من توابع عظیم آباد، و هو محل اقامتی۔

و حبیبی الفاضل تلطف حسین یسلم علیکم و یرسل اشتهار الکتب المطبوعة ا لیکم(۱)۔

....

(۱) یہ خط عربی میں علامہ عظیم آبادی کی غیر مطبوعہ کتاب ''الوجازہ فی الاجازہ'' کے آخر میں موجود ہے، جس کا قلمی نسخہ خدا بخش لائبریری (پٹنہ) میں زیر رقم ۳۲٦۵ محفوظ ہے۔[ادارہ علمی اکیڈمی فا ؤنڈیشن، کراچی نے اس کو شائع کر دیا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خط رقم ۹

[اردو ترجمہ]

ہم اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔اور ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر نہ تو اچھے کام کر سکتے ہیں اور نہ ہی برے کاموں سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہیں، جو کہ صرف اپنی رضا کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرنے والوں کو اپنے عرش کے سائے میں جگہ عنایت فرمائیں گے۔

اور جنھوں نے اس محبت کے پھل کو اس دن کے لئے سنبھال کر رکھا ہوا ہے، جس دن ان کا انتقام ظاہر ہوگا۔اس دن کے لئے اللہ تعالیٰ نے صرف ان کی رضا کے لئے محبت کرنے والوں کے لئے عظیم فضل تیار کیا ہوا ہے۔اور اللہ تعالیٰ انھیں عظیم اور وسیع خیر سے نوازیں گے۔

اور سارا شکر یہ تمام جہانوں کے پروردگار کے لئے ہی ہے، جنہوں نے محض اپنے کرم اور احسان سے اپنے بندوں کے لئے بے حد زیادہ نعمتیں ایجاد فرمائیں اور جنہوں نے اپنے بندوں کی راہنمائی کے لئے رسول اکرم ﷺ کی حدیثوں کے راستوں کو واضح فرمایا۔اور رسول اکرم ﷺ کی یہ احادیث ہی اللہ تعالیٰ کی روشن اور چمکدار کتاب کی آیات کی وضاحت کرنے والی ہیں۔اور اللہ کا درود وسلام ان کے بہترین بندے، اللہ کے رسول اور اللہ کے منتخب کردہ اور چنے ہوئے شخص محمد بن عبداللہ پر ہو۔

جو تمام پاکیزہ سیرت لوگوں کے سردار ہیں اور تمام صالحین اور نیک لوگوں کے امام ہیں، جو کہ اپنے رب کے فضل سے نبوت کے اعلیٰ ترین مراتب اور مقاصد تک جا پہنچے۔جن کی تعلیمات کا نور زمین کے مشرق و مغرب میں پھیل چکا ہے۔اور نبی کے معزز اور پاکیزہ اہل خاندان پر اور نبی کے معزز اور اچھے صحابہ کرام پر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے درود وسلام ہو۔

اس کے بعد عرض ہے:

اللہ تعالیٰ کے ضعیف اور اللہ کے فقیر اور قرآن وحدیث کے خادم ابی الطیب محمد بن امیر علی بن حیدر الصدیقی القرشی، جو کہ شمس الحق العظیم آبادی کے لقب سے مشہور ہیں۔

ان کی طرف سے یہ خط قابل تعریف مقام کے حامل، نہایت قابل فخر، عظیم ترین، شریفوں

کے نچوڑ، معزز ترین اور عمدہ صفات کے حاملین کے سردار، نہایت فاضل شیخ عبدالحفیظ بن الشیخ محمد الطاہر، جو کہ نسب کے اعتبار سے فہری ہیں۔جائے اقامت کے لحاظ سے فاسی ہیں، کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔

میری رب تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ راتوں اور دنوں کے فتنوں اور مصیبتوں سے محفوظ رہیں۔اور اللہ تعالیٰ آپ کو زندہ اور سلامت رکھیں۔

اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور مہربانی کے ذریعے آپ کی حفاظت اور حمایت فرمائیں۔

آپ پر اللہ کی طرف سے نہایت عمدہ اور چمکتے ہوئے سورج سے بھی زیادہ روشن سلام ہو۔

اور آپ پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں اور آپ کو اللہ کی طرف سے رضامندیاں حاصل ہوں۔

ابھی پچھلے دنوں مجھے آپ کا نہایت معزز اور عظیم خط موصول ہوا، جس کے موصول ہونے پر میں نے اللہ تعالیٰ کا بے حد زیادہ شکریہ ادا کیا۔اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائیں اور اللہ تعالیٰ آپ کو برکت عنایت فرمائیں۔

اور مجھے الحمدللہ آپ کا گرامی نامہ پا کر اور پڑھ کر بے حد مسرت ہوئی۔آپ نے اپنے خط میں جن باتوں کی تفصیل بیان کی ہے، انہیں میں سمجھ گیا۔اور میں اللہ تعالیٰ کا اس بات پر بے حد شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ محترم باعافیت اور سلامت ہیں۔

اور اسلام پر پوری ثابت قدمی کے ساتھ جمے ہوئے ہیں۔مجھے آپ کے خط کا جواب لکھنے میں کچھ تاخیر ہوگئی، جس کا مجھے بے حد افسوس ہے۔امید ہے کہ آپ محسوس نہیں فرمائیں گے۔

اور آپ نے اپنے گرامی نامے میں جو اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ علمائے کرام کا یہ عام طرز عمل رہا ہے کہ وہ اپنے اساتذہ سے روایت حدیث کا علمی اجازت نامہ حاصل کرتے ہیں۔

تو بلاشبہ آپ کی بات تو درست ہے۔

مگر میں تو اپنے آپ کو اس لائق نہیں سمجھتا کہ میں کسی کو علمی اجازت نامے عنایت کروں۔

میں تو بقول شاعر اس لائق ہی نہیں ہوں کہ مجھے اجازت نامہ عطا کیا جائے۔

تو میں کسی اور کو کیسے عنایت کر سکتا ہوں۔

مگر چونکہ آپ نے مجھ سے علمی اجازت نامے کے حصول کی جو گزارش کی ہے، وہ محض

آپ کے میرے بارے میں حسن ظن اور اچھے گمان کی بنیاد پر ہے۔

اس لئے میرے لئے آپ کی خواہش کی تکمیل کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔

اور میں آپ کو اپنی طرف سے علمی اجازت نامہ ارسال کر رہا ہوں۔

[وضاحتی نوٹ: اس کے بعد علامہ شمس الحق عظیم آبادی نے شیخ عبدالحفیظ الفہری کے لئے مختلف عربی اشعار خود اپنی طرف سے تحریر فرمائے ہیں۔ان عربی اشعار کا آسان اردو ترجمہ ہم قارئین کے لئے ذیل میں پیش کر رہے ہیں]۔

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں، جو کہ نہایت اعلیٰ شان والے ہیں

جو نہایت عزت، طاقت اور سلطنت والے ہیں

جنہوں نے تورات وانجیل اور قرآن کو

نہایت عمدہ نصیحتوں اور واضح یاد دہانیوں کے ساتھ نازل فرمایا

جنہوں نے انبیائے کرام کو لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنا کر بھیجا

تا کہ انبیائے کرام ایمان کی حقیقتوں اور تفصیلات کو واضح فرما دیں

انہی رسولوں میں سے ایک رسول محمد ﷺ بھی تھے

جو کہ ان تمام رسولوں کے علم وہدایت اور راہنمائی میں امام تھے

پس ہمارے محترم محمد ﷺ جب دعوت دین کے لئے تشریف لائے

تو ہمارے نبی اس وقت اچھے اخلاق وآداب سے پوری طرح آراستہ تھے

جب بھی لوگ قرآن مجید کی تعلیمات پر عمل کرتے رہیں

تو ہمارے نبی محترم پر اللہ کی طرف سے درود وسلام ہوتا رہے

اس کے بعد میرے بھائی عبدالحفیظ میری دعا آپ کے لئے یہی ہے

کہ آپ ہمیشہ رب تعالیٰ کی نعمتوں سے فیض یاب ہوتے رہیں

اور آپ حادثات اور خواہشات کے شر سے محفوظ رہیں

اور اللہ تعالیٰ آپ کو نیک بھائیوں اور دوستوں کی شروں سے بھی محفوظ رکھیں

پھر آپ یہ بھی سمجھ لیجئے کہ میں نے آپ کا گرامی نامہ مکمل طور پر پڑھا

جو نہایت عظیم الشان اور بہترین گرامی نامہ تھا

اس کے الفاظ ایسے میٹھے اور عمدہ تھے

جیسے کسی پیاسے کے لئے پانی ہوتا ہے

اور میں آپ کی تحریر پڑھ کر آپ کی خواہش سے آگاہ ہوا

جو برحق علمی مسلک کے عین مطابق ہے

پھر میں آپ کی خواہش کی تکمیل کے لئے اٹھ کھڑا ہوا

اور اسی بات نے مجھے جواب لکھنے پر آمادہ کیا

اور میں اس حقیقت سے پوری طرح آگاہ ہوں

کہ جس نے دین کا علم جاننے کے بعد بھی چھپا لیا

تو ایسا شخص نہایت سخت ناکام اور نامراد ہو جائے گا

پس میں نے آپ کو اپنی تمام تر روایت کردہ حدیثوں کو

بیان کرنے کی اجازت دے دی ہے

اور بطور خاص وہ حدیثیں

جنہیں الشیخین امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے

پھر صلاۃ وسلام ہو ان پر جو کہ ہمارے پاس اللہ کا قرآن اور اللہ کا ذکر لے کر آئے

پھر ہمارے نبی کے تمام صحابہ اور آل پر بھی درود وسلام ہو

جو کہ نہایت تقویٰ، عزت اور علم والے تھے [اشعار مکمل ہوئے]

پھر آپ کو یہ جان کر مسرت ہو گی کہ روایت حدیث کا علمی اجازت نامہ آپ کو (آپ کی خواہش کے مطابق) ارسال کیا جا رہا ہے۔

اور میں آپ کو علمی اجازت نامے کے ساتھ ساتھ اپنی تألیف کردہ کچھ کتابیں بھی ارسال کر رہا ہوں۔

اور میں آپ کو جتنی کتابیں ارسال کر رہا ہوں، ان میں تین کے علاوہ سب میری ہی تألیف کردہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ میری تألیف کردہ تمام کتابوں کو میرے لئے ذخیرہ آخرت بنادیں۔

ان ارسال کردہ کتابوں میں امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب التاریخ الصغیر بھی شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان ارسال کردہ کتابوں کے علاوہ کچھ اور بھی میری تألیف کردہ کتابیں ہیں۔

مگر کچھ تو ان میں سے مکمل نہیں ہوئی ہیں۔اور کچھ ان میں سے مکمل بھی ہوگئیں ہیں مگر وہ ابھی چھپی نہیں ہیں۔

اور میری کچھ اور کتابیں جو چھپ بھی چکی ہیں، مگر وہ فارسی یا ہندوستانی (اردو) زبان میں ہیں۔

مگر ان فارسی یا ہندوستانی میں لکھی ہوئی کتابوں سے آپ بہتر طور پر استفادہ نہیں کرسکیں گے۔کیونکہ آپ ان زبانوں سے واقف نہیں ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ سے ہی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری آپس کی پاکیزہ محبتوں اور ہمدردیوں کو ہمیشہ سلامت رکھیں۔

اور آپ محترم سے گذارش ہے کہ آپ مجھے اپنا جوابی خط جلد ہی ارسال فرمایئے گا۔اور اس میں کسی تاخیر کا شکار نہیں ہویئے گا۔

اور کتابوں کے ملنے کی اطلاع بھی ضرور دیجئے گا۔

تاکہ میرا دل مطمئن ہوجائے کہ میری ارسال کردہ کتابیں آپ کو بخیریت پہنچ چکی ہیں۔

میری اللہ تعالیٰ سے یہی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ اپنے حفظ وامان اور سلامتی میں رکھیں۔

اور میرے دونوں فاضل بیٹے ادریس بن ابی الطیب اور حافظ ایوب بن ابی الطیب آپ کو بہت زیادہ سلام لکھواتے ہیں۔

اور آپ سے گذارش ہے کہ آپ ہمیں بھی اپنی اچھی دعاؤں میں یاد رکھیئے گا۔اور اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ ہی اپنی حمایت میں رکھیں۔

اس تحریر کو ابو الطیب محمد شمس الحق العظیم آبادی الھندی نے خود اپنے قلم سے مورخہ ۲۶ جمادی الاول ۱۳۲۷ھ کو تحریر کیا۔

جو کتابیں میں آپ کی طرف ارسال کررہا ہوں، ان کی فہرست یہ ہے:

۱۔ عون المعبود شرح سنن ابی داود، جو کہ پوری طرح مکمل ہوچکی ہے اور یہ چار جلدوں میں واقع ہے۔

۲۔ غایۃ المقصود شرح سنن ابی داود جو کہ (۳۲) جزؤں (حصوں) میں ہے ان میں سے صرف ایک جزء (حصہ) آپ کو بھیجا جارہا ہے۔

۳۔ التعلیق المغنی علی سنن الامام الدارقطنی ۔یہ کتاب دو جلدوں میں واقع ہے۔

۴۔ المکتوب اللطیف دیگر رسائل کے ساتھ۔

۵۔ اعلام اھل العصر اور اس کے ساتھ امام بخاری کا رسالہ خلق افعال العباد بھی شامل ہے۔

۶۔ رفع الالتباس عن بعض الناس۔

۷۔ المعجم الصغیر امام طبرانی کا ہے۔مگر اس کے ساتھ جو غنیۃ الالمعی کی کتاب ہے وہ میری اپنی ہے۔

۸۔ التاریخ الصغیر جو کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی تألیف ہے۔

اگر آپ جوابی خط بھیجنا چاہیں، تو وہ اس پتے پر ارسال فرمایئے گا:

ہندوستان پٹنہ (عظیم آباد) کرائے پر سرائے مقام ڈیانواں

محمد شمس الحق کو موصول ہو۔

میرے عزیز دوست تلطف حسین بھی آپ کو سلام لکھواتے ہیں اور میری مطبوعہ کتب کا جو اشتہار ہے، وہ بھی آپ کی خدمت میں ارسال کررہے ہیں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خط رقم ۱۰

بنام مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی (۱)

[میرے نزدیک، جیسا کہ اس وقت تک ہم نے سمجھا ہے، اقتدیٰ فرق ضالہ مثل مرزا قادیانی و اتباع مرزا اور روافض وغیرہم من اہل البدعہ والہوا ہرگز جائز نہیں ہے۔ اور اقتدا کو جائز کہنا درمیان جماعت اہل حدیث کے تفرقے ڈالنا اور فساد کی جڑ بونا ہے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ انما اشکو بثی و حزنی الی اللہ۔

ہم نے یہ رائے اپنی جناب مولوی حافظ عبداللہ صاحب (۲) غازی پوری اور مولوی حافظ عبدالمنان صاحب (۳) وزیر آبادی، مولوی عبدالعزیز (۴) صاحب رحیم آبادی، مولوی محمد بشیر صاحب مرحوم (۵) سہسوانی، مولوی ثناءاللہ صاحب (۶) اور دوسرے چھ سات اہل علم پر ظاہر کر دیا ہے۔

ہم کو اس مسئلہ امامت و اقتدا میں جس کو مولوی ثناء اللہ صاحب نے شائع کیا ہے، اور قادیانی کے اقتدا کے وہ مجوز ہیں سخت خلاف ہے۔ اب جب یہ حالت پرچہ اہل حدیث کی رفتار کی ہے کہ قادیانی کو جائز کہہ دیا، اور قبل اس کے چند مسائل منکرہ شائع کیا ہے، تو اب آئندہ اندیشہ اس کا ہے کہ نہ معلوم اب کیا مسائل اس میں شائع ہو۔ اب اس کو پرچہ ''اہل حدیث'' کہنا خطا ہے۔ بہ سبب

....

(۱) یہ خط مولوی عبدالحق بن حسن شاہ سیالکوٹی کے رسالے ''الانصاف لرفع الاختلاف'' لاہور ۱۹۱۰ء میں طبع ہوا تھا (ص ۱۶۔۱۷)۔ اس سے علمائے اہل حدیث کے آپسی اختلافات سے متعلق علامہ عظیم آبادی کا مئوقف واضح طور پر سامنے آتا ہے۔

(۲) ۱۲۶۱ھ میں اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے۔ حافظ قرآن تھے۔ پہلے حنفی المذہب تھے، بعد میں سلفی المشرب ہو گئے۔ مولانا رحمت اللہ فرنگی محلی (م ۱۳۰۵ھ) اور سید نذیر حسین محدث دہلوی (م ۱۳۲۰ھ) سے شرف تلمذ حاصل تھا۔

(۳) ۱۲۶۷ھ میں جہلم میں پیدا ہوئے۔ آٹھ سال کی عمر میں نزول الماء کے عارضہ میں مبتلا ہوئے اور بینائی سے محروم ہو گئے۔ مولانا عبدالحق بنارسی (م ۱۲۸۸ھ) سید نذیر حسین محدث دہلوی (م ۱۳۲۰ھ)، مولانا عبداللہ غزنوی (م ۱۲۹۸ھ) وغیرہ سے تلمذ تھا۔ وزیر آباد میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا، پورا پنجاب آپ سے مستفید ہوا۔ اسی لئے شیخ پنجاب کہلائے۔

(۴) مشہور اہلحدیث عالم، جماعت مجاہدین کے ہمدرد و خیر خواہ، حسن البیان فی ما سیرت النعمان وغیرہ کتابوں کے مصنف ۱۳۳۶ھ میں انتقال ہوا

(۵) مشہور اہلحدیث عالم، سید نذیر حسین محدث دہلوی (م ۱۳۲۰ھ) سے شرف تلمذ تھا

(۶) مشہور اہلحدیث عالم، فن مناظرہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ قادیانیت، عیسائیت اور آریہ سماج کے استیصال میں آپ کی خدمات نمایاں ہیں۔ متعدد رسالے نکالے، جن میں ہفت روزہ ''اہلحدیث'' سب سے نمایاں ہے۔

اشاعت مسئلہ امامت و اقتدا کے فتنہ عظیم پھیل گیا ہے۔ اس بارے میں کتنے خطوط آئے ہیں اور کتنے لوگوں نے ہم کو لکھا ہے کہ پرچہ اہل حدیث میں جتنے مسائل شائع ہوتے ہیں ان کل مسائل کو خلاف مذہب اہل حدیث اور صرف مولوی ثناء اللہ صاحب کی ایک رائے ہے، پس اس کا انسداد ضرور ہونا چاہئے، اور عام طور پر اس کو ظاہر کر دینا چاہئے۔ اس مضمون کو ہم نے مولوی ثناء اللہ، مولوی حافظ عبداللہ صاحب، مولوی عبدالعزیز صاحب کو لکھ دیا ہے۔

آپ کے ''اشاعۃ السنہ'' کو ہم نے ''اشاعۃ المنازعۃ'' اس واسطے نہیں لکھا کہ چونکہ آپ نے اغلاط ''تفسیر ثنائی'' کا اظہار کیا ہے۔ بلکہ اس کے اکثر اغلاط کے ساتھ تو ہم کو آپ سے اتفاق ہے۔ بلکہ ہم تو بالاعلان اس کو بھی کہتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنے اغلاط کو مکابرتہً تسلیم نہیں کیا باوجود ثابت ہونے براہین قاطعہ علی الاغلاط کے۔ بلکہ اشاعۃ السنۃ کو اشاعۃ المنازعۃ اس لئے لکھا تھا کہ آپ نے ہر شخص کو اپنا فریق بنا کر سخت کلامی شروع کر دی، اور سب کو جماعت اہل حدیث سے نکال کر صرف اپنی ذات کو اس کا ایک فرد قرار دیا ہے۔ وھل ھذا الا دعوی باطلۃ۔

اور مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی کے تو ایسے پیچھے پڑے جو شان اہل علم نہیں۔ اور آپ کے خیال میں وہ ایک ادنیٰ درجہ کے آدمی ہیں، اور فی الحقیقت وہ آپ سے بدرجہا افضل ہیں۔ پس جب آپ دوسروں کا لحاظ نہ فرماویں گے، پھر دوسرا کیوں آپ کا لحاظ کرے گا؟ مولانا انصف فی نفسک۔ اب اس وقت میں ہر دو پرچے (پرچہ امرتسر و پرچہ بٹالہ) دونوں پرچے ''اشاعۃ المنازعۃ'' ہیں]۔

محمد شمس الحق

از ڈیانواں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ کے سلسلہ اسانید کا خاکہ

علامہ شمس الحق عظیم آبادی نے اپنی اسانید حدیث کی تفصیل اپنی کتاب ''الوجازۃ فی الاجازۃ'' میں دی ہے، جس کے دو قلمی نسخے خدا بخش لائبریری (پٹنہ) میں میری نظر سے گزر چکے ہیں۔ اس کی ایک نقل بھی میں نے حاصل کر لی ہے۔ علامہ عظیم آبادی نے اپنی بعض دوسری تالیفات (''مقدمہ غایۃ المقصود''۔ ''مقدمہ التعلیق المغنی'' اور ''المکتوب اللطیف'') میں بھی چند اسانید کا ذکر کیا ہے۔ ان کے علاوہ علامہ عظیم آبادی کو ان کے اساتذہ کی دی ہوئی اصل سندیں بھی آج تک خدا بخش لائبریری (پٹنہ) میں ''مجموعہ اجازات'' کے نام سے ایک جلد میں موجود ہیں۔ ان تمام ماخذ کی روشنی میں علامہ شمس الحق عظیم آبادی کی اسانید کے چارٹ یہاں پیش کئے جاتے ہیں اس سلسلے میں حسب ذیل امور کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

۱۔ علامہ شمس الحق عظیم آبادی کے ہر استاد کی سندوں کا چارٹ الگ الگ بنایا گیا ہے۔

۲۔ ہر استاد کا سلسلہ سند کسی ایسے محدث تک لے جا کر ختم کر دیا گیا ہے، جن کا مجموعہ اسانید کتابی شکل میں موجود ہے۔

۳۔ حاشیہ میں ان کتابوں کا تذکرہ کر دیا گیا ہے جن میں اس محدث سے اوپر کی اسانید کی تفصیل ملتی ہے۔

۴۔ علماء و مشائخ کے مشہور نام دیئے گئے ہیں۔ ان کے سلسلہ، نسب، کنیت، لقب، تاریخ وغیرہ کی تفصیلات طوالت کے خوف سے ترک کر دی گئی ہیں۔ ان معلومات کے لئے کتب اسانید و تاریخ کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔

امید ہے کہ یہ چارٹس اہل علم کے لئے توجہ اور دلچسپی کا باعث ہوں گے۔ ہمارے دوسرے علماء و محدثین کے سلسلہ اسانید کی ترتیب کے وقت بھی ان سے استفادہ کیا جائے گا اور آئندہ سوانحی کتابوں کے آخر میں تکملہ کے طور پر ایک لازمی جز کی حیثیت سے اس طرح کے چارٹس ضرور شامل کئے جائیں گے۔

آخر میں برادرم عبدالکبیر بن عبدالقوی مبارک پوری کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے ان

چارٹس کی ترتیب و تزئین کے سلسلے میں میرا کافی تعاون کیا اور اپنے ذوق جمال سے کام لیتے ہوئے انہیں زیادہ سے زیادہ مختصر اور دیدہ زیب بنانے کی کوشش کی۔ مستقبل میں ان سے بہت سی توقعات وابستہ ہیں۔ خدا کرے انہیں علمی و دینی کام کرنے کے لئے مناسب مقام میسر آئے۔

چارٹ نمبر ۱

(۱) ان کی اسانید کے لئے دیکھئے: ''الأمم لایقاظ الھمم''

(۲) ......: ''الامداد لمعرفۃ علو الاسناد''

(۳) ......: ''اوائل کتب الحدیث''

(۴) ......: ''اتحاف النبیہ فیما یحتاج الیہ المحدث و الفقیہ'' اور الارشاد الی مہمات علم الاسناد ''

(۵) ......: '' العجالۃ النافعتہ''

(۶) ......: ''النفس الیمانی و الروح الریحانی فی اجازۃ القضاۃ بنی الشوکانی''

(۷) ......: ان کا '' ثبت''

(۸) ......: ''المکتوب اللطیف الی المحدث الشریف'' اور الوجاۃ فی الاجازۃ''

(۹) ......: ''حصر الشارد فی اسانید محمد عابد''

چارٹ نمبر ۲

(۱) ان کی اسانید کے لئے دیکھئے: '' اتحاف النبیہ اور الارشاد الی مہمات علم الاسناد''

(۲) ......: '' العجالۃ النافعۃ''

چارٹ نمبر۳

---

(۱) ان کی اسانید کے لئے دیکھئے: " اتحاف الأکابر باسناد الدفاتر"

(۲) " ا لنفس الیمانی......"

(۳) "حصر الشارد"

چارٹ نمبر۴

---

(۱) ان کی اسانید کے لئے دیکھئے:"قطف الثمرفی رفع أسانیدالمصنفات فی الفنون و الأثر"

(۲) "حصر الشارد"

چارٹ نمبر۵

محمد بن علی بن السنوسی(۱)

ابوعبداللہ احمد بن مہدی المغربی الواسطی

احمد بن احمد بن علی المغربی ثم المکّی

(۱) ان کی اسانید کے لئے دیکھئے:''البدور الشارقة فی أثبات مشایخنا المغاربة و المشارقة''

چارٹ نمبر۶

(۱) ان کی اسانید کے لئے دیکھئے:''البدور الشارقه......''

(۲) ......:''حسن الوفاء لاخوان الصفاء''

چارٹ نمبر ۷
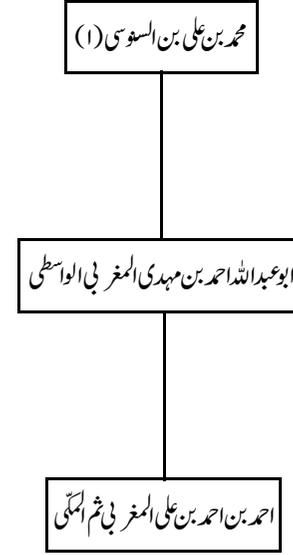
محمد بن علی بن السنوسی (۱)

محمد عابد السندی (۲)

ابو عبداللہ احمد بن مہدی المغربی

السیّد عبداللہ بن السیّد محمد

ابراہیم بن احمد بن سلیمان المغربی

---
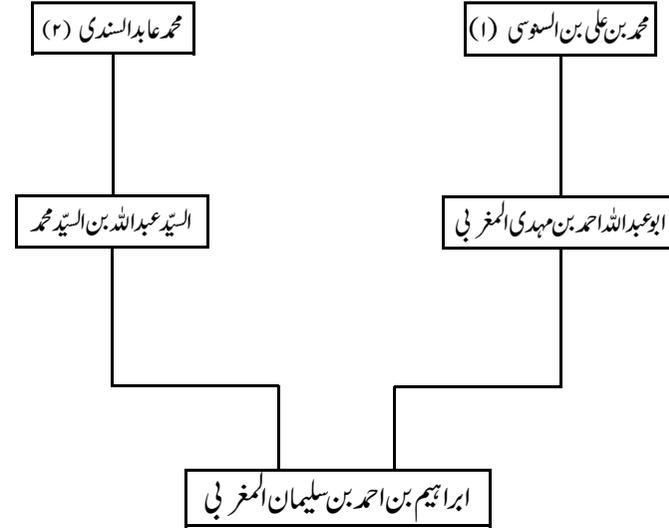
(۱) ان کی اسانید کے لئے دیکھئے: "البدور الشارقة"

(۲) ......: حصر الشارد"

چارٹ نمبر ۸

---
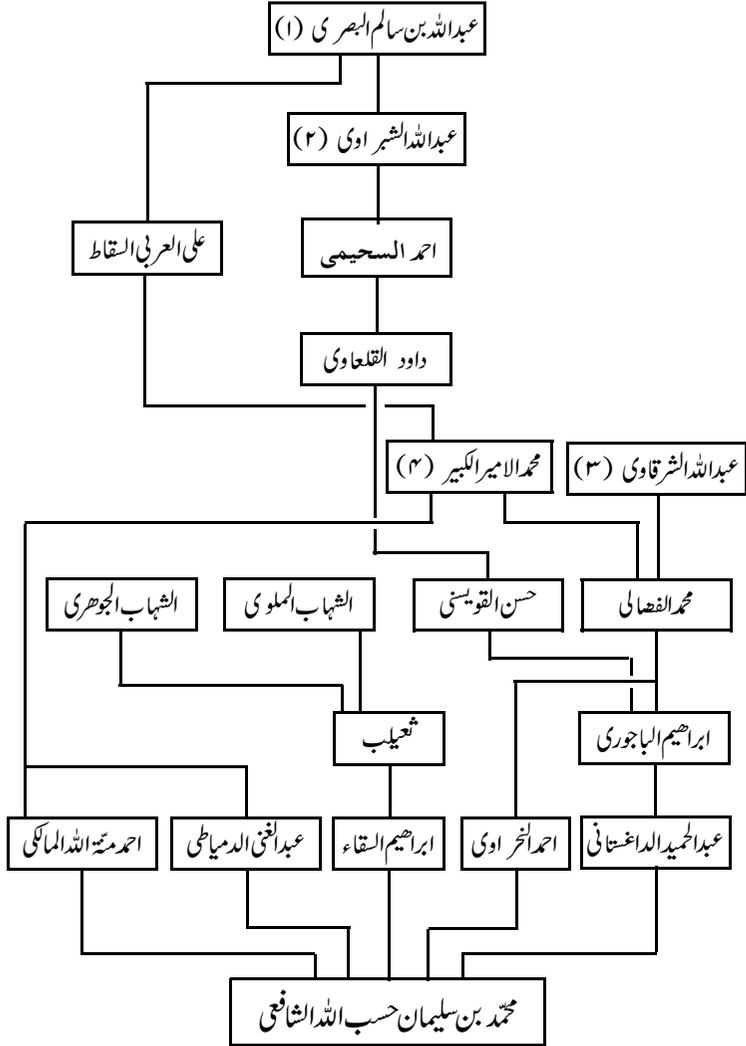
(۱) ان کی اسانید کے لئے دیکھئے: الامداد لمعرفة علو الاسناد"

(۲) ......: ان کا "ثبت"

(۳) ......: ان کا "ثبت"

(۴) ......: ان کا "ثبت"

چارٹ نمبر۹

(۱) ان کی اسانید کے لئے دیکھئے: ''قطف الثمر''

(۲) ......: ان کا '' ثبت''

(۳) ......: ''عقود اللآلی فی الأسانید العوالی''

چارٹ نمبر۱۰

(۱) ان کی اسانید کے لئے دیکھئے: ''الامداد لمعرفة علو الاسناد''

(۲) ......: ان کا ''ثبت''

چارٹ نمبر ۱۱

---
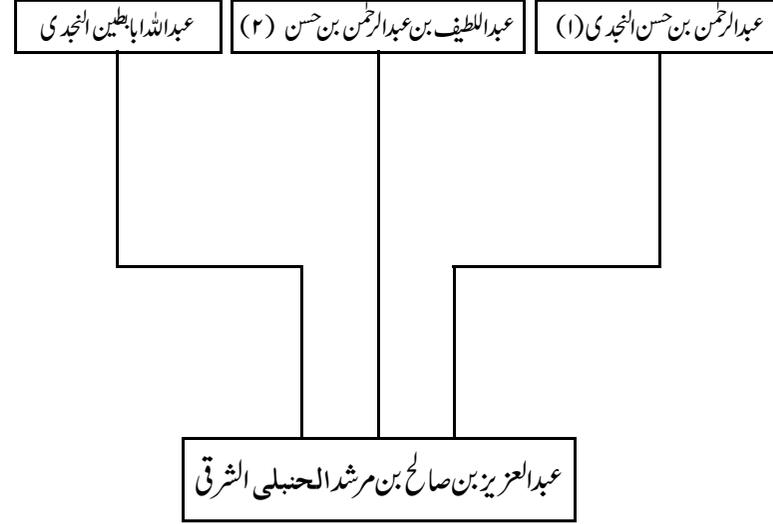
(۱) ان کی اسانید کے لئے دیکھئے: ”علماء نجد خلال ثلاثة قرون“

(۲) ......: کتاب مذکور

علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ کا شجرہ نسب اور سلسلہ اولاد و احفاد

سلسلہ رقم ۱
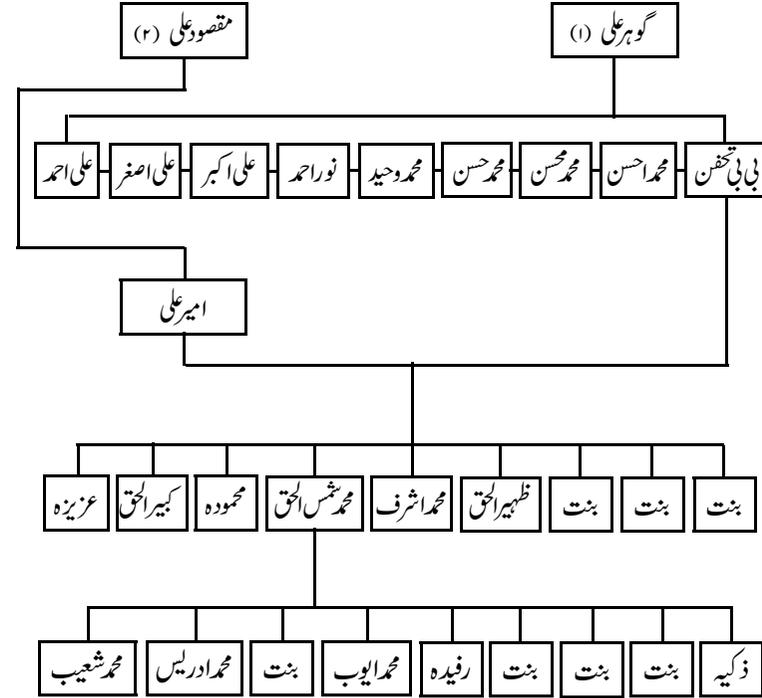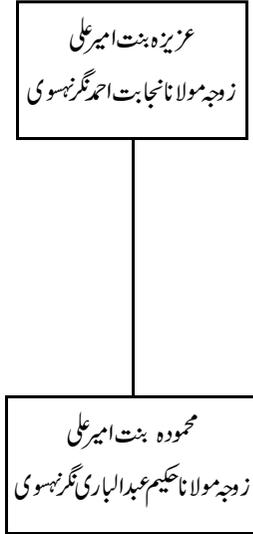
(۱) مولانا گوہر علی کے سلسلہ نسب کے لئے ملاحظہ ہو: یادگار گوہری ص ۶۰

(۲) شیخ مقصود علی کے سلسلہ نسب کے لئے ملاحظہ ہو: یادگار گوہری ص ۱۰۱

سلسلہ رقم ۲

(۱) زوجہ محمد ابوالقاسم بن محمد ایوب

(۲) زوجہ محمد احسن بن محمد ایوب

(۳) ڈائرکٹر علمی اکیڈمی فاؤنڈیشن، کراچی

(۱) زوجہ ابوالمحاسن بن محمد احسن بن محمد ایوب

سلسلہ رقم ۵

رفیدہ بنت محمد شمس الحق
(زوجہ عبدالستار)
محمد خالد
محمد انس
مہرالنساء
محمد افضل
حامد
آسیہ
عالیہ
نسرین
عروج
نین
اکبر
قرۃ العین
نوحی
عریبہ
فائزہ
عدینہ
نویرہ
معراج
داود
دانش
حنا

سلسلہ رقم ٦

ذکیہ بنت محمد شمس الحق
(زوجہ محمد وصی الدین)
محمد سمیع الدین
مہرالنساء
محمد شفیع الدین
شمائل
مسرت
طلعت
یاسمین
شہریار
شاہ زیب
قرۃ العین
شہود
اسد
ارسلان
طیب
سعدیہ
نادیہ
رابعہ
محمد عثمان
شہزادبانو
پریہ
ماریہ
یاسر
قیصر
شاذیہ
ناصر
اظفر
اظہر
رضی الدین
عطیہ

سلسلہ رقم ۷

سلسلہ رقم ۸

علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ کے سوانحی ماخذ (۱) کی تاریخی ترتیب

۱۔محمد زبیر ڈیانوی: یادگار گوہری ۱۰۰۔۱۱۰، نیز متفرق صفحات، پٹنہ، ۱۸۹۵ء

۲۔محمد ادریس نگرامی: تذکرہ علماء حال، ۳۱، لکھنو، ۱۸۹۷ء

۳۔آثار السنن (پٹنہ)، محرم ۱۳۱۷ھ/مئی ۱۹۰۰ء

۴۔فضل حسین مظفر پوری: الحیاۃ بعد المماۃ، ۳۴۴، نیز متفرق صفحات، دہلی، ۱۹۰۸ء

۵۔عبدالسلام مبارک پوری: اہل حدیث (امرتسر)، ۲۸ اپریل ۱۹۱۱ء

۶۔ابوالقاسم سیف بنارسی: الامر المبرم لابطال الکلام المحکم، ۲۱۲۔۲۱۳، بنارس، ۱۹۱۱ء

۷۔ابوالقاسم سیف بنارسی: اہل حدیث (امرتسر)، ۳۱ اکتوبر ۱۹۱۹ء

۸۔عبدالحئی حسنی: نزھۃ الخواطر ۸/ ۱۷۹۔۱۸۰ (تالیف قبل ۱۹۲۳ء)، حیدر آباد، ۱۹۷۰ء

۹۔احید الدین نظامی بدایونی: قاموس المشاہیر ۲/ ۲۰، بدایوں، ۱۹۲۶ء

۱۰۔عبدالحئی الکتانی: فہرس الفہارس والاثبات ۲/ ۲۸۔۲۹، فاس، ۱۹۲۸ء

۱۱۔یوسف الیان سرکیس: معجم المطبوعات العربیہ والمعربۃ ۲/ ۱۳۴۴

۱۲۔عبدالمالک آروی: جامعہ (دھلی)، اکتوبر ۱۹۳۴ء

۱۳۔ Brockelmann, GAL S II, 862 (LEIDEN 1938)

۱۴۔محمد منیر الدمشقی: نموذج من الاعمال الخیریہ ۶۲۷، قاہرہ

۱۵۔ظفر احمد تھانوی: معارف (اعظم گڑھ)، مئی ۱۹۴۴ء

۱۶۔ابومحفوظ الکریم معصومی: برھان (دھلی)، فروری ۱۹۵۱ء

۱۷۔ابوسلمہ شفیع احمد بہاری: برھان (دہلی)، ۱۹۵۱ء

(۱) یہاں صرف ان کتابوں کا تاریخی ترتیب کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے جن میں علامہ عظیم آبادی سے متعلق معتبد بہ سوانحی مواد موجود ہے۔ دوسرے ماخذ کے لئے دیکھئے میری عربی تالیف ''حیاۃ المحدث شمس الحق واعمالہ''۔ میں نے یہاں بعض ایسے مضامین ومقالات عمداً نظر انداز کردیئے ہیں، جن میں بہت ہی سطحی اور سرسری قسم کی معلومات ملتی ہیں، یا جہاں علامہ شمس الحق عظیم آبادی کا ضمناً تذکرہ ہے۔ اسی طرح بعض ایسی کتابیں بھی سوانحی ماخذ میں شامل نہیں کی ہیں جن میں علامہ عظیم آبادی کی حیات اور خدمات سے متعلق پورا حصہ میری کتاب یا معارف (اعظم گڑھ)، ستمبر و اکتوبر ۱۹۷۵ء) میں شائع شدہ میرے مقالے کا چربہ ہے۔

۱۸۔عبدالمجید خادم سوھدروی: سیرت ثنائی ۳۷۱، لاہور، ۱۹۵۲ء

۱۹۔محمد عبدہ فلاح فیروز پوری: مقدمہ ''الارشاد الی مہمات علم الاسناد'' ۱۲، لاہور، ۱۹۶۰ء

۲۰۔ترجمان (دھلی)، ۱۵ جولائی ۱۹۶۰ء

۲۱۔ضیاء الدین اصلاحی: معارف (اعظم گڑھ)، اپریل ۱۹۶۱ء

۲۲۔عمر رضا کحالہ: معجم المؤلفین ۹/ ۶۸، ۱۰/ ۲۷

۲۳۔عبدالقدوس بستوی: المنار (بنارس) عدد اول، ۱۹۶۷ء

۲۴۔محمد عبدہ فلاح فیروز پوری: الاعتصام (لاہور)، ۲۷ ستمبر ۱۹۶۸ء

۲۵۔محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی: ''مقدمہ اتحاف النبیہ'' ۲۸، لاہور، ۱۹۶۹ء

۲۶۔احمد رضا بجنوری: مقدمہ انوار الباری ۲/ ۲۳۲۔۲۳۳، دیوبند، ۱۹۶۹ء

۲۷۔محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی: الاعتصام (لاہور)، ۱۱ دسمبر ۱۹۷۰ء

۲۸۔عبدالحمید رحمانی: ترجمان (دھلی)، ۱۵ نومبر ۱۹۷۱ء

۲۹۔محمد عبدہ فلاح فیروز پوری: مقدمہ اعلام اہل العصر باحکام رکعتی الفجر ج۔ط، لاہور، ۱۹۷۴ء

۳۰۔محمد عزیر: صوت الجامعۃ (بنارس)، اگست ۱۹۷۵ء

۳۱۔محمد عزیر: معارف (اعظم گڑھ)، ستمبر و اکتوبر ۱۹۷۵ء

۳۲۔نذیر حسین: اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۱۱/ ۷۷۹۔۷۸۱، لاہور، ۱۹۷۵ء

۳۳۔عبدالرشید سلفی: خاتمہ ''العجالۃ النافعۃ'': ۱۱۲، ملتان، ۱۹۷۵ء

۳۴۔محمد عزیر: مقدمۃ ''رفع الالتباس عن بعض الناس'': د۔ک، بنارس، ۱۹۷۶ء

۳۵۔محمد عزیر: ''حیاۃ المحدث شمس الحق واعمالہ (تالیف ۱۹۷۷ء)، بنارس، ۱۹۷۹ء

۳۶۔ارشاد الحق اثری: ترجمان الحدیث (لاہور) اعداد، ۱۹۸۰۔۱۹۸۱ء

۳۷۔ارشاد الحق اثری: پاک وہند میں علمائے اہل حدیث کی خدمات ۱۰۲۔۱۱۰، فیصل آباد

۳۸۔محمد احسن اللہ عظیم آبادی: محدث ڈیانوی (قلمی)، تالیف ۱۹۹۱ء

کتب نما

(الف)مخطوطات

ا۔عبداللہ غازی پوری:البحر المواج شرح مقدمۃ الصحیح لمسلم بن الحجاج،مخطوطہ،مبارک پور و خدابخش لائبریری،پٹنہ

۲۔عبدالرحمٰن بن سلیمان الاھدل:النفس الیمانی والروح الریحانی فی اجازات القضات بنی الشوکانی،مخطوطہ، خدابخش لائبریری،پٹنہ،رقم ۲۳۰۔

۳۔محمد شمس الحق عظیم آبادی:القول الصحیحہ فی احکام النسیکہ ،مخطوطہ،خدابخش لائبریری،پٹنہ

۴...... عون المعبود علی سنن ابی داود: جلد۲۔ا،مخطوطہ،خدابخش لائبریری،پٹنہ،رقم ۳۱۱۷، ۳۱۱۸

۵...... غایۃ المقصود فی حل سنن ابی داود:جلد ا،۲،۳ مخطوطہ،خدابخش لائبریری،پٹنہ،رقم ۴۳۲۱، ۴۳۲۲، ۴۳۲۳

۶...... غنیۃ الالمعی :مخطوطہ،خدابخش لائبریری،پٹنہ،رقم ۳۱۸۰/۶

۷...... ھدیۃ اللوذعی بنکات الترمذی:مخطوطہ،خدابخش لائبریری،پٹنہ،رقم ۴۲۲۹

۸...... اعلام اھل العصر باحکام رکعتی الفجر:مخطوطہ،خدابخش لائبریری،پٹنہ،رقم ۵۰۱

۹...... مجموعہ اجازات:مخطوطہ،خدابخش لائبریری،پٹنہ،رقم ۳۲۰۶

۱۰...... مجموعہ تسویدات:مخطوطہ،خدابخش لائبریری،پٹنہ،رقم ۳۸۳۴

۱۱...... المکتوب اللطیف الی المحدث الشریف:مخطوطہ،خدابخش لائبریری،پٹنہ،رقم ۳۱۲۵/۵

۱۲...... القول المحقق:مخطوطہ،خدابخش لائبریری،پٹنہ،رقم ۳۱۸۴

۱۳...... الرسالہ فی الفقہ:مخطوطہ،خدابخش لائبریری،پٹنہ،رقم ۳۱۸۰/۵

۱۴......التحقیقات العلیٰ باثبات فرضیۃ الجمعۃ فی القریٰ:مخطوطہ،خدابخش لائبریری،پٹنہ،رقم ۳۱۸۰/۳

۱۵......تحقیقات علی اسعاف المبطا برجال الموطا للسیوطی:مخطوطہ،خدابخش لائبریری،پٹنہ،رقم ۳۱۸۰/۲

۱۶...... تنقیح المسائل:مخطوطہ،خدابخش لائبریری،پٹنہ،رقم ۱۷۶، ۱۷۷

۱۷...... عقود الجمان فی جواز تعلیم الکتابۃ للنسوان:مخطوطہ،خدابخش لائبریری،پٹنہ،رقم ۳۱۸۰/۷

۱۸...... الوجازۃ فی الاجازۃ:مخطوطہ،خدابخش لائبریری،پٹنہ،رقم ۳۲۶۴، ۳۲۶۵

(ب)مطبوعات

۱۹...... الاقوال الصحیحہ فی احکام النسیکہ ،دہلی،۱۸۸۰/۱۲۹۷

۲۰...... عون المعبود علی سنن ابی داوٗد،جلد ا۔۴،دہلی،۰۵۔۱۹۰۰/۲۳۔۱۳۱۸،جلد ا۔۱۴؛مدینہ ۱۹۶۸

۲۱...... فتویٰ ردتعزیہ داری،بنارس،.n.d

۲۲...... غایۃ المقصود فی حل سنن ابی داوٗد،جلد ا،دہلی،۱۸۸۸/۱۳۰۵

۲۳...... غنیۃ الالمعی ،دہلی،۱۸۹۳/۱۳۱۱؛مدینہ ۱۹۶۰

۲۴...... ہدایۃ النجدین الی حکم المعانقعہ والمصافحہ بعد العیدین،پٹنہ،.n.d؛عربی ترجمہ از محمد عزیر (حیاۃ المحدث ص ۲۲۰/۷)۔

۲۵...... اعلام اھل العصر باحکام رکعتی الفجر،دہلی،۱۸۸۸/۱۳۰۵،ایڈٹ ارشاد الحق اثری،لاہور،۱۹۷۴

۲۶...... الکلام المبین فی الجہر بالتامین ورد علی القول المتین،دہلی،۱۸۸۸/۱۳۰۶

۲۷...... المکتوب اللطیف الی المحدث الشریف،دہلی،۱۸۹۶/۱۳۱۴

۲۸...... القول المحقق ،دہلی،۱۸۸۸/۱۳۰۶

۲۹ ...... رفع الالتباس عن بعض الناس، دہلی،۱۸۹۳/۱۳۱۱، ایڈٹ عبد التواب ملتانی، ملتان، ۱۹۳۹/ ۱۳۵۸؛ایڈٹ محمد عزیر،بنارس،۱۹۷۶/۱۳۹۶۔

۳۰...... التحقیقات العلی باثبات فرضیۃ الجمعۃ فی القریٰ،پٹنہ،۱۸۹۱/۱۳۰۹

۳۱...... التعلیق المغنی علی سنن الدارقطنی ،جلد ا۔۴،ایڈٹ عبداللہ ھاشم الیمانی،مدنی،۱۹۶۶

۳۲...... تعلیقات علی اسعاف المبطا برجال الموطا للسیوطی،دہلی، ۱۹۰۲/۱۳۲۰

۳۳...... عقود الجمان فی جواز تعلیم الکتابۃ للنسوان،دہلی،۱۸۹۳/۱۳۱۱،عربی ترجمہ و ایڈٹ محمد بن عبدالعزیز بن مانع،دمشق،۱۹۶۱۔

۳۴۔محمد عزیر:تاریخ علمائے اہل حدیث ہند

۳۵۔محمد طٰہٰ بہاری:فہرس المجلد الاول من مسند ابی عوانہ،مخطوطہ،خدابخش لائبریری،پٹنہ،رقم ۲۶۹۹

۳۶۔شاہ عبدالعزیز دھلوی:العجالات النافعہ،ایڈٹ و ترجمہ از عبدالرشید سلفی،ملتان،۱۹۷۵

۳۷۔عبدالعزیز الخولی:مفتاح السنہ،قاہرہ،۱۳۴۷/۱۹۲۸

۳۸۔عبدالعزیز رضوی صمدانی:کتاب نذیریہ،جلد ا،دہلی،۱۹۳۹

۳۹۔عبدالحیٔ حسنی:اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں،اردو ترجمہ از ابوالعرفان ندوی،اعظم گڑھ

۴۰...... نزھۃ الخواطر،جلد ا۔۸،حیدرآباد،۷۰۔۱۹۳۱

۴۱...... الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند،دمشق،۱۹۵۸

۴۲۔عبدالحیٔ الکتانی:فہرس الفہارس والاثبات،فاس،۱۹۴۰/۱۳۴۶

۴۳۔عبدالمجید خادم سوہدروی:سیرت ثنائی،لاہور،۱۹۵۲

۴۴۔عبدالرحمٰن مبارک پوری: فتاویٰ نذیریہ، جلد۱۔۲، دہلی، n.d.

۴۵...... مقدمہ تحفۃ الاحوذی، دہلی، ۱۳۵۹/۱۹۴۰، دوسرا ایڈیشن، جلد۱۔۲، مدینہ، ۱۹۶۷

۴۶...... تحفۃ الاحوذی، جلد۱، دہلی، n.d.

۴۷۔عبدالسلام بستوی: انوار المصابیح، جلد۱، دہلی

۴۸...... سیرت البخاری، دوسرا ایڈیشن، الہ آباد، ۱۳۶۷/۱۹۴۸

۴۹۔عبداللہ غازی پوری: رکعات تراویح، لکھنؤ، ۱۸۹۹

۵۰۔عبداللہ بن سالم البصری: الامداد بمعرفت علوالاسناد

۵۱۔محمد عابد سندی: حصر الشارد فی اسانید محمد عابد

۵۲۔عابد حسین رحمانی وعبدالسلام بستوی، جماعت اہل حدیث کی تدریسی خدمات، بنارس

۵۳۔ابوالحسن علی ندوی: ہندوستانی مسلمان، اردو ترجمہ لکھنؤ، ۱۹۶۷

۵۴...... المسلمون فی الہند، دمشق، n.d.

۵۵۔ابوالحسنات ندوی: ہندوستان کی قدیمی اسلامی درس گاہیں، اعظم گڑھ، ۱۹۳۶

۵۶۔ابوالمکارم محمد علی: المذہب المختار فی الرد علی جامع الآثار، بنارس، ۱۳۱۸/۱۹۰۰

۵۷۔ابوالقاسم سیف بنارسی: الامر المبرم لابطال الکلام المحکم، بنارس، ۱۹۱۱

۵۸۔ابومحمد عبداللہ چھپراوی: البیان لتراجم القرآن، کلکتہ، ۱۳۴۶/۱۹۲۸

۵۹۔ابویحیٰ محمد شاہجہان پوری: الارشاد الی سبیل الرشاد، دہلی، ۱۳۱۹/۱۹۰۱، دوسرا ایڈیشن، لاہور، ۱۹۶۶

۶۰۔احمد رضا بجنوری: مقدمہ انوار الباری، جلد۲، دیوبند

۶۱۔انجمن ترقی اردو: قاموس المشاہیر، جلد۱، کراچی

۶۲۔انور شاہ کشمیری: التصریح بما تواتر فی نزول المسیح، ایڈٹ۔عبدالفتاح ابوغدہ، حلب، ۱۳۸۵/۱۹۶۵

۶۳۔اطہر شیر: مفتاح الکنوز، جلد۳، پٹنہ

۶۴۔البیھقی: کتاب القرأت خلف الامام، دہلی، ۱۳۱۵/۱۸۹۷

۶۵۔ Brockleman, Carl, GAL, Supplement, Leiden, 1938: تاریخ الادب العربی (عربی) ترجمہ: عبدالحلیم النجار)، جلد۳، قاہرہ، ۱۹۶۹

۶۶۔البخاری: خلق افعال العباد، دہلی، ۱۳۰۵/۱۸۸۷

۶۷۔البخاری والنسائی: التاریخ الصغیر، الضعفاء الصغیر وللضعفاء والمتروکین، الہ آباد، ۱۳۲۵/۱۸۸۷

۶۸۔ضیاء الدین اصلاحی: تذکرہ المحدثین، جلد۱، اعظم گڑھ

۶۹۔فضل حسین مظفر پوری: الحیاۃ بعد المماۃ، دہلی، ۱۹۰۸، ص۔۳۴۴ ومتفرق صفحات

۷۰۔فالح بن محمد الظاھری: حسن الوفا لاخوان الصفا، اسکندریہ، ۱۳۲۳/۱۹۰۵

۷۱۔خواجہ احمد فاروقی: اردو میں وہابی ادب، دہلی، ۱۹۶۹

۷۲۔غلام رسول مہر: جماعت مجاہدین، دہلی، ۱۹۶۹

۷۳...... سرگزشت مجاہدین، لاہور، ۱۹۵۶

۷۴...... سید احمد شہید، لاہور

۷۵۔عبدالمجید ھاشم الحسینی: الامام البخاری محدثان والفقیھان۔قاہرہ، n.d

۷۶۔ ابن عابدین الشمسی: عقود اللآلی فی الاسانید العوالی، دمشق، ۱۳۰۲/۱۸۸۴

۷۷۔ابراھیم الکردی: الامام لایقاظ الھمام، حیدرآباد، ۱۳۲۸/۱۹۱۰

۷۸۔محمد ادریس نگرامی: تذکرہ علمائے حال لکھنؤ، ۱۸۹۷

۷۹۔اعجاز الحق قدوسی: تذکرہ صوفیائے سندھ،

۸۰۔سید محمد اکرام: موج کوثر، لاہور، ۱۹۶۸

۸۱۔ امداد صابری: تاریخ صحافت اردو، جلد۲، حصہ۱، دہلی، n.d

۸۲۔شاہ محمد اسماعیل دہلوی: تقویۃ الایمان، کلکتہ، ۱۲۴۲/۱۸۲۶؛ اڈیٹ غلام رسول مہر، لاہور، ۱۹۷۴

۸۳۔عمر رضا کحالہ: معجم المؤلفین، جلد۱۔۱۵، دمشق، ۱۹۶۱

۸۴۔کلیم الدین احمد: اپنی تلاش میں، جلد۱، پٹنہ

۸۵۔خلیل احمد سہارنپوری: بذل المجہود، جلد۱، دہلی، n.d، جلد۱۔۲۰، دوسرا ایڈیشن لکھنؤ، ۱۹۷۲

۸۶۔محمد بن علی السنوسی: البدور الشارقہ فی اثبات مشائخنا المغاربہ والمشارقہ

۸۷۔مدرسہ احمدیہ (آرہ): روئداد جلسہ مذاکرہ علمیہ، رقم ۱۵۔۲۰

۸۸۔مسعود عالم ندوی: ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک

۸۹...... مولانا سندھی اور ان کے افکار وخیالات پر ایک نظر، پٹنہ، ۱۳۶۳/۱۹۴۴

۹۰۔المزی: تحفۃ الاشراف، جلد۱، ایڈٹ عبدالصمد شرف الدین، بمبئی، ۱۹۶۵

۹۱۔محمد عزیر: حیاۃ المحدث شمس الحق واعمالہ، بنارس، ۱۹۷۹

۹۲...... مولانا شمس الحق۔حیات اور خدمات، کراچی، ۱۹۸۴

۹۳۔محمد معین تھٹوی: دراسات اللبیب ،ایڈٹ عبدالرشید نعمانی ، کراچی ، ۱۹۵۷

۹۴۔محمد منیر الدمشقی: نموذج من الاعمال الخیریہ، قاہرہ، ۱۹۳۰/۱۳۴۹

۹۵۔ابو یحیٰ امام خاں نوشہروی: ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات، دہلی، ۱۹۳۷؛ دوسرا ایڈیشن، لاہور

۹۶...... تراجم علمائے حدیث ہند، جلدا، دہلی، ۱۹۳۸، دوسرا ایڈیشن، لاہور، ۱۹۷۱/۱۳۹۱۔

۹۷۔نظامی بدایونی: قاموس المشاہیر، جلدا۔۲، بدایوں، ۱۹۲۶۔

۹۸۔ Dr. Qeyamuddin Ahmad:Wahhabi Movement in India, 1966

۹۹۔پنجاب یونیورسٹی، لاہور: اردو دائرۃ المعارف الاسلامیہ، جلد ۱۱، لاہور، ۱۹۷۵

۱۰۰۔محمد سعید بنارسی: اوثاق العریٰ باقامتہ الجمعتہ فی القریٰ، بنارس، ۱۹۰۰/۱۳۱۸

۱۰۱۔محمد سعید سنبل: اوائل کتب الاحادیث

۱۰۲۔صالح الفلانی: قطف الثمر فی رفع اسانید المصنفات فی الفنون والاثر، حیدرآباد، ۱۹۱۰/۱۳۲۸

۱۰۳۔یوسف الیان سرکیس: معجم المطبوعات العربیہ والمعربہ، قاہرہ، ۱۹۲۸

۱۰۴۔Sezgin, Fuad, GAS, Band I. Leiden, 1967، (عربی ترجمہ تاریخ التراث العربیہ از محمد فہمی حجازی، جلدا، قاہرہ، ۱۹۷۷۔

۱۰۵۔الشوکانی: اتحاف الکبیر باسناد الدفاتر، حیدرآباد، ۱۹۱۰/۱۳۲۷

۱۰۶۔شبلی نعمانی: مقالات شبلی، جلد ۷، اعظم گڑھ

۱۰۷۔صدیق حسن خان: تقصر جیود الاحرار، بھوپال، ۱۸۸۱/۱۹۹۸

۱۰۸۔سید سلیمان ندوی: حیات شبلی، اعظم گڑھ، ۱۹۷۰

۱۰۹۔الترمذی: جامع الترمذی، جلدا، ایڈٹ احمد محمد شاکر، قاہرہ، ۱۹۳۷/۱۳۵۶

۱۱۰۔عبیداللہ سندھی: شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ، لاہور، ۱۹۴۴

۱۱۱۔شاہ ولی اللہ دہلوی: الارشاد الی مہمات علم الاسناد، ایڈٹ محمد عبدہ فلاح فیروز پوری، لاہور، ۱۹۶۰

۱۱۲...... اتحاف النبیہ فی مایحتاج الیہ المحدث والفقیہ، ایڈٹ محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، لاہور، ۱۹۶۰

۱۱۳۔Wensinck, A.J., Miftah Kunuz-al-Sunnah ۔عربی ترجمہ از فؤاد عبدالباقی، قاہرہ، ۱۹۳۵/۱۳۵۳

۱۱۴۔محمد زبیر ڈیانوی: یادگار گوہری، پٹنہ، ۱۸۹۵

(د) جرائد

۱۱۵۔اہل حدیث (امرتسر)، ۲۱و۲۸ اپریل ۱۹۱۱؛ ۳۱ مارچ ۱۹۱۱؛ ۳۱ اکتوبر ۱۹۱۹؛ ۱۲ دسمبر ۱۹۱۹؛ ۲۹ اپریل ۱۹۲۲۔

۱۱۶۔آثار السنن (پٹنہ)، محرم، ۱۳۱۷/مئی ۱۹۰۰

۱۱۷۔برہان (دہلی)، فروری ۱۹۵۱، جولائی ۱۹۵۱، اگست ۱۹۵۱

۱۱۸۔الفرقان (لکھنؤ)، شاہ ولی اللہ نمبر، ۱۹۴۰

۱۱۹۔الاعتصام (لاہور)، ۲۷ ستمبر ۱۹۶۸؛ نومبر ۱۹۷۰، ۱۱ دسمبر ۱۹۷۰

۱۲۰۔جامعہ، (دہلی)، اکتوبر ۱۹۳۴

۱۲۱۔معارف (اعظم گڑھ)، مئی ۱۹۴۴؛ اپریل ۱۹۶۱؛ ستمبر و اکتوبر ۱۹۷۵

۱۲۲۔المنار (بنارس)، رقم ۱، ۱۹۶۷

۱۲۳۔الندوہ (لکھنؤ)، جلد ۳ رقم ۲

۱۲۴۔نیا دور (لکھنؤ) مئی ۱۹۷۴

۱۲۵۔نقوش (لاہور)، آپ بیتی نمبر، جلدا۔۲، ۱۹۶۶

۱۲۶۔الرحیم (حیدرآباد سندھ)، مئی و جون ۱۹۶۵

۱۲۷۔صوت الجامعہ (بنارس)، اگست ۱۹۷۵

۱۲۸۔ترجمان (دہلی)، ۱۵ جولائی ۱۹۶۰؛ ۱۵ نومبر ۱۹۷۱

۱۲۹۔ترجمان الحدیث (لاہور)، ۸۱۔۱۹۸۰